دستور الارتقاء

تفسیر سورۃ الاسراء

مصنفہ

مولوی عبداللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

Marfat.com

اصلاح اغلاط تفسیر دستور الارتقاء

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
ص ۲۰ سطر ۱۰	رافع	دافع	ص ۱۸۳	جھنڈا سکے	جھنڈا لہرایا جا سکے
ص ۵۰ / ۳	ولید خـ لوا	ولید خلوا	ص ۲۰۶ / ۵	رائے	رائے پر
ص ۵۶ حاشیہ سطر ۲۰	قرآن مجید کو	قرآن مجید کی	ص ۲۴۵ / ۱۲	شلیث	تثلیث
ص ۷۳ / ۱۱	بہ نحوست	بہ نحوست	ص ۲۴۶ / ۱۶	ھو رمنی	ھو منی
ص ۷۶ / ۱۹	والدین	والدین کے	ص ۲۵۷ / ۱	اس روح کی بدولت	اس روح کے ذریعہ
ص ۸۶ / ۴	قیافہ	قیاس		تمام سچائی کی راہ	آئندہ کی خبریں
ص ۱۰۶ / ۱۹	اِلیٰ اَبَدٍ	فَسُقْنٰہُ اِلیٰ بَلَدٍ		دکھائے گا	دے گا
ص ۱۲۳ / ۱۴	منصوبوں	منصبوں	ص ۲۵۸ / ۷	یہ کہ مراد	یہ کہ روح سے مراد
ص ۱۲۴ / ۱۳	ذریعہ سے نجات	ذریعۂ نجات	ص ۲۵۹ آخری سطر	آذمت	آخشنشت
ص ۱۲۶ / ۱۱	خُسِرُوا	خَسِرُوْا	ص ۲۶۵ / ۱۹	وسج	وضع
ص ۱۳۷ / ۱۹	بھی جو	بھی ہیں جو	ص ۲۷۴ حاشیہ سطر ۱۴	لا ۳۳ ہزار	لاکھ ۳۳ ہزار
ص ۱۶۹ / ۵	مجھے	تجھے	ص ۲۹۰ / ۱	ذرہ ہو جائینگے	ذرہ ذرہ ہو جائیں گے
ص ۱۶۹ / ۲۲	لیفتنوک	لیفتنونک	ص ۲۹۳ / ۱۶	اللہ تعالیٰ کرے	اللہ تعالیٰ گمراہ کرے

[illegible]

ضیاء الاسلام پریس ربوہ [illegible] ۱۵

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

دروس الارتقاء

تفسیر

سورۃ الاسراء

مصنفہ

عبداللطیف بہاولپوری فاضل دیوبند

سابق پروفیسر جامعۃ المبشرین قادیان و جامعہ احمدیہ ربوہ

ضیاء الاسلام پریس ربوہ

Marfat.com

(نقل طبع اوّل)

۲۹۷،۱۶۲
ع ۱۲ د
۲۰۸۴۷
DATA ENTERED

نذرِ عقیدت

بہ دربارِ خلافت

ایک گدائے بے نوا خاکپائے دربارِ خلافت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ وادام برکاتہ کی خدمت میں اخلاص و عقیدت کی نذر لیکر بایں التجا حاضر ہوا ہے ؎

اک نظرِ لطف و کرم کی ہو دُعا   ہے فقط اتنا ہی میرا مُدّعا

خادم تراب الاقدام
عبداللطیف عفا اللہ عنہ

Marfat.com

DATA ENTERED

فہرست مضامین دستور الارتقاء

(تفسیر سورۃ الاسراء)

مضامین	صفحہ
اصول موضوعہ سورۃ	۱
موضوع قرآن مجید	″
علوم القرآن کی اصولی تقسیم	″
اصول تفسیر	۲
شرائط ربط آیات	۳
موضوع سورۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ	۴
ابتداء قرآن سے سورۃ اسراء تک تمام سور نزولی کا خلاصہ مضمون	″
حکم جہاد کس اصول پر مبنی ہے۔	۷
تفصیل قوانین جنگ	۹
قرآن حکیم کے نظام تنزیل پر کن کن سورتوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔	۱۰
سورۃ بنی اسرائیل کا موضوع	۱۳
خلاصہ مضامین سورۃ	۱۴
باب اول	
نظارۂ ارتقاء	۱۶
اسراء یا معراج کے دو عنوانوں میں دو حیثیتیں یا مفہوم ہیں	۱۹
نظارۂ معراج میں دو مسجدوں کی تخصیص کی حکمت	۲۲
نوعیت معراج	۲۴
بنی اسرائیل کی ترقی کا قانون اور اس سے انحراف کا نتیجہ	۲۸
تورات میں بنی اسرائیل کے دو دورِ فساد کی پیشگوئی	۳۰
دوسرے دورِ فساد کی پیشگوئی موجودہ تورات میں سے اڑا دی گئی ہے جس کے شواہد بائبل میں موجود ہیں۔	″
شاہد اول حضرت موسیٰؑ کا وعظ	۳۲
شہر یروشلم کی تباہی ۲۰ دفعہ	۳۳ حاشیہ
شاہد دوم۔ حضرت عمرؓ کے فتح یروشلم کی پیشگوئی	۳۶
شاہد سوم۔ قبضہ یروشلم کے متعلق دوسری پیشگوئی	۴۰
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام قوموں کے گواہ اور پیشوا ہونے کی پیشگوئی	۴۱
شاہد چہارم فتح یروشلم کی تیسری پیشگوئی	۴۲
بائبل میں آپ کے نام کی تصریح	″
شاہد پنجم قبضۂ یروشلم کے متعلق چوتھی پیشگوئی	۴۳
حضرت عمرؓ کے خاص طرز پر داخلہ یروشلم کی پیشگوئی	۴۳
بنی اسرائیل کی پہلی تباہی کا منظر	۴۵

Marfat.com

مضامین	صفحہ
بنی اسرائیل کے دو دورِ فساد کے ذکر سے امتِ محمدیہ کی تباہی کے دو دوروں کی طرف اشارہ۔	۴۶
بنی اسرائیل کی طرح امتِ محمدیہ پر بھی پہلی تباہی ایشیا سے آئی اور دوسری تباہی یورپ سے	//
امتِ مسلمہ کے شاندار مستقبل کی بشارت	//
قوم یہود کے ایام بہار	۴۸
شاہ بابل کا فرمان آزادی بنی اسرائیل کے نام	//
بنی اسرائیل کی تباہی کا دوسرا منظر	۴۹
مذہبی قوموں کی طاقت کے مرکز عبادتگاہیں ہوتی ہیں	۵۰
بصیرت افروز بشارت	//
گذشتہ جنگ یورپ سے ضرورت مذہب کی تصدیق	۵۱
بنی اسرائیل کی دوسری تباہی کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت	۵۲
قرآن مجید کا موضوع	۵۳
اقوام عالم کے لئے قرآن حکیم کا فیضِ عام	//
انجیل مسیح کے بعد ابدی انجیل (القرآن) کے نزول کی بشارت	۵۴
قرآن مجید سے استفادہ کرنے والی قومیں	//
قرآن مجید کی صداقت پر غیر مسلم قوم کی شہادت	۵۵

مضامین	صفحہ
باب دوم	۶۱
شرائط ترقی	//
شرطِ اول۔ حصولِ مقصد کے لیے تحملِ مصائب میں ثبات قدمی ہو	//
شرط دوم۔ زندگی کے ہر ایک شعبہ عمل میں ترتیب و تنظیم ملحوظ ہو۔	//
شرط سوم۔ ترقی کی امید کو اپنے ہی اعمال سے وابستہ سمجھا جائے	۶۳
قانون تہذیب امم	۶۴
شرط چہارم۔ مقصد ادنیٰ قرار نہ دیا جائے	۶۶
عقیدۂ آخرت کا فلسفہ	۶۷
شرط پنجم۔ قانونِ اساسی (توحید) کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔	۶۸
باب سوم	۶۹
نظام دستور ترقی	//
قانون اول۔ توحید اور جذبہ حریت کی تکمیل	۷۲
اسلام آزاد و فاتح اقوام کا مذہب ہے۔	//
قانون دوم۔ قومی حقوق کا دستور اساسی (وبالوالدین)	۷۴
قانون سوم۔ عامہ قومی حقوق کا ایفاء	۷۵
اصناف حقوق	۷۶
قانون چہارم۔ نظام اقتصادیات تحفظ مال اور انسداد فضول خرچی	۷۸
قانون پنجم۔ الاقتصاد فی الانفاق یعنی اخراجات میں میانہ روی	۷۹

Marfat.com

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
قانون ششم۔ حفظ نسل و تربیت اولاد	۸۱	قرآن مجید سے فائدہ اٹھانے کے لیے چند شرائط	۹۸
زمانہ حاضرہ کی مشکلات کا حل قرآن مجید ہیں افزائش نسل پر افزائش خوراک کی پیشگوئی	۸۱	شرط اوّل۔ ایمان بالآخرة	؍؍
قانون ہفتم۔ تحفظ عصمت و ناموس قومی	۸۵	اللہ تعالیٰ کے حجاب ڈالنے کا مطلب	۹۹
قانون ہشتم۔ امن عامہ خلائق	۸۶	اصول موضوعہ شرائع	۱۰۰
قانون نہم۔ حفظ حقوق یتامیٰ	۸۷	کتاب الٰہی سے استفادہ کی دوسری شرط اخلاص توجہ ہے۔	۱۰۱
قانون دہم۔ ایفائے عہد	۸۸		
قانون ۱۱ معاملات تجارت میں عدل	؍؍	تیسری شرط نیت کا صحیح ہونا۔	؍؍
قانون ۱۲ اظہار رائے سے قبل تحقیق و استخبار اور بنی نوع سے حسن ظن و اعتبار	۸۹	شعبہ سوم۔ متعلقہ حیات بعد الموت	۱۰۲
		انسان کا دوبارہ زندہ ہونا بعید از عقل نہیں	۱۰۳
قانون ۱۳ فاتح قوم کا شعار تواضع و انکسار	۹۱	پتھر اور لوہے میں حیات کی استعداد	؍؍
قانون ۱۴ قانون اساسی (توحید) کی حفاظت	۹۲	روح حیوانی کے پیدا ہونے کا قاعدہ	؍؍
قانون اساسی کے لئے متعدد دلائل	۹۳	پیدائش روح کے متعلق صحیح عقیدہ	۱۰۵
دلیل اوّل۔ سیاسی	؍؍	مسئلہ بعث بعد الموت کی فطری دلیل	۱۰۶
دلیل دوم۔ نفسی	؍؍	حیات بعد الموت کے متعلق فلاسفروں کی رائے	؍؍
دلیل سوم۔ تاریخی	؍؍	قیامت کے قریب ہونے کا مطلب	۱۰۹
دلیل چہارم۔ آفاقی	؍؍	دعوت الٰہیہ اور نفخ صور	؍؍
باب چہارم	؍؍	نفخ صور عالم آخرت کا نظام شمسی ہے	؍؍
اجوبہ شبہات		نفخ صور میں موجودہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی	۱۱۱
شبہ اول متعلقہ توحید اور اسکے متعدد جواب	۹۴	نظام آخرت کے بارے میں لطیف نکتہ	۱۱۲
جواب اوّل۔ استدلال عقلی	؍؍	عالم دنیا اور آخرت کا ارتباط	۱۱۳
جواب دوم۔ شہادت فطرت	۹۵	منشاء اختراع عقیدہ تناسخ	۱۱۴
جواب سوم شہادت واقعات	۹۶	جواب شبہ تناسخ	۱۱۶
شبہ دوم متعلقہ حقانیت قرآن اور اسکے مختلف جواب	؍؍	فریضہ مبلغ اور طریقہ تبلیغ	۱۱۷

Marfat.com

مضامین	صفحہ
دعوۃ و تبلیغ کے مختلف طریقے	۱۱۸
معیار نظام تبلیغ	۱۱۹
حیاتِ ملت تبلیغ سے وابستہ ہے۔	〃
نظام تبلیغ کا ذکر سورۃ مجادلہ و حشر میں	۱۲۰
رفع شبہ	۱۲۱
حکمت اختلاف طبائع	۱۲۱
حکمت تخصیص ذکر داؤدؑ	۱۲۲
جواب شبہ چہارم متعلق شفاعت	۱۲۳
مسئلہ شفاعت کی تشریح قرآن مجید سے	۱۲۵
شفاعت کے دو اقسام: باطلہ و حقہ	۱۲۹
شفاعت سیئہ کے تین اقسام	〃
شفاعت حقہ کے لئے شرائط و ضوابط	۱۳۰
قانون محاسبہ کا ذکر قرآن میں	۱۳۱
شفاعت کی علت ایمان و اعمال صالحہ ہے	۱۳۲
علت شفاعت کی طرف حدیث میں اشارہ	〃
حسب مراتب ایمان شفاعت تدریجاً ہوگی	۱۳۳
شفاعت کی ابتداء و انتہاء مشیت الٰہی سے وابستہ ہے۔	۱۳۴
شفاعت کی حقیقت صحیحہ کو نظر انداز کر دینے کا نتیجہ شرک فی الشفاعت اور شرک فی العبادت ہے۔	〃
تقرب الی اللہ کے لئے وسیلہ کی ضرورت	۱۳۶
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی وسیلہ کی ضرورت سے مستغنی نہیں۔	〃

مضامین	صفحہ
وسیلہ کی تفسیر لغوی	۱۳۶
قرآن مجید سے وسیلہ کی تفسیر	〃
وسیلہ کی باطل تفسیر بت پرستوں کی اختراع ہے۔	〃
عہد حاضر کے متعلق ایک زبردست پیشگوئی	۱۳۷
جواب شبہ پنجم۔ متعلقہ معجزات	۱۴۶
جواب اول۔ معجزہ مستلزم ایمان نہیں	۱۴۷
ناقہ صالحؑ کے متعلق روایت کی تنقید	۱۵۱
ناقہ صالحؑ شعائر اللہ میں سے تھی	〃
جواب دوم	〃
فلسفہ معجزات	۱۵۲
قانونِ معجزات	۱۵۴
معجزات سلسلہ اسباب سے خارج نہیں۔	〃
جواب سوم۔ معجزات لوگوں کی استعداد کو مدنظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں۔	۱۵۶
سب طبائع کے لئے معجزہ ضروری نہیں	۱۵۸
معجزات سے کون لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔	〃
فلسفہ معراج	۱۵۹
شجرہ ملعونہ کی تفسیر	۱۶۰
تتمہ باب چہارم	۱۶۴
ضرورت قوانین سابقہ	〃
انسان کی انتہائی حدود کی ترقی کا نقشہ	۱۶۵
مادی ترقی سے روحانی ترقی کیطرف انتقال	۱۶۶

Marfat.com

مضامین — صفحہ

- فطرتِ انسانی مذہب کی متقاضی ہے۔ — ۱۶۷
- حالاتِ شخصی سے حالات قومی کیطرف انتقال اور عواقبِ کلّی کا عواقب جزئی پر قیاس — ۱۶۹
- جدید تعلیمیافتہ گروہ کی ایک خطرناک غلطی — ۱۷۰
- تباہی اقوام کے اسباب — ″
- قومی ارتقاء کے تین دور — ۱۷۲
- مدارج ارتقاء انسانی — ۱۷۳
- فطرت بشری کے لئے کونسا قانون موزون ہے۔ — ۱۷۴
- معیار تہذیب انسانی — ۱۷۶
- امام الاقوام کیا ہے۔ — ″
- امام کی تفسیر قرآن سے — ۱۷۷
- امام کا دوسرا معنیٰ — ″
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمّی کہنے کی مختلف وجوہ — ″
- باب پنجم
- سیاسی تدابیر اور انکے جواب — ۱۷۸
- اسلام کے خلاف مغربی اقوام کی تدابیر — ۱۷۹
- موجودہ تعلیم کے اثرات — ۱۸۱
- مسئلہ شرقیہ اور سیاسین یورپ کا نصب العین — ۱۸۳
- احادیث میں ان فتن کا ذکر — ۱۸۴
- مسیح و مہدی کی بشارت — ۱۸۶
- احادیث میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ معارف قرآن کا اقتباس ہیں۔ — ″
- علامات قیامت کا ذکر قرآن میں — ″
- آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کفار کی تدبیر اول — ۱۸۹
- کفار کے افتراء چاہنے کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف اور قرآن مجید سے اس کا فیصلہ — ۱۹۲
- نزول سکینہ کا قانون — ۱۹۵
- مسلمانوں کے تنزل کا سبب — ۱۹۶
- مخالفین اسلام کیطرف سے دوسری تدبیر — ″
- دشمنوں کی تمام تدابیر کو بیکار کرنیکا حربہ نظام صلوٰۃ ہے — ۱۹۸
- فلسفۂ نماز — ۲۰۰
- تبصرۂ لطیف درباره جامعیت مذہب اسلام — ۲۰۵
- اگلی شریعتیں میں احکام نماز منضبط نہیں تھے — ″
- اسلامی نماز کے متعلق مغربی مفکرین کے قلبی تاثرات۔ — ۲۰۶
- نظام تعلیم کی تکمیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی۔ — ۲۰۷
- مذہبی تعلیم کے چار مراتب — ۲۰۸
- تفسیر حکمت — ۲۱۲
- حکمت بھی منزل من اللہ ہے۔ — ۲۱۳
- وحی کے تین اقسام — ″
- نزول حکمت کا دروازہ بند نہیں — ″
- حکمت کے مختلف اقسام — ۲۱۴
- قسم اول محدَّثیت و مکالمہ الٰہیہ — ″
- قسم دوم۔ مبشرات یا مکالمہ ملائکہ — ″
- قسم سوم مکاشفات — ۲۱۵
- قسم چہارم۔ فراست — ″
- قسم پنجم۔ رویائے صالحہ — ″

Marfat.com

مضامین	صفحہ
قسم ششم۔ علم تاویل الاحادیث	۲۱۵
قسم ہفتم۔ تجلی روح القدس	۲۱۶
قسم ہشتم۔ نزول سکینہ۔	"
خصائص نبوی میں سے چوتھا طریقہ تزکیہ	۲۱۷
صحابہ کے قدوسی مقام کی بشارت قرآن حکیم میں	۲۲۱
" " " کتب سابقہ میں	"
آخری زمانہ میں چار طرق تعلیم کی عالمگیر اشاعت	
اور اس کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز	۲۲۲
مہدی موعود کی بشارت۔	
نماز فریضہ قومی قانون ہے اور تہجد شخصی قانون	۲۲۵
فرضیت وتر کے بارہ میں آراء فقہاء کی تطبیق	"
سند تعلیم خلافت کبریٰ	۲۲۶
مقام محمود کی مشہور تفسیر	"
مقام محمود کی ایک اور لطیف تفسیر	۲۲۷
ہر نبی کے لئے ایک خاص مقام ہوتا ہے۔	"
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تین مقاصد	
کو ملحوظ رکھنے سے مقام محمود کی تفسیر کا حل۔	۲۲۹
مقام محمود کا اندراج حقیقت محمدیہ میں	۲۳۰
مقام محمود تک پہنچنے کیلئے چند تدریجی مراحل	"
آپ کی زندگی کے مختلف دور	
دور اول مکی زندگی	"
دور دوم مدنی زندگی اور مدینہ کا شاندار داخلہ	"
داخلہ مدینہ کی پیشگوئی صحف اولیٰ میں	۲۳۱
مقام محمود کا پہلا نظارہ	"

مضامین	صفحہ
بنی اسرائیل سے خدائی بادشاہت (خلافت الٰہیہ)	
کے چھن جانے کی پیشگوئی انجیل میں۔	۲۳۱
مقام محمود کی دوسری منزل غزوۂ بدر	۲۳۳
غزوۂ بدر کی پیشگوئی صحف اولیٰ میں۔	"
غزوہ بدر کا وعدہ مکہ والوں کو دونوں سے	
دیا گیا تھا۔	"
مقام محمود کی تیسری منزل قتل قریظہ واجلاء نضیر	۲۳۴
مکی سورۃ میں اس تیسری منزل کیطرف اشارہ	"
مقام محمود کی چوتھی منزل۔ صلح حدیبیہ	۲۳۷
مقام محمود کی پانچویں منزل۔ فتح مکہ	۲۳۸
فتح مکہ کی پیشگوئی کتب سابقہ میں۔	۲۳۹
مقام محمود کی چھٹی منزل حجۃ الوداع۔	۲۴۰
فلسفۂ حج	"
مقام محمود کا ساتواں دور	۲۴۱
تکمیل دین کا مقام خلافت کبریٰ کو مستلزم ہے۔	"
یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مقام ہے	"
انبیائے سابقین اپنی شرائع کو غیر مکمل چھوڑ کر	
مکمل شریعت کا منتظر بنا گئے۔	"
مقام محمود کی ساتویں منزل کی تکمیل کے لئے	
مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت۔	۲۴۲
مسیح موعود کی بعثت کا وقت موجودہ زمانہ ہے	"
تمام دنیا میں دین الٰہی کی اشاعت کی بشارت	
انجیل میں۔	"
مقام محمود کی بشارت حبقوق نبی کی کتاب میں	۲۴۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ
مقامِ محمود سے نیچے ایک اور مقام ہے جس کا نام مقامِ کریم ہے۔	۲۴۶
مقامِ محمود کی تفسیر کیلئے دورِ صحابہ و تابعین کے تواتر	۲۴۸
مقامِ محمود کی اولین منزل کی ابتداء ہجرت اور قیامِ خلافت کی دُعاء	۲۴۹
مقامِ محمود کی دوسری منزل اور البطشۃ الکبریٰ کا اشارہ	۲۵۰
وحی الٰہی کا کام	۲۵۳
رفعِ شبہ	″
اعلانِ آزادی	۲۵۴
خلاصہ مباحث رکوع نہم	۲۵۵
مخالفین کی تیسری تدبیر کا جواب	۲۵۶
روح کے سوال کی وجہ	″
تنقیحِ مبحث۔ روح کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال اور ان کی تنقید	۲۵۸
روحِ انسانی کی تفسیر موضوع مباحثِ قرآن سے خارج ہے۔	
معرفتِ وحی کا دروازہ بند نہیں۔	۲۶۳
مخالفین کی چوتھی تدبیر کا جواب	″
قرآن مجید کے نظامِ تحفظ کا ذکر مختلف سورتوں میں۔	۲۶۴
قرآن مجید کے دوامی وحی ہونے کا فلسفہ	۲۶۵
پہلی کتب کی حفاظت نہ ہونے کی حکمت	″
مخالفین کی پانچویں تدبیر کا جواب	″

مضامین	صفحہ
قوانینِ قرآن کے مقابل دنیا اپنی شکست کا اعتراف کر چکی ہے۔	۲۶۶
انسدادِ شراب کے متعلق یورپ کی مساعی	″
تعددِ ازدواج کی حقانیت کے متعلق مشاہیرِ یورپ کا اعتراف۔	۲۶۸
جنوں کو چیلنج میں شامل کرنے کی وجہ	۲۷۱
جنوں کے چیلنج میں موجودہ زمانہ کے متعلق ایک پیشگوئی۔	″
قتلِ مرتد کا حکم دوامی شریعت نہیں بلکہ وہ بطور مارشل لاء ہے جو خاص حالات کے ماتحت ہے۔	۲۷۵
قتلِ مرتد کی روایت چند وجوہ مخدوش ہے۔	″
قرآن مجید کا اعجاز مختلف حیثیات سے۔	۲۷۶
خصائصِ قرآن حکیم کا تذکرہ	۲۷۷
تتمہ باب پنجم	۲۷۹
قرآن مجید کے ماننے کے لئے مخالفین کی طرف سے چند شرائط۔	″
مخالفین کی طرف سے یہ شبہ کہ نوعِ بشری کو عہدۂ رسالت کیوں ملا؟ اور اس کے مختلف جواب۔	۲۸۵
جوابِ اوّل۔ بنائے شبہ تعصب و عناد پر ہے	۲۸۶

Marfat.com

مضامین	صفحہ
جواب دوم۔ نوع انسان کی ہدایت کے لئے بعثت ضروری ہے۔	۲۸۶
جواب سوم۔ بشری نبوت کے لئے خدا کی شہادت	۲۸۸
ربط آیات آئندہ	۲۸۹
قانون ہدایت وضلال سلسلۂ اسباب کے مطابق ہے۔	۲۹۰
ہدایت کی توفیق کن نفوس کو میسر آتی ہے اور قعر ضلالت میں کون گرتے ہیں۔	۲۹۱
طریقۂ ہدایت وضلال	۲۹۲
ضلالت بعد اتمام حجت ہوتی ہے۔	"
نتیجۂ ضلال	۲۹۳
ضلالت کی دنیاوی سزا	"
" اخروی سزا	۲۹۴
باب ششم	۲۹۵
قوانین اقتصادی کی کامیابی کا تجربہ	۲۹۶
تسبیح آیات کی دو تفسیریں	۲۹۷
واقعات قوم فرعون و بنی اسرائیل کا انطباق کفار قریش اور اہل اسلام پر	۳۰۰
عہد حاضر کے متعلق عظیم الشان پیشگوئی	۳۰۱
ربط مضمون	۳۰۵
جواب شبہ	"
قرآن مجید کے تدریجی نازل ہونے کی حکمت	۳۰۶

مضامین	صفحہ
قرآن حکیم کے تدریجی نزول کی پیشگوئی کتب سابقہ میں۔	۳۰۷
صداقت قرآن مجید پر تعلیم یافتہ جماعت کی شہادت	۳۰۹
مبلغ قرآن کے لئے چند ہدایات	۳۱۲
ادیان باطلہ کو اعلان جنگ	۳۱۳
ترقی زمانہ ترقی اسلام کو مستلزم ہے	۳۱۴
مسیحی اقوام کا نظام تبلیغ اور ان کی نفسیاتی شکست	۳۱۶
سورۃ کے ابتداء اور انتہاء کے باہمی ربط میں لطیف اشارہ	۳۲۱
تسبیح و تحمید اور تکبیر کی حقیقت	"
سورۂ نصر میں فاتح قوم کا نصب العین بتایا گیا ہے۔	"
صفات تنزیہیہ میں سے تین صفات کی تخصیص کی حکمت	"
سورۂ مابعد کا ربط	۳۲۲
سورۂ کہف کا مضمون اجمالی	۳۲۳
سورۂ کہف کے بعد کی چار سورتوں کا موضوع	"
سورۂ حج میں عظمت و کبریائی الٰہی کا دستور ہے	۳۲۴
تکبیر الٰہی کے لئے دو اصول۔ حج اور جہاد	"
امت مسلمہ کی قومی زندگی کے تین نظام اور ان کی تقسیم یعنی نظام عبادت، نظام نیابت، نظام تبلیغ	۳۲۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عرض حال

ایڈیشن اوّل

قرآن حکیم وہ کتاب عزیز ہے جس کے ساتھ مسلمانوں کی ہر ایک قسم کی ترقی و عظمت وابستہ ہے جس نے اپنے پیروؤں کو ترقی دلانے کا بڑے زور سے دعویٰ کیا۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔ اور نہ صرف دعویٰ کیا۔ بلکہ صداقت دعویٰ کا مکمل ثبوت بھی اس نے ایسے بیّن طور پر دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نایاب ہے۔ ربع صدی سے بھی کم عرصہ میں اس نے ایک ایسی قوم کو جو جہالت و وحشت کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی اور تہذیب و تمدن سے کوسوں دور تھی ایسے اعلیٰ معراج کمال پر پہنچا دیا اور اس کے ستارۂ اقبال کو افق دنیا پر ایسا چمکا دیا جس کے آگے اقوام عالم کی روشنیاں ماند پڑ گئیں جس کی تہذیب و تمدن کے آگے بڑی بڑی مہذب و متمدن قوموں نے سر جھکا دیئے جس کے علم و حکمت و اخلاق و روحانیت کے سامنے اکابر اہم ارباب معارف و حکم نے بھی زانوئے شاگردی تہ کر دیئے مگر آہ! جب اس امت مسلمہ پر وہ دور آیا جبکہ اس نے اپنے مرکزی نقطۂ نگاہ قرآن مجید کے دستور ارتقاء کو نظر انداز کر دیا تو اس کے ساتھ ہی اس کا آفتاب اقبال بھی غروب کر گیا یہاں تک کہ اس پر تنزل و نحوست کی وہ مہیب گھڑی لَیْلَۃٌ ظَلْمَآءُ بھی آئی جس میں فتنۂ یاجوج و ماجوج کے خروج کی صورت میں لگی تھی لیکن جیسا کہ سنت اللہ ہے کہ ہر رات کے بعد دن آتا ہے اور خزاں کے بعد بہار۔ ایسا ہی اس شبِ تاریک کے بعد اس کے عروج و اقبال کے دن کا آنا بھی لازمی تھا جس کی خبر قرآن حکیم میں پہلے ہی سے موجود ہے پس میرے طبعی جوش اور دلی جذبات نے چاہا کہ اس نئے دور ارتقاء کی بشارت عظمیٰ اپنے دینی بھائیوں کو پہنچاؤں اور ان کے سامنے اس دستور ارتقاء کی تفسیر پیش کروں جس میں امت مسلمہ کے اس مد و جزر کی تمام تفصیل موجود ہے اسکے لئے میں نے سورۂ بنی اسرائیل کو منتخب کیا۔ اور جب عہد حاضر کی ضروریات کے مطابق اس کی تفسیر لکھنے کا عزم کیا اور اس کے متفرق مضامین کی تنظیم و تکمیل کا خاکہ ذہن میں جمایا تو بعض جگہ تفسیر آیات اور ترتیب مضامین کے متعلق ایسے لاینحل عقدے

Marfat.com

پیش آئے ہیں کے حل کے لئے میں نے ہر ممکن کوشش کی بعض اساتذہ سے استفسار کیا۔ کتب، تفاسیر و تصنیفات سلف کی طرف رجوع کیا مگر کسی طرح گرہ کشائی نہ ہو سکی۔ بالآخر جب ان سب تدابیر میں ناکام ہو کر ان سب سے اعلیٰ تحریک۔ ایمانی تدبیر اور روحانی حربہ (دعا) سے کام لیا۔ اور آستانۂ الوہیت پہ گر کر متضرعانہ استدعاؤں سے رحمت الٰہی کا دروازہ کھٹکھٹایا تو بہت جلد گوہرِ مراد پا لیا۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہر پہلو سے یقین تام طمانیتِ قلب انشراحِ صدر حاصل کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

اجابتِ دعا کا نمونہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی افاضہ سے مقام محمود کی تفسیر

تحدیثِ نعمت کے طور پر ایک نمونہ اجابتِ دعا کا تذکرہ کرتا ہوں۔ ان پیش آمدہ عقدوں میں سے ایک اہم ترین عقدہ مقام محمود کی تفسیر کے متعلق تھا جس کی عقدہ کشائی کے لئے میں نے جناب الٰہی میں تضرع اور الحاح سے بایں مضمون دعا کی کہ یا الٰہی جو شخص تیرے نزدیک تیرے کلام پاک کا نہایت ہی ماہر اور بہترین عارف ہو۔ بیداری یا خواب میں اس کی زیارت کرا اور اس کے ذریعے میرا یہ عقدہ حل فرما۔ اس وقت میں سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا۔ دعا کے وقت مجھے آپ کی ذات کے متعلق کوئی وہم و گمان بھی نہ تھا۔ میں یہ دعا کر کے سو گیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے زانو پہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سر مبارک رکھے ہوئے خواب استراحت فرما رہے ہیں۔ اس وقت میں حضرت مولانا خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے تعلق سلسلہ کی حیثیت اور ان کے روحانی کمالات کا تو معتقد نہیں تھا۔ البتہ ان کے تبحر علمی کا ضرور معترف تھا۔ میں نے فوراً ان کی خدمت میں اپنا عقدہ پیش کیا۔ اور اس کا حل چاہا۔ قبل اس کے کہ حضرت مولانا میرے سوال کا جواب دیتے میری گفتگو ختم ہوتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہو گئے اور جلدی سے اٹھ کر میری طرف مخاطب ہو کر ایک لمبی اور مفصل تقریر فرمائی جو نہایت ہی دلچسپ اور معارف و حقائق سے مملو تھی۔ اس

Marfat.com

تقریر سے میرے تمام عقدے حل ہو گئے۔ اور جو کیفیت اور لذت اس تقریر کے سننے سے میرے دل میں پیدا ہوئی اسے ابتک میرے قلب نے فراموش نہیں کیا۔ جب میں بیدار ہوا تو اس تقریر کے الفاظ اور مضمون تو بھول گیا۔ البتہ طبیعت میں جو عقدہ کے باعث انقباض اور قلق تھا وہ رفع ہو کر اطمینان اور شرح صدر ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ اور سلسلہ کے حالات کا تجسس شروع کیا۔ اللہ تعالےٰ کا فضل شامل حال ہوا۔ کہ مجھے اس تحقیق حق میں ہدایت نصیب ہوئی۔ اور سلسلہ الٰہیہ میں داخل ہو کر شرف بیعت سے بہرہ اندوز ہوا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ؕ

اس کے بعد جب میں نے مقام محمود کی تفسیر کے لئے قرآن حکیم کا مطالعہ کیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی افاضہ سے اس کا حل بھی بخوبی پالیا۔ پس آپ کو مقام محمود کی تفسیر کی ذیل میں جو علمی معارف نظر آئیں گے وہ دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی افاضات ہیں۔ میرا ان میں کوئی دخل نہیں۔ البتہ میرے لئے یہ بہت بڑا فخر ہے کہ ان کی تحریر و تسطیر کی خدمت ادا کرنے کی توفیق مشیت الٰہی نے مجھ جیسے نالائق کو عطا فرمائی۔ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ ؕ

اس رؤیائے صادقہ نے میرے اندر ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور مجھے ایمانی حلاوت کا ایسا مزہ چکھایا اور روحانی بصیرت کا وہ شیریں ثمر کھلایا۔ جس کے بیان و توصیف کی استطاعت میری زبان و قلم میں نہیں۔ اس سے قبل گویا میں تیرہ و تاریک رات میں اپنے ذہنی تخیلات اور دماغی تفکرات کی روشنی میں منازل سفر طے کر رہا تھا۔ کہ اچانک آسمانی نور کی ایک جھلک نمودار ہوئی اور مجھے ایک ایسے مقام کا پتہ دیا۔ جس سے پہلے میں بالکل ناآشنا تھا۔ یعنی اس نورِ آسمانی مصلح ربانی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام (جن کی بعثت سے قرآن حکیم کی متعدد پیشگوئیوں کی تصدیق وابستہ تھی) کی معرفت کا مقام نصیب ہوا۔ اور جب میں شرف بیعت حاصل کر کے آپ کے سلسلہ روحانیہ کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے لگا۔ تو اس وقت سے گویا میری زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔

Marfat.com

اس سے قبل ایک وہ زمانہ تھا جس میں میں نے اس کتاب کا مسودہ شروع کیا۔ اس وقت مجھے سلسلۂ حقۂ احمدیہ سے چنداں شناسائی نہیں تھی۔ البتہ دلائل آفاقی، شواہد انفسی، احساسات ضمیر مجھے ایک نئے شاندار دور کی بشارت دے رہے تھے جن کے اعلان کے لئے میں مستقلم بر داشتہ ہوا۔ میرا ضمیر کسی دورِ جدید کے لئے مہدی موعود کا منتظر تھا جس کے ظہور کی توقع قریب زمانہ میں تھی۔ مگر میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ جس امام موعود کی انتظار میں ہم چشم براہ ہیں وہ آچکا اور اس کا یہی دور ہے جو گزر رہا ہے۔

لاکھ لاکھ شکر ہے حضرت ربّنا منان حکیم مطلق کا جس کے بھیدوں کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ اس نے اپنے فضل و رحمت اور اپنی مخفی حکمت سے میرے دل میں تفسیر سورۃ کی تحریک ڈالی اور اس ذریعہ سے میری روحانی تربیت کا سامان مہیا فرمایا۔ اور اسی اثناء میں میرے دل میں بعض عقدے ڈالے جن کے باعث مجھے اس کی طرف حقیقی رجوع، توجہ اور انابت ہوئی۔ اور مجھے راہ بصیرت، شرح صدر اور حقیقی ایمان کی ہدایت نصیب ہوئی۔ فالحمد للہ۔

پس چونکہ یہ کتاب میری زندگی کے انقلاب کا باعث ہے لہذا میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا نشان سمجھتے ہوئے شائقین علم و عرفان اور جویانِ حق طبائع کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اور یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس میں جو خامیاں، نقائص اور غلطیاں ہوں وہ میری جہالت، بے بضاعتی اور کمی علم کے نشان ہیں۔ ان سے درگذر فرماتے ہوئے میرے حق میں مغفرت کی دعا فرمادیں۔ اور جہاں کہیں کوئی علمی نکتہ پسندِ خاطر آئے تو اسے میری ذاتی قابلیت کا طبعزاد نتیجہ نہ سمجھیں۔ بلکہ وہ درحقیقت حضرت سلطان القلم قاسم کنوز الکتب کا افادہ ہے جس سے احقر نے بطفیل غلامی حسب استعداد حصہ پایا ہے

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

عبداللطیف بہاولپوری

Marfat.com

عرضِ حال

ایڈیشن دوم

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خاکسار کو دستور الارتقاء سورۂ بنی اسرائیل کے دوسرے ایڈیشن کی اشاعت کی توفیق ملی جس میں تھوڑی سی اصلاح کے علاوہ بہت کچھ اضافہ جات بھی کر دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو میری زندگی کے لیے روحانی انقلاب کا باعث بنی اور بزرگانِ سلسلہ اور اہلِ علم حضرات نے بھی اسے پسندیدگی کی نظر سے دیکھ کر خاکسار کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

اس کتاب کے طبع اول کے وقت خاکسار ہائی سکول خانپور ضلع رحیم یار خان میں مدرس عربی تھا۔ ایک موقعہ پر جبکہ محکمہ تعلیم کے افسر اعلیٰ معائنہ سکول کے لیے تشریف لائے تو خاکسار نے اپنی تازہ تصنیف ان کی خدمت میں پیش کی جسے لے کر انہوں نے کتاب پر سرسری نظر ڈالی۔ اور میری سادگی اور علمی بے مائیگی کا خیال دل میں لاتے ہوئے میری اس علمی خدمت قرآنی کو کچھ وقعت کی نگاہ سے نہ دیکھا بلکہ ایک گونہ بطور تشنیع طنزاً کہا۔ اچھا تم نے یہ تفسیر لکھی ہے۔ اس میں مرزائیت کی باتیں تو نہیں گھسیڑیں۔ جس پر خاکسار نے نہایت ہی متانت سے عرض کیا۔ کہ حضور آپ افسر ہیں۔ میں تو آپ کا ماتحت ملازم ہوں۔ آپ پوری کتاب کو بنظرِ غور مطالعہ فرمائیں۔ اگر کہیں کوئی نازیبا تحریر ہوگی تو اس کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذرہ نوازی دیکھئے۔ میں نالائق حقیر۔ ناچیز معمولی ٹیچر جو ان لوگوں کی نگاہ میں بوجہ احمدی ہونے کے اور بھی وقعت کی نظروں سے گرا ہوا تھا۔ اور کسی طرح بھی قابلِ التفات نہیں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اسی افسر اعلیٰ کی طرف سے خاکسار کو خفیہ طور پر یہ پیغام ملا کہ یہ تفسیر ہمیں بڑی پسند ہے۔ البتہ اس میں جہاں کہیں (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کا نام آیا ہے اگر اسے حذف کر دیا جائے۔ اور اس کا ٹائیٹل بھی جو قادیان کا مطبوعہ ہے اڑا دیا جائے تو ہم اس کتاب کو ریاست کے

Marfat.com

ہائی سکولوں کے لئے بطور کورس مقرر کر دیں گے۔ اس سے تمہاری بہت کچھ مالی امداد بھی ہوتی رہے گی۔ میں یہ پیغام سن کر سکتہ میں آگیا۔ گویا میرے لئے یہ میری ایمانی آزمائش کا ایک نیا باب اور جدید پرچۂ امتحان تھا۔ تھوڑی دیر میں نے محوِ سکوت ہو کر آخر قاصد کو اس پیغام کا جواب دیا کہ میری طرف سے بڑے ادب سے عرض کرنا کہ آپ کی اس علمی قدردانی کا خاکسار بہت ہی ممنون اور متشکر ہے جو آپ نے اس معمولی ملازم پر نگاہِ شفقت ڈال کر میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ مگر معاف کیجئے۔ یہ شرائط جو آپ نے لگائی ہیں اس میں تو گویا میری ایمانی غیرت کا خون اور میری حریت ضمیر کی موت ہے۔ مجھ سے ایسی توقع آپ کیونکر فرما سکتے ہیں۔ میں تو ایک معمولی ٹیچر ہوں۔ اگر آپ ایسے فاضل متبحر افسر تعلیم کو یہ کتاب پسند آئی ہے تو یہ محض اس مقدس وجود آسمانی نور کی برکت ہے ورنہ میری کیا حیثیت ہے۔

میرا اس پیشکش کو ٹھکرانا تو دنیوی ذہنیت کی نگاہ میں میری سخت بیوقوفی تھی اور میرے لئے آئندہ مشکلات کا گویا پیش خیمہ تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میرے احمدی ہونے کی وجہ سے آئندہ ترقی کی راہیں تو پہلے ہی سے میرے لئے بند تھیں۔ مزید برآں بعض معاندین کی طرف سے مجھے ہٹانے کے لئے بھی منصوبے ہونے لگے۔ جن سے تنگ آکر آخر میں نے خود ہی ملازمت چھوڑنے کا ارادہ کر لیا۔ اور رخصت کا جس قدر قانوناً حق بنتا تھا۔ وہ رخصت میں نے لے لی۔ اور ان تمام واقعات کی سرگذشت حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کر کے دعا کی بھی درخواست کی۔ اس پر حضور کی طرف سے یہ ہدایت موصول ہوئی کہ ملازمت کا چھوڑنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے جو دروازہ رزق کا کھول رکھا ہوا ہے اپنے ہاتھ سے بند کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ حضور کے اس ارشاد گرامی کے موصول ہونے پر خاکسار اپنی حاصل کردہ رخصت منسوخ کر کے حاضر سکول ہو گیا۔ قربان جاؤں ذاتِ ارحم الراحمین پر جو اپنے بندوں کی کسی حقیر سی قربانی کو بھی جس میں روح اخلاص ہو۔ ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی بے پایاں رحمت و شفقت سے نوازتے ہوئے اسے کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے۔

خاکسار جبکہ ہر طرف سے مشکلات کے بھنور میں گھرا ہوا تھا اور ان سے نکلنے کی

Marfat.com

کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ یہ تو خیال میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ان بچوں کی ابتدائی تعلیم کے سوا میں اپنے لئے کوئی اور علمی مشغلہ جاری رکھ سکوں گا۔ قدرتِ خداوندی نے کیا ہی عجیب کرشمہ دکھایا۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بیرونی ممالک میں تبلیغ کے کام کو وسیع کرنے کے لئے ایک نئی سکیم جاری فرمائی واقفین زندگی کو مبلغ بنا کر بیرونی ممالک میں بھجوانا چاہا۔ اور مبلغین کی تیاری کیلئے جامعۃ المبشرین کی معیاری درسگاہ تجویز فرمائی۔ حضور اقدسؓ نے اس درسگاہ کی تعلیم کے لئے ایسے اساتذہ کا انتخاب تجویز فرمایا جو مدرسہ دیوبند کے سند یافتہ ہوں۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جو خود بھی فاضل دیوبند تھے۔ اس جامعہ کے پرنسپل تجویز ہوئے۔ اب اساتذہ فضلائے دیوبند کی تلاش شروع ہوئی کسی نے حضرت مولانا محترم کو میرے متعلق اطلاع کردی کہ یہ بھی فاضل دیوبند ہے۔ چنانچہ آپ نے حضور اقدسؓ سے منظوری حاصل کرکے مجھے قادیان میں بلوالیا۔ اس طرح مبلغین سلسلہ کی تعلیمی خدمات سرانجام دینے میں خاکسار بھی حصہ دار بن گیا۔ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا خوش قسمتی ہوسکتی تھی۔ ؏ اک ذرۂ خاک کو ثریا بنا دیا۔

اس واقعہ سے خاکسار کے بڑے بھائی منشی عبدالغفور صاحب مرحوم کی ایک پرانی رؤیا (جو انہوں نے میرے احمدی ہونے سے پہلے دیکھی تھی) کی تعبیر جب آنکھوں کے سامنے آئی تو ایمان میں تازگی پیدا ہوگئی۔ فالحمدللہ۔

انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوگئے ہیں اور آپ کے ساتھ مجاہدینِ اسلام کی فوجیں ہیں اور آپ شہر سکھر سے جو دریائے سندھ کے کنارے پر واقع ہے وہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ آپ افواجِ اسلامی کے درمیان میں ہیں۔ اور ان افواج کے متعدد دستے ہیں۔ ہر دستۂ فوج کا جو افسر ہے اس کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا ہے۔ مجھے کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ تم بھی ایک دستۂ فوج کے افسر ہو اور تمہارے ہاتھ میں بھی جھنڈا ہے۔

چنانچہ خاکسار ۱۹۴۱ء سے ۱۹۴۷ء تک دارالامان قادیان میں اور بعد از ہجرت ربوہ میں تعلیمی خدمات کے فرائض بجا لاتا رہا۔ یہ کتاب۔ دستور الارتقاء جو قادیان سے شائع کی گئی تھی اس کے جو نسخے میرے پاس باقی رہ گئے تھے وہ فسادات ملکی کے دوران وہاں ہی

Marfat.com

شائع ہو گئے۔ اور کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ بعض احباب کی طرف سے اصرار تھا کہ اسے دوبارہ شائع کیا جائے۔ مگر میری مالی حالت اشاعت کے قابل کہاں؟ آخر میرے ایک محترم دوست محسن عظیم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر رئیس التبلیغ مغربی افریقہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی اشاعت کے متعلق جوش ڈالا۔ موصوف نے کچھ تو اپنی طرف سے امدادی رقم پیش فرمائی اور بقیہ رقوم کی فراہمی کے متعلق اپنے مخیر مخلصین احباب کو تحریک فرمائی کہ اس حد تک رقم کی فراہمی کا ابتدائی انتظام کر دیا جس سے کتاب کی طباعت کا کام شروع کیا جا سکے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ جمیعھم احسن الجزاء

پس شائقین علم احباب کی خدمت میں عرض گذار ہوں۔ کہ چونکہ اس ایڈیشن کی اشاعت میں ان احباب ذیل کا بہت حد تک تعاون ہاتھ ہے اس لئے ان کی دینی دنیوی ترقیات کے لئے احباب دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص میں برکت دے اور دینی خدمات میں ہمیشہ قدم بڑھانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ اور ہر شر و مفاسد زمانہ سے انہیں محفوظ و مصئون رکھے۔ آمین۔ برحمتک استغیث۔

ان مخلص معاونین اصحاب کے اسماء گرامی ذیل ہیں:۔

۱۔ محترم مولانا بشارت احمد صاحب بشیر۔
۲۔ محترم برادر نسبتی غلام احمد خان صاحب آف داتہ ہزارہ۔
۳۔ " فضل الرحمن صاحب بنوں منیجر شوگر مل سرائے نورنگ۔ بنوں۔
۴۔ " محمد امین صاحب سرائے پارہ چنار۔
۵۔ " ڈاکٹر عبد القدوس صاحب شفا میڈیکل۔ نواب شاہ سندھ
۶۔ " خواجہ محمد امین صاحب سمبڑیال۔ سیالکوٹ
۷۔ " الحاج علی انور صاحب ابڑو۔ لاڑکانہ سندھ
۸۔ " عبد اللطیف صاحب سنگھی۔
۹۔ " چوہدری محمد نواز صاحب جھنگ صدر

خاکسار
عبد اللطیف بہاولپوری

Marfat.com

سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر دستور الارتقاء

کے متعلق

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بزرگان سلسلہ کی آراء

۱- حضور اقدس فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بابرکت کرے۔ میں کتاب تو نہیں پڑھ سکا۔ کام کی زیادتی ہے ہاں بعض حصے ریویو آف ریلیجنز (اردو) میں دیکھے ہیں۔ میرے نزدیک جس قدر حصہ میں نے دیکھا مفید معلوم ہوتا تھا۔"

۲- مفسر قرآن کریم مفتی سلسلہ عالیہ احمدیہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان فرماتے ہیں:-

"میں نے مولوی عبد اللطیف صاحب مدرس ہائی سکول شاہپور ریاست بہاولپور کی تفسیر دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء کو بغور پڑھا ہے۔ نہایت عمدہ کتاب ہے۔ تفسیر کے لحاظ سے تفسیر نویسی کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ عمدہ حقائق و معارف کا ایک مجموعہ ہے۔ علاوہ زبان کی سلاست اس کا طرز بیان نہایت عمدہ اور محققانہ ہے۔ مجھے یہ کتاب پڑھ کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس کے مصنف علماء میں سے ہو کر پھر روشن خیال اور دنیا کے حالات سے واقفیت اور فوقیت بھی رکھنے والے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا، وہ اس کو پسند کرے گا۔"

۳- فاضل اجل حضرت مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"میں نے کتاب دستور الارتقاء کو کئی مقامات سے دیکھا۔ بوجہ عدیم الفرصتی ابھی تک بالاستیعاب دیکھنے سے قاصر رہا لیکن جو مقامات میرے مطالعہ میں آئے ہیں ان کی بناء پر علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہوں کہ صاحب تصنیف کی شان مفسرانہ بالکل جدت کا رنگ رکھتی ہے۔ آپ کے نکتہ استنباط و استدلال

Marfat.com

اور آپ کی قوتِ دراکہ نے جس روشنی میں سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر کا کام کیا ہے وہ فیوضِ احمدیہ اور علوم قرآنیہ کی بالکل معجزانہ مثال ہے۔ اس تفسیر نے مسئلہ معراج نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کو دستور الارتقاء کے معنوں میں ایسا واضح کر دیا ہے کہ جو قلوب حقائق شناس کے لئے یقیناً ایک نعمتِ عظمیٰ اور علوم روحانیہ کے پیاسوں کے لئے ایک جامِ کوثر ہے۔ میں نے دستور الارتقاء کو جس جس مقام سے بھی پڑھا مجھے وہاں سے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تازہ روحانی برکات اور مواہب لدنیہ کے نئے افاضات کا نمونہ محسوس ہوا اللہ تعالیٰ مصنف عزیز کو بہتر جزا دے اور مزید توفیق سے ان کے بالکل موزوں ذہنِ رسا کو اس طرف اور بھی توجہ نصیب ہو کہ وہ وقتاً فوقتاً کسی نہ کسی سورۃ کی تفسیر دستور الارتقاء کے نہج پر ترتیب دیتے رہیں۔ تفسیر کے لئے خاص ملکہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ جوہر بھی ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔ پس تفسیر کتاب اللہ العزیز کا مقدس شغل بصورت حق و حکمت ایک بہترین خدمتِ قرآن ہے

وَ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔"

۴۔ حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"دستور الارتقاء جو سورۂ بنی اسرائیل کی لطیف تفسیر ہے ہمارے سلسلہ کے ایک عالم مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب عربی مدرس خانپور ریاست بہاولپور نے تصنیف فرمائی ہے۔ یہ ضخیم کتاب اپنے مطلب اور مضامین کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک اردو خواں دوست اس کا ایک دو بار خود مطالعہ کرے اور دوسرے غیر احمدی، ہندو، آریہ، عیسائی، برہمو، سکھ اصحاب کو بھی مطالعہ کیلئے دے کیونکہ یہ کتاب ہر ایک مذہب اور ہر خیال کے انسان پر قرآن کریم اور اسلام کی حقانیت اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو واضح کرنے کیلئے ایک نہایت ہی مفید تصنیف ہے۔ اس کتاب کو مصنف نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی افاضہ سے لکھا ہے سورۂ بنی اسرائیل کے اہم مقامات مثلاً مقامِ محمود و معراج نبوی کی تفسیر رؤیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصنف کو اس وقت فرمائی جبکہ وہ غیر احمدی تھے اس رؤیائے صادقہ کے بعد

مولوی صاحب احمدی ہوئے اور پھر یہ کتاب لکھی جو سلسلہ کی صداقت کا خاص نشان ہے کتاب مذکور ایک دلکش اور عام فہم پیرایہ میں لکھی گئی ہے۔ اور ہر ایک طالب حق پر اسلام اور قرآن کی فضیلت دوسرے تمام مذاہب و الہامی کتب پر ثابت کرتی ہے۔ میرے ایک دوست بھی جنہوں نے اس تفسیر کا مطالعہ کیا ہے اس کتاب کے بڑے مداح ہیں۔ اور ان کی رائے میں بھی یہ کتاب ہر ایک عالم۔ مناظر۔ مفسّر۔ مصنّف احمدی و غیر احمدی و غیر مسلم کے لئے مفید ہے"

۵۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلغ بلاد عربیہ و انگلستان فرماتے ہیں:

"دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء مولوی عبد اللطیف صاحب (بہاولپوری) کی تصنیف ہے جہاں تک میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اسے نہایت لطیف تفسیر پایا ہے۔ آپ نے دیباچہ میں اس تفسیر کے لکھنے کا باعث اپنی ایک رؤیا قرار دیا ہے۔ جو غیر احمدی ہونے کی حالت میں آپ نے دیکھی تھی۔ اور وہی رؤیا آپ کے احمدی ہونے کا بھی باعث ہوئی۔ تفسیر نہایت دلکش پیرایہ میں لکھی گئی ہے اور اس تفسیر میں قرآن مجید کی علمی خوبیوں کے ذکر کرنے کے علاوہ اس خوبی کو نہایت مبرہن کر کے دکھایا گیا ہے کہ قرآن مجید ایک مرتب اور منظوم کلام ہے۔ اور اس کی ہر ایک سورۃ ایک مستقل کتاب کا حکم رکھتی ہے جو کئی بابوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ سورۃ اسراء کو آپ نے چھ بابوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس تفسیر کے چند صفحات پڑھنے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تفسیر فی الواقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قوت قدسیہ کا نتیجہ ہے۔ میں تمام علم دوست احمدیوں سے اس بات کی توقع رکھتا ہوں کہ وہ ضرور اس کتاب کا ایک ایک نسخہ خرید کر مؤلف کی حوصلہ افزائی کریں گے اور اس میں بیان کردہ معارف سے بہرہ اندوز ہوں گے۔ اور اس کے مؤلف مولانا عبد اللطیف صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ کم از کم اس رنگ میں باقی دو سورتوں یعنی سورۃ کہف اور سورۃ مریم کی بھی تفسیر لکھیں تا جس امر کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے نوٹوں میں اشارہ پایا جاتا ہے وہ ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"سورۃ بنی اسرائیل اور کہف اور مریم کے ربط کا لحاظ رکھو تو معلوم ہو کہ ابتدائے اسلام سے اخیر تک جو کچھ گذرنے والا تھا سب مفصّل بتا دیا گیا ہے"

اللہ تعالیٰ مؤلف دستور الارتقاء کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ اور

Marfat.com

اسی سلسلہ میں انہیں بقیہ دو سورتوں کی تفسیر کرنے کی بھی توفیق دے۔ آمین"۔

۱۵۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ مبلغ امریکہ و انگلستان فرماتے ہیں۔ کہ

"دستور الارتقاء جو سورۃ بنی اسرائیل کی لطیف تفسیر ہے مولانا عبد اللطیف صاحب کی فاضلانہ تصنیف ہے اور اپنے علمی لطائف کے باعث اس قابل ہے کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ اس کا مطالعہ کیا جائے اس کے پڑھنے سے فاضل مصنف کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے آپ نے اس تفسیر میں جا بجا روحانی فلسفہ کو عالمانہ اور معقولی رنگ میں پیش کیا ہے جس سے ایمان میں ترقی اور یقین میں زیادتی ہوتی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر کو چھ بابوں میں تقسیم کیا ہے۔ مقام محمود کی تفسیر اور معراج کی تشریح میں خاص نکات معرفت بیان کئے ہیں۔ توریت اور انجیل کی پیشگوئیاں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے پوری ہوئیں ان کو نہایت شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مخالفین کے اعتراضات کے جوابات بھی تفصیلاً بیان کئے گئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ کتاب مجموعہ علوم مناظرہ ہے۔ میں مولوی صاحب کو اس تصنیف پر مبارکباد کہتا ہوں یہ کتاب اس قابل ہے کہ احباب خرید کر کے اپنے اپنے شہروں کے علماء کو پڑھنے کیلئے دیں۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ"

۱۶۔ محترم ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان فرماتے ہیں:۔

"تالیف قرآن کریم کی خدمت کا قابلِ قدر نمونہ ہے۔ اور اس زمانہ کے علمی خزانے جو قرآنی علوم و حقائق کی تشریحات میں رونما ہو رہے ہیں دستور الارتقاء ان کی روشن مثال ہے" (الفضل ۲ فروری ۱۹۴۲ء صکہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

شروع مقصد سے قبل چند تمہیدی امور لکھے جاتے ہیں جنھیں پیش نظر رکھ لینا چاہیے

(۱) قرآن مجید کا موضوع نوع انسانی کو ترقی کی اس منزلِ اعلیٰ پر پہنچانا ہے جس کا نام خلافت الٰہیہ ہے اور یہی انسانی پیدائش کا مقصد ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔ اس مقام تک پہنچنے کے جس قدر وسائل و ذرائع ہیں ان تمام کا مفصل بیان اس کتاب میں موجود ہے۔ وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (النحل ع ۱۲) وَتَفْصِیْلَ کُلِّ شَیْءٍ (یوسف ع ۱۲) اور اس مقام خلافت کے منازل ارتقائیہ میں سے اعلیٰ ترین مقام وہ ہے جو مقام محمود کہلاتا ہے۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (بنی اسرائیل) یہی اس کتاب کے فیوضات خاصہ کا مرکزی نقطہ ہے اور یہ مقام بعثت ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔

(۲) علم القرآن کو باعتبار مدارج معرفت تین قسموں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:۔
پہلا درجہ علم کا یہ کہ قرآن مجید صاف و صحیح پڑھا جائے۔ اور اس کے ظاہری و متبادر معنی سمجھے جائیں۔ یہ درجہ قراۃ اور تلاوۃ یا ترجمۃ القرآن کہلاتا ہے۔

دوسرا درجہ علم کا یہ کہ فرقان حمید میں جو قوانین ہیں۔ ان کو قوانین کلیہ سمجھ کر ان پر جزئیات قیاس کی جائیں۔ جیسے تدبیر منزل کے قوانین پر سلطنت کے قوانین قیاس کرنا یا طلاق و عتاق کے قوانین سے محکوموں اور ماتحتوں کے قوانین سمجھنا یا مثلاً قصص ماضیہ اور وقائع گذشتہ کو حالات آئندہ پر منطبق کرنا۔ اس کا نام فقہ القرآن ہے۔ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔

تیسرا درجہ یہ کہ قرآن حکیم کے اسرار و حکم اور لطائف و معارف اور اشارات و خواص کے

بحرِ ناپید اکنار میں غوّاصی کی جائے۔ اس کا نام حکمۃ القرآن ہے۔ مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا ؕ

(۱۴) قرآن مجید کے مضامین حل کرنے اور اس کی شرح و تفسیر کرنے کے مختلف طریقے ہیں جن کو ہم اپنی طرف سے نہیں بلکہ حافظ الملّۃ والدّین ابن القیّم کے قلم سے تحریر شدہ اصول کو پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف اپنی کتاب تبیان فی اقسام القرآن میں لکھتے ہیں:۔

تفسیر النّاس یدور علیٰ ثلٰثۃ اصول تفسیر علی اللفظ وھو الذی ینحو الیہ المتأخّرون وتفسیر علی المعنی وھو الذی یذکرہ السلف وتفسیر علی الاشارۃ والقیاس وھو الذی ینحو الیہ کثیر من الصوفیۃ وغیرھم وھذا لا بأس بہ باربعۃ شرائط ان لا ینافی معنی الآیۃ وان یکون معنی صحیحًا فی نفسہ وان یکون فی اللفظ اشعار بہ وان یکون بینہ وبین معنی الآیۃ ارتباط وتلازم فاذا اجتمعت ھٰذہ الامور الاربعۃ کان استنباطًا حسنًا۔ (تبیان)

لوگوں کی تفسیر تین اصول پر دائر ہے۔
(۱) تفسیر لفظی جس کی طرف متأخرین کا میلان ہے
(۲) تفسیر معنوی جس کو سلف بیان کرتے ہیں۔
(۳) تفسیر بطریق اشارہ اور قیاس۔ اکثر صوفیاء وغیرہ کا میلان اسی طرف ہے۔ اس تفسیر میں کوئی خطرہ نہیں بشرطیکہ چار شرطیں موجود ہوں (۱) کہ وہ تفسیر معنیٔ آیت کے مخالف نہ ہو۔ (۲) وہ تفسیر فی نفسہٖ صحیح بھی ہو۔ (۳) لفظ میں اس کی طرف اشارہ بھی ہو۔ (۴) اس تفسیر اور آیت کے معنی میں ربط و تلازم بھی ہو۔ پس جب یہ چار امور اکٹھے ہو جاویں تو وہ عمدہ استنباط ہوگا ؕ

(۱۵) قرآن حکیم کی صحیح طور پر تفسیر کرنے کے لئے جو معیار ہیں اور آسمانی مصلح، امامِ وقت حَکَم و عدل حضرت مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مصدّقہ ہیں وہ حسب ذیل ہیں:۔

معیار اوّل۔ یہ کہ تفسیر القرآن بالقرآن ہو۔ یعنی شواہد تفسیر خود قرآن مجید سے دستیاب کئے جائیں قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی تفسیر آپ ہی کر دیتا ہے۔ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ہود: ۱) پس وہ تفسیر جو دوسری آیات کے معارض اور مخالف ہو وہ یقیناً غلط اور باطل ہوگی ؕ

معیار دوم۔ تفسیر نبوی یعنی وہ تفسیر جو بسند صحیح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو۔
معیار سوم۔ تفسیر صحابہ کرام۔ اگر آثار صحابہؓ سے بطریق جیّد کوئی تفسیر ملے تو وہ بھی قابل

Marfat.com

استنباد ہوگی کیونکہ ان کے نفوس مزکی و مطہر اور بلا واسطہ فیض نبوی سے مستفیض اوران کے قلوب رُوح القدس سے مؤیّد تھے۔ قال اللہ تعالیٰ اُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ۔ (مجادلہ)

معیارِ چہارم۔ وہ حقائق و معارفِ قرآن جو نفوسِ مطہرہ کے قلوب پر تدبّر قرآن کے وقت کھلتے ہیں۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ ؎

معیارِ پنجم۔ وہ تفسیر جو کسی صاحبِ الہام محدّث اور مامور من اللہ کو بذریعہ علم لدنی وحی یا الہام یا مکاشفہ کے بتائی جاوے ؎

معیارِ ششم لغتِ عرب ہے۔ لغاتِ عرب کے تفحّص سے بھی بہت سے اسرارِ مخفیہ و حِکم قرآنیہ منکشف ہوتے ہیں ؎

معیارِ ہفتم۔ لطائف روحانیہ کے معارف و اسرار کی معرفت کے لئے سلسلۂ روحانیات و جسمانیات کے نظم و ارتباط پر غور کرنا اور ان کے باہمی تطابق و تناسب میں تدبّر کرنا۔ قَالَ اللہُ تَعَالیٰ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا (آلِ عمران)

(۵) غیر منتہی علم القرآن میں سے ایک مہتم بالشّان علم علم الربط و المناسبۃ بھی ہے یعنی باہمی آیات اور سُوَر کے درمیان نظم و نسق اور ربط و اتصال کے وجوہ بیان کرنا۔ مگر افسوس کہ اس عزیز علم کی طرف عموماً مفسّرین نے بہت کم توجّہ کی ہے۔ چنانچہ اس کا شکوہ علامہ سیوطیؒ "اتقان" میں یوں کرتے ہیں:-

علم المناسبۃ علم شریف قلّ اعتناء المفسرین بہ لدقتہ و ممن اکثر منہ الامام فخر الدین فقال اکثر لطائف القراٰن مودعۃ فی الترتیبات والروابط۔ (اتقان ص۲ج۲ النوع الثانی والستون فی مناسبۃ الاٰیات والسُّور)

مناسبت کا علم معزز علم ہے جس کی طرف مفسّرین نے بوجہ اس کی دقّت کے کم توجّہ کی ہے اس کی طرف اکثر توجہ کرنے والے امام فخر الدین ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کے اکثر لطائف آیتوں کی ترتیب اور ربط میں پوشیدہ ہیں ؎

Marfat.com

علامہ موصوف ربط و مناسبت آیات کا قاعدہ بھی بعض محققین سے نقل کرتے ہیں جس کا خلاصہ مطلب اگلے نمبر میں آتا ہے ؛

(۲۶) قرآنِ حمید کی ہر سورۃ کسی خاص مسئلہ پر ایک مستقل مضمون ہوا کرتی ہے۔ اور اس کے درمیانی مضامین مسلسل مرتبط اور منتظم ہوا کرتے ہیں جس کا مرکز و محور وہی خاص مسئلہ ہوتا ہے اسی کو اصطلاح میں عمود یا موضوع سورۃ کہتے ہیں ؛

موضوع سورۃ کے معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ابتداء و انتہاء سورۃ پر ایک گہری نظر ڈال لینی چاہیئے۔ اس میں ایک خاص مضمون مشترک سا نظر آتا ہوگا۔ عموماً ابتداء و انتہاء سورۃ میں اس مضمون کی تصریح بھی ہوا کرتی ہے۔ اور درمیانی مضامین اس کے متعلقات ولواحقات میں سے ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً دلائل مدعٰی و شواہد دعوٰی یا تفصیل اجمال یا اجوبۂ شبہات وغیرہ۔ اور بعض اوقات تو عمودِ سورۃ ایسا واضح اور بیّن ہوتا ہے کہ پہلی ہی دفعہ کی سرسری نظر سے ادقع فی الذہن ہو جاتا ہے۔ سورۃ زیر بحث بھی اس کے شواہد کی ایک مثال ہے۔

(۲۷) قبل اس کے کہ مضمون یا موضوع سورۃ بنی اسرائیل پر بحث کی جائے۔ اس سے پہلی سورتوں پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تاکہ تسلسل مضمون اور حسن نظم وارتباط فرقانی بخوبی سمجھ میں آسکے اس لئے بہتر ہے کہ ابتدائے قرآن سے سورۃ نحل تک تمام سورتوں کے مضمون کا خلاصہ تحریر کر دیا جائے ؛ فاقول وباللہ اسئل التوفیق ان یھدینی سبیل الرشاد۔

سب سے پہلی سورۃ فاتحہ ہے جو تمام علوم قرآنیہ کی مفتاح ہے۔ جو مذہب کے تمام اصولِ اساسی پر مشتمل اور ان کے مجموعہ کا خلاصہ ہے۔ جس کا عنوان دربار ربّ العالمین میں بصورت درخواست ہے اور اس میں نوعِ انسانی کے لئے قانونِ ارتقاء کی استدعا ہے۔ جس کا اظہار اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد سورۃ بقرہ سے لے کر تمام قرآن گویا اس دعا کا جواب ہے کہ جس قانونِ ارتقاء کی تمہیں طلب ہے وہ یہ کتاب ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ

سورۃ بقرہ سے سورۃ توبہ تک ہر سورۃ کا خلاصہ مضمون

تبلیغ اور دعوۃ کا صحیح طریق یہ ہے کہ سب سے پہلے تعلیم یافتہ جماعت کو دعوت دی جائے کیونکہ اُن کے دماغ ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔ صحیح قوانین اور مفید تحریکات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

Marfat.com

پھر اس جماعت کو جو دوم درجہ پر ہو۔ علیٰ ہذا القیاس بقیہ جماعات کو۔
پس سب سے پہلی دعوۃ سورۂ بقرہ و اٰل عمران میں اسرائیلی قوم کے دو گروہوں
یہود و نصاریٰ کو دی گئی کیونکہ یہی دونوں جماعتیں مذہبی قوموں میں سب سے اعلیٰ تعلیم یافتہ تھیں

ظاہر ہے واضح ہو کہ بعثت ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل قومی نبوّت کا دور تھا اسوقت ہر قوم میں علیحدہ نبی آیا کرتے اور ہر امت کے لئے الگ شریعت ہوا کرتی تھی۔ مگر جوں جوں ارتقاءِ ذہنیت اقوام ہوتا گیا اور سلسلہ تقارب اقوام بڑھتا گیا توں توں اس قومی نبوّت کا دائرہ محدود ہو کر اس کی بجائے اشاعت و تبلیغ کا دائرہ وسیع ہوتا گیا۔ قرآن حکیم میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قبل نبوّت کے چار دوروں کا تذکرہ ملتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ پہلا دور قومی نبوّت کی ابتداء اور اس کے شیوع کا ہے جس کے فاتح ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں دوسرا دور سلسلہ اشاعت و تبلیغ اور وعظ و تذکیر کے افتتاح کا ہے جن کے فاتح دنیا کے الف دوم میں آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر دنیا کے الف دوم گذرنے پر تیسرا دور ابوالملۃ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت سے شروع ہوتا ہے اس دور میں تاسیس ملّت کی ابتداء ہو کر عالمگیر رسالت کی تحریری ہوتی اور اتحاد و اجتماع اقوام کے لئے ایک مرکز بیت اللہ کی بنیاد پڑتی ہے۔ ان دونوں دوروں میں حکمت الٰہی سے بعثت انبیاء کے لئے ان دونوں نبیوں کی اولاد کو یہ فخر بخشا جاتا ہے چنانچہ سورۂ حدید میں ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔ اس میں حضرت نوح و ابراہیم کے دونوں دوروں کا مشترک ذکر ہے اور خاص دور ابراہیمی کا ذکر سورۂ عنکبوت میں ہے وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ۔ اس میں نبوّت اور الکتاب (نبوّت غیر تشریعی اور تشریعی) کو ذریّت ابراہیمی سے مخصوص بتایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپ کی آل سے چار شاخیں نبوّت کی وارث ہوئیں۔ بنی اسمٰعیل۔ بنی اسرائیل۔ بنی عیسو یا بنی ادوم۔ بنی قطورا۔ بنو قطورا میں سے حضرت شعیب نبی اہل مدین ہیں۔ اور بنو عیسو میں سے حسب ذیل انبیاء مختلف اقوام میں مبعوث ہوئے۔ ادومی قوم میں حضرت ایوب نبی آئے اور پارسی آریہ قوم میں حضرت زرتشت اور ہندی آریہ قوم میں حضرت کرشن و بدھ وغیرہ انبیاء پیدا ہوئے اور چینی قوم میں کنفیوشس نبی آئے (دیکھئے تحفۂ ہند و یورپ مولوی نعمت اللہ صاحب بی۔ اے) خاندان عیسو کا دور نبوّت تقریباً ڈیڑھ ہزار سال رہا۔ اور بنی اسرائیل میں سلسلہ نبوّت دو ہزار سال تک جاری رہا۔ جس کے آخر میں اسرائیلی سلسلہ کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہو کر اسرائیلی قوم سے آسمانی بادشاہت کے چھین جانے کی خبر دیتے ہوئے آئندہ عالمگیر نبوّت کے نئے دور کی بشارت دیتے ہیں۔ یہ چوتھا دور ہے جس میں قومی نبوّت کا خاتمہ ہے۔ اس دور میں عمران کے گھرانے کو تمام قوموں پر برتری دی جاتی ہے۔ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ اس کے بعد دنیا کے الف پنجم میں ایک پانچواں دور شروع ہوتا ہے جو مذہبی دنیا میں ایک نیا دور ہے۔ اس دور میں بنو اسمٰعیل کی قسمت جاگتی ہے جس میں ابوالانبیاء ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتے ہیں اور آپ کے ذریعہ دنیا کی ان تمام اقوام کے لئے جو انعامات الٰہیہ سے محروم ہو چکی تھیں۔ انعامات الٰہیہ کے دروازے

Marfat.com

اور قدیم مذہبی اقوام میں سب سے آخری نمبر اسی اسرائیلی قوم کا تھا جو اپنے دورِ حیات میں فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ کا خطاب رکھتی تھی۔ ان دونوں قوموں کو ان ہر دو سورتوں میں دعوتِ اسلام دیکر ان کی مذہبی اغلاط اور اخلاقی نقائص کی تفصیل سے قلعی کھول گئی لیکن جب انہوں نے باوجود تنبّہ امراض اور تلقینِ معالجات کے ادھر توجہ نہ کی۔ تو واضح ہو چکا کہ ان کے طبائع فسادِ عقائد اور بداخلاقی کے باعث بگڑ چکے۔ ان کا روحانی جوش سرد ہو چکا۔ اور ان کے مذہبی جذبات فنا ہو چکے ہیں لہٰذا یہ قومیں مذہبی پیشوائیت کے منصب پر کھڑے ہونے اور آسمانی بادشاہت کے تختِ خلافت سنبھالنے کے قابل نہیں۔ لہٰذا اب ان کی بجائے ایک دوسری قوم اس میدان میں آنے والی ہے۔ جو تعلیماتِ الٰہیہ کے انوار سے منوّر اور اخلاقِ فاضلہ کی زینت سے مزیّن اور جذباتِ ملّیہ سے لبریز ہو کر دنیا میں اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے نکلنے والی ہے۔ اور یہ قوم امّتِ مسلمہ ہے۔ جس کی بشارت پہلے ہی سے خاتم سلسلۂ اسرائیلی حضرت مسیح علیہ السلام یوں فرما چکے ہیں :-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی" (متی ۲۱ : ۴۳)

پس اب آئندہ چار سورتوں میں اس قوم کے سامنے ایک مکمل نظامِ تبلیغ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ پہلے اپنی اندرونی اور خانگی اصلاح کر کے پھر اس تعلیم و تہذیب کو دنیا میں پھیلائے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں اُن کی معاشرتِ خانگی کی خامیوں اور تمدّنی نقائص کو رفع کر کے ان کے سامنے ایک اعلیٰ نظامِ مدنیّت پیش کیا گیا۔ اور سورۂ مائدہ میں تشریعاتِ مذہب کی تکمیل کر کے تکمیلِ دین کی بشارت دی گئی۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (۳) اور سورۂ انعام و اعراف میں مذہب کے اساسی اصولِ ثلاثہ۔ توحید۔ نبوّت۔ مجازات

از سرِ نو کھول دیئے جاتے ہیں ؎ صد ہزاراں آفریں بر جانِ او :: بر قدوم و دورِ فرزندانِ او۔

تشریح بالا سے واضح ہو گیا کہ بنو اسرائیل کا زمانۂ نبوّت بنو قنطورا اور بنو عیسو کے زمانہ سے زمانہ سے زیادہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس قوم میں انبیاء بھی بہ نسبت دوسری قوموں کے زیادہ آئے اس لئے اس قوم کو بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ تعلیمیافتہ کہنا زیبا ہے۔ اور انکے انقطاعِ نبوّت کا زمانہ بھی اسلام سے قریب ترین ہے اس لئے قرآن مجید سب سے پہلے اس قوم کو دعوت کے لئے چنتا اور نعمتِ الٰہی کی یاددہانی کے لئے اس قوم کا نام لیکر اسے مخصوص طور پر یوں خطاب کرتا ہے۔ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

یعنی سلسلۂ جزا و سزا کے مسئلہ پر ہر پہلو سے روشنی ڈال کر نظام تبلیغ کو مکمل کر دیا گیا ہے۔
اب تبلیغی نظام کے مکمل ہو جانے کے بعد اس قوم کا فرض ہے کہ دنیا میں اس کی اشاعت و تبلیغ کرے۔ لیکن قبل اس کے ضرورت ہے کہ اس قوم (مبلغ قرآن) کو حفاظت خود اختیاری کے لئے چند ایک قواعد حفظ امن کے بھی دے دیئے جائیں۔ تاکہ جو قومیں اس قانون الٰہی کی اشاعت کے وقت مخالفانہ سازشوں اور جارحانہ کارروائیوں کا اقدام کر کے برسر پیکار ہوں اور اس تعلیم وحی کو مٹانا چاہیں۔ مسلم جماعت ان الٰہی قوانین کے مطابق ان کا مقابلہ کرے۔ پس سورۂ انفال میں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

حکمِ جہاد کس اصول پر مبنی ہے؟

قاعدہ ہے کہ جب مسلم اپنے مذہب کے اصول حقہ کی اشاعت و ترویج کرے گا۔ اور مذاہب محرفہ کے نقائص و اغلاط کی قلعی کھول کر ان کی اصل حقیقت کو دنیا کے سامنے بے نقاب کرے گا اور قوموں کی کوتاہیوں کو بیان کر کے ان کو اپنی اصلاح و تربیت کی طرف توجہ دلائے گا۔ تو اس وقت قوم میں دو قسم کے افراد ملیں گے۔ اول تو وہ ہستیاں پاؤ گے جو صحیح الفطرت اور سلیم الطبع ہیں وہ تو اس پکار حق پر لبیک کہتے ہوئے حلقہ بگوش اسلام ہونے لگیں گی۔ دوئم وہ نفوس ہونگے جن کی طبائع فاسد ہونگی اور جن کی روشنی فطرت گم ہو چکی ہو گی وہ مسلم کی اس آوازِ حق کو کبھی بھی ٹھنڈے دل سے نہ سن سکیں گی بلکہ بجائے حقیقت حال پر غور کرنے اور حالت سیئہ کی اصلاح کرنے کے الٹے جذبات نفسانیہ سے لبریز ہو کر اپنے مذہب کی حمایت میں خواہ وہ کیسا ہی بودا اور باطل اصول پر مبنی ہو مسلم جماعت کے مقابلہ پر اتر آئینگی۔ اور نہ فقط اس کے ایذا پہنچانے پر کفایت کرینگی۔ بلکہ ہر قسم کی جارحانہ کارروائیوں کے ذریعہ اشاعت مذہب میں رکاوٹ ڈالنے اور اس کے ملیامیٹ کرنے پر تیار ہو جائینگی اور مسلم کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے ہر ممکن ذرائع کو استعمال میں لاوینگی۔ جیسا کہ واقعات عالم اس پر شاہد ہیں۔ ایسے وقت میں مسلم کا لائحہ عمل اور نظام حیات تین حالتوں سے خالی نہ ہو گا۔
(الف) یا تو یہ کہ دشمنان اسلام کی ظالمانہ کارروائیوں سے مرعوب ہو کر اپنے مقصد حیات (اشاعت مذہب) کو ہاتھ سے چھوڑ دے۔ اور اپنی بزدلی کا ثبوت دیتے ہوئے ذلت و غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے۔

Marfat.com

(ب) اور یا یہ کہ ان کی مفسدانہ شرارتوں اور شیطانی منصوبوں کے مقابل محض تحمّل و صبر سے کام لے اور اصولِ عدمِ تشدّد پر کاربند ہو جائے۔

(ج) یا یہ کہ ایسی جارحانہ کاروائیوں اور فرعونی سرکشیوں کی مدافعت میں بحالتِ مجبوری یہ بھی تلوار نیام سے نکالے۔ اور اپنی فطری شجاعت کا جوہر دکھاتے ہوئے حمایتِ مذہب کا عملی ثبوت دے۔

شقِ اوّل کے متعلق تو کسی صاحبِ عقل کو ہم سے اس امر میں اختلاف نہیں ہوگا کہ یہ نہ فقط فطرتِ انسانی کے مخالف ہے بلکہ نظامِ عالم کا تمام سلسلہ ہی اس کے خلاف نظر آرہا ہے۔ تنازع للبقاء اور بقاء اصلح کا قانون اس اصل کی تغلیط و تردید کا بیّن ثبوت دے رہا ہے۔ البتہ صورت دوم و سوم کے متعلق فتویٰ صادر کرنے میں ذرا توقف اختیار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ان ہردو کے فوائد مثمرہ اس کے متقاضی ہیں کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے مگر دقائق شناس فطرتِ انسانی اور ماہر فلسفہ ارتقاء سے یہی امید ہے کہ وہ ان ہردو صُور کی تطبیق تقسیمِ عمل کے نظام سے کرے گا۔ بایں طور کہ صورتِ دوم کو ابتدائی حالت پر محمول کیا جائے اور سوم کو آخری حالت پر۔ کیونکہ دوسری صورتِ حیاتِ انسانی کے ہردور کے لئے مفید نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تمام عالم طغیان و عدوان کا ظلمت کدہ بن جائے۔ اسی حقیقت کو قرآن حکیم واضح فرماتا ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ○ (البقرہ: ۲۵۱)	اگر اللہ تعالیٰ بعض جماعتوں کے ذریعہ ظالموں کی سرکشی نہ توڑتا رہے تو نظامِ دنیا درہم برہم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نظامِ عالم کو قائم رکھنے والا ہے۔
وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا ط (الحج: ۴۰)	اور اگر شریروں کی مدافعت مجاہدین کے ذریعہ نہ کی جاتی۔ تو شریعت کی تعلیم گاہیں اور معبد منہدم ہو جاتے اور وہ مساجد بھی فنا ہو جاتیں جن میں اللہ کا نام ہر وقت لیا جاتا ہے۔

لہٰذا مجبوراً کہنا پڑے گا کہ جماعتِ حقّہ کی مظلومیّت اور اس کے تحمّل و صبر کی بھی کوئی حدبندی کی جائے جس سے تجاوز کرنے کے بعد انہیں بھی تلوار نیام سے نکالنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ اسی موقعہ کے متعلق ارشاد ہے:-

Marfat.com

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْاؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ﴿الحج : ۳۹﴾	جن لوگوں سے کفار برسرِ پیکار ہیں - ان کو جنگ کی اجازت دیجاتی ہے اسلئے کہ وہ مظلوم ہیں۔ اور یقیناً اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے ؛

اب ایسے وقت میں مسلم کو جن قوانین اور ضوابط کی پابندی کی ضرورت ہے - ان کی تفصیل سورۂ انفال میں ہے پس سورۂ انفال میں تو قوانین[۱] جنگ کا بیان ہے اور

---

[۱] جن کی تعداد ۱۶ ہے - ناظرین کی طمانیت خاطر کیلئے مناسب ہے کہ یہاں اجمالاً ان کا تذکرہ کر دیا جائے چنانچہ ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :-

(۱) جنگ کی غرض حصول دولت و زر نہ ہو بلکہ اشاعت مذہب کے لئے امن اور آزادی دلانا ہو - اختتام جنگ پر جو غنائم و انفال ہاتھ آئیں انھیں اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت قرار دیا جائے - آیت ۱

(۲) مقابلہ کے وقت نہایت ہی استقلال سے ثابت قدم رہنا چاہیئے - آیت ۱۵

(۳) افسر کا حکم غور سے سننا چاہیئے - آیت ۲۰

(۴) افسر کے حکم کی فوراً تعمیل کیجائے - آیت ۲۴

(۵) ہر وقت امانت اور دیانتداری پیش نظر رہے - یہاں تک کہ اوقات جنگ میں بھی کسی قسم کی خیانت سرزد نہ ہو - آیت ۲۷

(۶) حالت جنگ میں تقویٰ کی روح ضائع نہ ہونے پائے - آیت ۲۹

(۷) چونکہ مقصد جنگ انسداد فتنہ ہے اس لئے جب ظلم و فتنہ کا انسداد ہو جائے تو لڑائی سے رک جانا چاہیئے - آیت ۳۹

(۸) تقسیم غنائم کا قانون - آیت ۴۱ (۹) دوران جنگ میں ذکر اللہ کثرت سے ہو - آیت ۴۵

(۱۰) باہمی اتحاد و اتفاق قائم رہے تنازع اور تخالف پیدا نہ ہونے پائے - آیت ۴۶

(۱۱) جنگی معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والوں سے کیا سلوک کیا جائے - آیت ۵۶

(۱۲) قانون اسلحہ مقابلہ کفار کی مدافعت کیلئے ہر ایک قسم کی طاقتوں سے ہر وقت مسلح رہنا چاہیئے آیت ۶۰

(۱۳) اگر دشمن صلح کا خواہاں ہو - تو بیشک صلح کر لینی چاہیئے - آیت ۶۱

(۱۴) حالت جنگ میں فوج کو ابھارنا اور جوش دلانا بھی ضروری ہے - آیت ۶۵

(۱۵) قیدیان جنگ کے متعلق قانون - آیت ۶۷

(۱۶) دشمن کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے - آیت ۷۲ ۔۔۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

سورۂ توبہ کا موضوع قیام امن و انسداد جنگ ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ مذہب سے متحارب اقوام کا زور توڑ دینے کے بعد دنیا میں حقیقی امن کیونکر قائم ہو سکتا ہے اس کے لئے قیام امن کی اعلیٰ سکیم پیش فرمائی گئی ہے جس کے اختیار کرنے سے قومی عداوتوں کی سپرٹ دلوں سے محو ہو کر دنیا دارالسلام اور گہوارۂ امن بن سکتی ہے۔ یہ ہے خلاصہ مدنی سورتوں[1] کا۔ اس کے بعد مکی سورتوں کا دور شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس سے لے کر سورۂ حجر تک ایک ہی قسم کا مسلسل مضمون نظر آتا ہے جیسا کہ ہر سورۃ کا ابتداء اس پر دال ہے کہ ان سورتوں میں آیات کتاب یعنی قانونِ الٰہی کی حقانیت کے دلائل پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

(فائدہ)

حقانیت قرآن حکیم اور اس کے زبردست نظام تنزیل[2] یعنی دنیا کے تمام گوشوں میں بتدریج نافذ ہونے کے مبحث پر سورۃ ذیل میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان کو پہلے مجموعی طور پر غور سے مطالعہ کر لینا چاہیئے:۔

سورۂ یونس[1] سے سورۂ حجر[۶] تک چھ سورتیں اور شعراء[۷]۔ نمل[۸]۔ قصص[۹] لقمان[۱۰]۔ الم سجدہ[۱۱]۔ زمر[۱۲]۔ مومن[۱۳]۔ حم السجدہ[۱۴]۔ شوریٰ[۱۵]۔ زخرف[۱۶]۔ دخان[۱۷]۔ جاثیہ[۱۸]۔ احقاف[۱۹]۔

پہلی دس سورتوں میں آیات قرآن یعنی حقانیت قرآن کے دلائل کو بیان کیا گیا ہے اور بقیہ[۹] میں تنزیل کو۔ اور جیسا کہ حجر کے بعد نحل اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ سے شروع ہوتی ہے۔ اور یہ ذکر ہوتا ہے کہ کفار پر عذاب الٰہی آنے والا ہے۔ ایسا ہی تنزیل کتاب کے مسئلہ کی توضیح سے فارغ ہو کر سورہ احقاف کے بعد سورۂ محمد شروع ہوتی ہے۔ جو ہم رنگ ہے سورۂ نحل کی۔ البتہ فرق ہے تو یہ کہ سورۂ نحل میں نزول عذاب کا وعدہ دیا گیا ہے اور سورۂ

---

[1] یہ تغلیباً کہا گیا ہے اگرچہ سورۂ انعام و اعراف مکی ہیں مگر سلسلہ طولانی میں ہم رنگ سورِ مدنی بھی ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] واضح ہو کہ جس طرح قلب نبوی پر قرآن مجید کا نزول تدریجی ہوا۔ اسی طرح قلوب بنی آدم پر اس کی روحانی تاثیرات کی تجلی بھی تدریجا ہے۔ پس تنزیل کتاب کے روحانی طور پر ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اقوام دنیا کے قلوب میں ایسی استعداد پیدا ہو جس سے وہ قرآنِ حکیم کی تعلیم کو بشرح صدر قبول کر سکیں جس قدر یہ استعداد پیدا ہوتی جائے گی اسی قدر قرآن مجید کا نزول قلوب انسانی پر ہوتا جائے گا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

میں اس کے نزول و وقوع کا طریقہ بتایا جاتا ہے اور ٹھیک یہی تنزیل کتاب کا نتیجہ ہے جیساکہ سورۂ نحل کا مضمون آیات کتاب کے مناسب ہے۔ فتدبر

دعوۃ الی المقصد

چونکہ بقرہ سے توبہ تک ایک مستقل قانون مرتب ہو کر پیش کیا جا چکا ہے جس کی اشاعت و تبلیغ مسلم کے فرائض میں سے ہے اور حفاظت خود اختیاری کے طور پر چند ایک قواعد حفظ امن کے بھی مسلم جماعت کو پیش کئے جا چکے ہیں۔ اور ان کفار اور معاندین حق سے جو معاہدۂ امن و صلح کو توڑ کر فساد و خونریزی پر اتر پڑے ہیں۔ سورۃ توبہ میں براءۃ و بیزاری کا اعلان کر کے انہیں اعلانِ جنگ (الٹی میٹم) بھی دے دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی انہیں اپنے نشیب و فراز کے جانچنے اور اصلاح حال کے لئے کچھ عرصہ کی مہلت دیکر یہ کہدیا گیا۔ کہ اگر اب بھی اس مدت کے اندر سوچ سمجھ کر شرارتوں سے باز آجاؤ گے تو تمہارے لئے بہتری کا موقعہ ہوگا۔ وَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (توبہ: ۳) لہذا اس عرصۂ امہال میں یہی مناسب تھا کہ پھر بھی انہیں اتمام حجت کے لئے اس قانون الٰہی کے کامیابی کے ساتھ نافذ ہو جانے اور اس کی مخالف جماعت کے خائب و خاسر رہنے پر متعدد دلائل مختلف پہلوؤں (تاریخی۔ آفاقی۔ انفسی) سے دیئے جائیں۔ پس آگے اسی مضمون پر کہیں تو اس طور پہ روشنی ڈالی جاوے گی۔ کہ نظام عالم اسی قانونِ الٰہی کا متقاضی ہے کیونکہ یہی قانون اصلح ہے اور نظام عالم بقاء اصلح سے وابستہ ہے۔ چنانچہ سورۂ یونس و ھود کا یہی مضمون ہے اور کہیں اس طور پر دلائل ہوں گے کہ تاریخ گذشتہ اور تجربہ عالم بھی یہی بتاتا ہے کہ اسی قانون اور اس کی پیرو جماعت کو ترقی و فروغ ہو۔ یہ سورۂ یوسف کا مضمون ہے چنانچہ اس میں ایک لطیف پیرایہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی آئندہ ترقی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

اور کہیں حجج و بینات کا طرز بیان یوں ہوگا کہ جیسا مادی حیثیت سے نظام عالم شمسی نظام سے وابستہ ہے۔ ایسا ہی روحانی حیثیت سے عالم کا بقاء شمس روحانی یعنی وحی الٰہی سے ہے۔ اس کی روشنی سے جب تک دنیا منور نہ ہو۔ کارخانۂ عالم چل نہیں سکتا۔ لہذا اس شمس روحانی کا طلوع اس لئے ہوتا ہے کہ دنیا کو جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے

Marfat.com

نکال کر ایمان و اخلاق کی روشنی میں لایا جائے۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
یہ سورۂ ابراہیم کا سیاق مضمون ہے۔ اور کہیں مسلم جماعت شیدائے قانون الٰہی کو
یوں اطمینان دلایا جاتا ہے کہ مخالفین کو تمہارے ہی ہاتھوں عنقریب عذاب چکھایا جانیوالا ہے
لیکن اس کے لئے انہیں کچھ عرصہ کی مہلت دیجئے۔ ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا
وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ اس لئے کہ ہر اس شہر کے لئے جو برباد ہونیوالا ہے
ایک میعاد مقرر ہے۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْیَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ (۱۵ : ۴)
اب مبادا مسلم کو کہیں یہ خوف دامنگیر نہ ہو کہ اس مدت امہال میں شاید مخالفین
طاقت پکڑ کر قرآن حکیم کے مٹانے کے درپے نہ ہو جائیں اسکی تسکین کے لئے آگے قرآن مجید
کی ابدی حفاظت کا وعدہ بایں الفاظ دیا جاتا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝
یعنی ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ اسکی حفاظت کی صورت ایسی اعجازی ہوگی جسکی نظیر
دوسرے کسی مذہب میں نہیں مل سکے گی۔ اس کے اعداء اگر اپنی سیاسی طاقت سے کام
لینا چاہتے ہیں تو انہیں اس طریقہ سے ملیا میٹ کر دیا جائے گا اور اگر وہ اپنے مذہبی پروہتوں
(نجومیوں اور کاہنوں) کی طاقت کے بل بوتے لوگوں پر عقائد باطلہ کا رعب ڈال رہے ہیں تو سنو
کہ اب یہ انتظام ہو چکا ہے کہ ان شیاطینی مسترقات پر آسمانی گولے (حجج و بیّنات قرآنی کے)
برکھا کر اور ان کے اثرات کو بھسم کر دینگے۔ چنانچہ آگے اس کا ذکر اس پیرایہ میں کیا جاتا ہے۔
وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا الیٰ قولہ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ۝ پس یاد رکھو
کہ تحفظ قرآن کے نظام میں کسی مخالف کو مجال دست اندازی نہیں۔ بلکہ یقیناً انہیں مخالفین
پر تباہی آنے والی ہے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۝ (۱۵ : ۸۵)
اگر کسی شخص کو کامیابی کے اسباب ظاہری نظر نہ آنے کی وجہ سے ضیق صدر ہوتا
ہو۔ تو فتح و ظفر کے اسباب روحانیہ کے جلب و جذب کا دستور بھی آگے بتایا جاتا ہے۔
کہ وہ تسبیح و عبادت ہے وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ
الْیَقِیْنُ ۝ (۱۵ : ۹۷-۹۹)
یہ ہے خلاصہ سورۂ حجر کا۔ اب اس کے بعد سورۂ نحل ہے جو گویا گذشتہ
سور مکیہ کا تکملہ اور تتمہ ہے جس میں پھر کفار پر عذاب الٰہی آنے کا اعلان کیا گیا ہے اور

Marfat.com

تصریف الآیات کے طریق پر تذکیر بآلاء اللہ یعنی انعامات الٰہیہ کی یاد سے انقیاد الی اللہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ کیونکہ اب بھی موقع ہے کہ اس عذاب سے بچنے کی تدبیر کرلیں۔ اور وہ یوں ہے کہ مختلف ٹیڑھی راہوں کو چھوڑ کر ایک ہی راہ قصد السبیل (راہ وحی) کو اختیار کرکے اس پر گامزن ہو جائیں۔ جو انہیں سیدھا خدا تک پہنچاتی ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ پھر اس وحی کے نزول کی ضرورت کو مختلف پیرایوں میں تصریف الآیات کے قاعدہ پر بیان کیا گیا ہے۔ اور اس پر مخالفین کی طرف سے جو وساوس و شبہات پیش ہوتے ہیں۔ مثلاً شفاعت الہٰ باطلہ۔ مسئلہ تعدد یہ بعث بعد الموت۔ بشر کا نبی ہونا۔ ان کا قلع قمع کرکے تذکیر بایام اللہ کے طریق پر نزول عذاب کے لئے وقائع تاریخی کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور تذکیر بما بعد الموت کے اصول پر وقائع اخروی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا۔

اس کے بعد تیرھویں رکوع میں کتاب الٰہی کے قوانین اساسی کو بیان فرما کر اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بہترین زندگی اعمال صالحہ سے ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۔ الآیۃ

چودھویں رکوع میں مسلم کی کامیابی کے شاندار اصول ذیل بیان فرمائے گئے۔ ہجرت جہاد۔ صبر۔ آخری رکوع میں ابوالملت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرما کر ملت حنیفی کے اصول کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ پھر دعوت و تبلیغ ملت بیضاء کے اصول پر روشنی ڈال کر مسلم جماعت کی ترقی کا یوں اعلان فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۔ یہ ہے خلاصہ سورۂ نحل کا۔

اب اس کے بعد سورۂ بنی اسرائیل[1] کا نمبر ہے جس میں امت مسلمہ کی ترقی کا دستور پیش کیا گیا ہے اور اسکی ترقی و تنزل کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے مبادا ان کو یہ خیال گذرے کہ ترقی و عروج ان کی ذاتی خصوصیات سے ہے اس لئے شرائط و اصول ترقی بیان فرما کر اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ جب تک ان اصولوں کی پابندی کا

---

[1] روایات میں ہے کہ روزانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کو رات کے وقت تلاوت فرماتے اور اسکے موضوع پر غور فرمایا کرتے تھے چنانچہ احمد و ترمذی و نسائی و حاکم و ابن مردویہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ کل لیلۃ بنی اسرائیل والزمر (در منثور)

Marfat.com

رہے گی۔ ترقی و عروج۔ فتح و ظفر ان کے ساتھ ہے۔ اور جب ان اصول کی اتباع میں فرق آیا۔ تو تنزل و ادبار اور موت و فنا کا آنا بھی لازمی ہے۔ اسی لئے بنی اسرائیل کے دُو دوروں (عروج و تنزّل) کا ذکر کیا گیا۔ خلاصہ یہ کہ موضوع سورۃ اسراء مسئلہ ارتقاء امت مسلمہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر متعدد مضامین کے ذریعہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۸) مضامین سورہ بنی اسرائیل کی تنظیم کے لئے سورۃ کو چھ بابوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

بابِ اوّل۔ نظارۂ ارتقاء۔ یہ مضمون بطور تمہید کے ہے۔ جو رکوع اوّل کے اختتام تک ہے جس میں اسرا یا معراج اور کتابِ موسیٰ (تورات) کے فیوضات کا بنی اسرائیل میں محدود رہنا اور ان کی ترقی و تنزّل کے دُو دوروں کی پیشگوئی۔ اور قرآن حکیم کے فیوض کا عام اور عالمگیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

بابِ دوم۔ شرائط ترقی۔ یہ مضمون دوسرے رکوع سے تیسرے تک ہے۔

بابِ سوم۔ قوانین ترقی۔ ان کا بیان تیسرے اور چوتھے رکوع میں ہے۔

بابِ چہارم۔ اجوبۂ شبہات۔ یہ سلسلہ پانچویں اور چھٹے رکوع تک چلتا ہے۔ اس کے بعد آیت ... تک تتمہ باب ہے جس میں فلسفۂ ارتقاء اور ضرورت قوانین اور مدارج ارتقاءِ انسانی کا بیان ہے۔

بابِ پنجم۔ سیاسی تدابیر اور ان کے جواب۔ یہ مضمون آیت ... سے شروع ہو کر گیارھویں رکوع کے اختتام تک ہے۔

بابِ ششم۔ جو بطور خاتمہ کے ہے۔ یہ سورۃ کا آخری رکوع ہے جس میں حالات امت مسلمہ کا انطباق بنی اسرائیل کے حالات پر کیا گیا ہے یعنی جس طرح ان کو قوانین ترقی دیئے گئے اور ان کے مخالفوں کو تباہ کیا گیا۔ اسی طرح ان کے مخالفین کا بھی وہی حشر ہو گا۔ اسکے بعد مبلّغ کو چند اصول تبلیغ بتائے جاتے ہیں۔ جن کے ماتحت سلسلۂ تبلیغ جاری کیا جائے۔

بابِ اوّل کے ضمن میں مضامین ذیل کی طرف بھی توجّہ دلائی گئی ہے۔

(مضمون اوّل) رفتار ترقی امت مسلمہ یعنی جو جماعت قرآن حکیم کے ذریعہ تیار ہونیوالی ہے اس کی ترقی کیسی اعلیٰ اور اس کی رفتار کتنی سریع ہو گی۔ اس مضمون کو واقعۂ اسراء کے ضمن میں سمجھایا گیا ہے۔ واقعۂ معراج اس برق رفتار ترقی کا نمونہ ہے جس پر امت مسلمہ آیندہ فائز ہونے

Marfat.com

والی ہے ؀

(مضمون دوم) امتِ مسلمہ کی ترقی کا مقابلہ گذشتہ اقوام کی ترقی سے۔ اس مضمون کو وَ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ الآیۃ کے ضمن میں سمجھایا گیا ہے۔ مقابلہ کے لئے گذشتہ اقوام میں سے بنی اسرائیل کو اس لئے خاص کیا گیا کہ ان کو بہ نسبت دیگر اقوام کے تعلیم بھی زیادہ دی گئی تھی۔ اور وقت بھی بہت۔ مگر ان کی منتہائے ترقی کیا ہوئی یہ کہ فقط غلامی سے نکل کر اپنے ملک کو سنبھالا۔ اور وہ بھی مدتوں بعد۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو غلامی سے نکال کر اپنے اصلی وطن اور مذہبی قبلہ (یروشلم) پر قبضہ کرنے کی تعلیم تو دی۔ مگر افسوس کہ انہوں نے اپنی زندگی میں اس فتح مبین کی چاشنی نہ چکھی۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے مخصوص تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی موجودگی میں ہی فتح عظیم کی بشارت پالی۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ اور بالآخر مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخلہ فرما کر اس عظیم الشان پیشگوئی پر مہر تصدیق ثبت فرمادی اور باوجود اس آپ نے ایک بے نظیر جماعت بھی تیار کر دی۔ جنہوں نے نہ فقط اپنے ملک و قبلہ کو سنبھالا۔ بلکہ اسرائیلی ملک اور قبلہ (یروشلم) کو بھی ایسی اعجازی سرعت سے فتح کیا۔ جس کی سرعتِ رفتار کا مقابلہ اگر بنی اسرائیل کی اس مدت سے کیا جائے جو ان کو اس کے فتح کرنے میں لگی تھی۔ تو دسویں حصّے سے بھی کم وقت کا اندازہ پڑتا ہے ؀

پس امت محمدیہ کو باوجودیکہ وقت بھی تھوڑا ملا۔ مگر تعلیم کیسی اصلی پائی اور ترقی کتنی جلدی حاصل کی۔ ناظرین اس موقعہ پر حدیث الاجیر کا بھی مطالعہ کرلیں۔ کہ وہ زیادہ بصیرت کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ

"ابن عمرؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ تمہاری (ترقی کی) مدّت کو گذشتہ اُمتوں کی (ترقی کی) مدت سے ایسی نسبت ہے جیسی عصر سے مغرب تک۔ اور تمہاری اور یہود و نصاریٰ کی حالت مثل اس شخص کے ہے جس نے کسی مزدور کو کام پر لگانا چاہا۔ اور کہا کہ صبح سے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کوئی کام کرے۔ تو یہود نے دوپہر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر کہا کہ دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کوئی کام کرے۔ تو نصاریٰ نے دوپہر سے عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر کہا کہ عصر سے مغرب تک دو دو قیراطوں پر کوئی کام کرے۔ آپ نے فرمایا (اے میری امت) پس

Marfat.com

تم وہی لوگ ہو جو عصر سے مغرب تک دو دو قیراطوں پر کام کرنے والے ہو بشارت ہو تمہارے لئے دگنا اجر ہے۔ اس پر یہود و نصاریٰ رنجیدہ ہو کر کہنے لگے ہم نے کام بہت کیا اور ہمیں مزدوری تھوڑی ملی جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کیا میں نے تمہاری مزدوری سے کچھ گھٹایا؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو میں چاہتا ہوں دیتا ہوں۔"
(بخاری کتاب الانبیاء باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

باب اوّل

نظارۂ ارتقاء

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام (بیت اللہ) سے اس مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک سیر کرائی جس کے گرد ہم نے برکات نازل کی ہیں۔ تاکہ ہم اسے اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں۔ بیشک وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورۃ کا نزول ایسے وقت میں ہوا جبکہ مومنوں پر سخت مصائب و تکالیف کی گھٹا اندھیری رات کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ کلمۂ توحید کی منادی تو کجا، عبادتِ الٰہی کی علانیہ بجا آوری تک مشکل تھی۔ اگر کسی کے کان میں قرآن پڑھنے کی آواز پہنچ جاتی۔ تو کفار اُسے اس قدر مارتے کہ بیہوش کر دیتے۔ دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو سخت سے سخت ایذائیں پہنچائی جاتیں کبھی انہیں گرم ریت پر لٹا کر ان کی چھاتی پر پتھر رکھ دیا جاتا کبھی انکی مشکیں باندھ کر کوڑوں سے پیٹا جاتا۔ بعضوں کے گلے میں رسی باندھ کر لونڈوں کے سپرد کیا جاتا جنہیں وہ مکہ کی گلی کوچوں میں لئے پھرتے اور لوگ انہیں دھتکارتے اور مارتے پیٹتے۔ بعضوں کو اس قدر مارتے کہ انہیں مار مار کر اندھا کر دیتے۔ اور بعضوں کو چٹائیوں میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے۔ اور کبھی انکا سانس بند

بچھا کر انھیں ان پر چت لٹا کر اوپر سے چھاتی پر آدمی بٹھا دیا جاتا تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں یہاں تک کہ کمر کی تمام کھال اور گوشت جل کر کباب ہو جاتا۔ اور بعض کو گائے اور اونٹ کے کچے چمڑے میں لپیٹ کر بند کر دیتے۔ یہاں تک کہ ان کی روح پرواز کر جاتی۔ اور بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی آگ پر ڈال دیتے۔ بعض شقی و بدبخت دشمن تو اس قدر بے حیائی سے کام لیتے کہ طبقۂ اناث کی بلبلانِ توحید، پیکرانِ عصمت کو ننگا اور بے پردہ کر کے نیزوں کا نشانہ بناتے۔ آہ کس قدر شقاوت کی داستانیں ہیں۔ جن کے تصور سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سختیاں عام مومنوں سے تو تھیں ہی۔ مگر سید الکونین فخر الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی کچھ کم گستاخیاں نہیں کی جاتی تھیں جب کبھی آپ نماز پڑھ رہے ہوتے تو دشمن آپ کے گلے میں چادر ڈال کر اس قدر بھینچتے کہ آپ کا دم گھٹنے لگتا۔ کبھی آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے۔ کبھی آپ پر پتھر پھینکتے۔ یہاں تک کہ آپ کی پنڈلیاں اور پاؤں زخمی ہو جاتے۔ کبھی آپ سجدے میں ہوتے تو خبیث نزیں لوگ اٹھ کر آپ کی گردن پر اونٹ کی اوجھڑی رکھ دیتے۔

ان وحشی درندوں کی اس قدر شقاوتوں کے باوجود بھی جب آوازِ توحید انھیں دبتی نظر نہیں آتی تو پھر اب دوسری بار متفقہ طور پر مخالفت پر کمر باندھتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خانہ کعبہ کے اندر آنے سے روک دیتے ہیں۔ شہر کے لڑکوں اور اوباشوں کو متعین کر دیتے ہیں کہ جہاں کہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں میں سے کسی کو دیکھیں۔ تو تالیاں بجائیں۔ گالیاں دیں۔ راستوں اور گلی کوچوں میں چلنے پھرنے سے باز رکھیں۔ باہر سے آنے والے مسافروں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ ملنے دیں۔ اور جس طرح موقعہ ملے ستائیں۔ چنانچہ بڑے اہتمام سے پھر ایذا رسانیوں کے نئے طریق اور جدید ہتھیار استعمال ہونے لگتے ہیں۔ یہاں تک کہ اب مسلمانوں کی رہائش مکہ کی ارضِ حرم میں محال ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انھیں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرماتے ہیں کچھ مسلمان حبشہ پہنچ کر امن و اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ لیکن ان کفار خون کے پیاسوں کو یہ بات بھی ناگوار گذرتی ہے وہاں پہنچ کر شاہِ حبشہ سے ان مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جس میں انھیں ناکامی

Marfat.com

ہوتی ہے۔ واپس آکر پھر مزید کارروائیاں مسلمانوں کی سختی اور ایذا رسانی کے متعلق شروع کر دیتے ہیں۔

چنانچہ عمائدین قریش مجلس مشاورت منعقد کر کے مسلمانوں کو مزید بے بس کرنے کے لئے آخری تجویز یہ قرار دیتے ہیں کہ ان سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ کوئی چیز ان کے ہاتھ فروخت نہ کی جائے۔ اور نہ کھانے پینے کی چیز ان کے پاس پہنچنے دی جائے۔ اس مقاطعہ کے متعلق عہد نامہ لکھکر یا سوائے بنی ہاشم و بنی مطلب کے تمام رؤسائے قریش اس پر دستخط کر کے اسے خانہ کعبہ میں لٹکا دیتے ہیں۔ جس پر مسلمان مجبور ہو کر شعب ابی طالب میں محصورانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ بھوک و پیاس کے مارے مسلمانوں کے بچے تڑپتے ہیں۔ فاقہ زدہ والدین آنسو بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ دردبھرے سینوں سے گلے لگاتے ہیں۔ مگر بے کس ہیں بے بس ہیں۔ مجبور ہیں۔ کچھ کر نہیں سکتے۔ سینے میں درد رکھتے ہیں مگر تحمل شدائد میں کوہ پیکر ہیں۔ زبان پر اُف تک نہیں لاتے۔ ایمان کے پتلے۔ صبر کے مجسمے ہیں۔ یہ مصائب و آلام کی گھڑیاں ان کی قوت ایمانیہ کے امتحان کا وقت تھیں۔ اس وقت ان کی طاقت صبر و شکیبائی کا گویا وزن کیا جا رہا تھا۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۱)

جب وہ اس آزمائش میں پورے اترتے ہیں۔ اور مصائب و مہالک میں انتہائی صبر دکھاتے ہیں۔ تو عین ان مہالک و شدائد کی گھٹا ٹوپ اندھیری رات[عــه] میں انہیں کامیابی کی راہ دکھانے کے لئے عالم غیب سے پردہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور ان کے فوز و فلاح اور عروج و اقبال کے آئندہ دور کا منظر کشفی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا جاتا ہے۔ یہ نظارہ ارتقاء آپ کا معراج ہے۔ جو آپ کے عروج و کمال کا مشاہدہ ہے نظاہر بین۔ اسباب پرست ہستیاں اس کی تصدیق و تسلیم سے اس وقت انکار کر دیتی ہیں کیونکہ انہیں ظاہری حالات کے رو سے آپ کی ترقی کے اسباب نامساعد نظر آتے ہیں۔ لہذا ان کوتاہ نظروں کے شبہ کے دفعیہ کے لئے ابتدائے سورۃ میں کلمہ تنزیہ (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ) ذکر فرما کر اس طرف توجہ دلائی

[عــه] رات کے وقت معراج ہونے میں روحانی طور پر اسی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ (مؤلف)

Marfat.com

جاتی ہے۔ کہ قدرت و کمالاتِ الٰہیہ کے وزن و اندازہ کو اپنی عقل کی ترازو سے تولا جائے۔ اور اپنے علم و قدرت پر علم و قدرتِ خداوندی کا قیاس نہ کیا جائے ۞

اس جگہ تسبیح سے مقصود ایک تو اس استبعاد کا رفع کرنا ہے جو واقعۂ اسراء کے متعلق پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ بغیر توسط اسباب مادیہ کے کس طرح اتنی مسافت کو تھوڑے سے عرصہ میں طے کر لیا گیا۔ جس کا جواب تسبیح کے ذریعہ گویا یوں ملتا ہے۔ کہ وہ ذات قدوس اپنی قدرت کے کرشمے دکھلانے میں اسباب مادیہ و طبیعیہ کی محتاج نہیں اس کی قدرت کاملہ کا دائرہ فقط عالم مادی کے نظام ظاہری ہی میں محدود نہیں ہے بلکہ اس کے حکم تکوینی اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ کے ماتحت سلسلہ اسباب مادیہ کے علاوہ ایک اور سلسلہ اسباب روحانیہ کا بھی ہے جس پر ظاہر بینوں کی نگاہ نہیں پڑ سکتی۔ واقعہ اسراء بھی اسی سلسلہ اسباب کی ایک کڑی ہے۔

اسی طرح اس تسبیح سے اس اشتباہ کا رفع بھی مقصود ہے جو پرستارانِ اسباب مادیہ کو پیش آسکتا ہے۔ وہ یہ کہ امتِ مسلمہ جس کو ترقی کے وعدے دیئے جاتے ہیں، کس طرح معراجِ ترقی پر پہنچ سکتی ہے؟ جو بظاہر بے سروسامان اور فاقد اسباب ترقی ہے۔ تقریر جواب یہ کہ وہ ذات جس نے خارق عادت طریق پر ایک بندے کو اپنی قدرت کے کرشمے دکھائے۔ کیا وہ ایک قوم کو نہیں دکھا سکتا۔ بلکہ حقائق شناس اور نکتہ رس طبائع کو اسی واقعہ معراج میں امتِ مسلمہ کے معراج پر ایک زبردست شہادت ملتی ہے۔ کیونکہ نبی شجرِ امت کے لئے بمنزلہ بیج کے ہوتا ہے جس طرح بیج کے خواص و آثار برگ و بار میں نفوذ کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی کے فیوض و کمالات اس کی امت میں حسب استعداد سرایت کرتے ہیں ۞

(اسراء اور معراج کے دو عنوانوں میں دو پیشگوئیاں مضمر ہیں)

تذکرۂ معراج کے ضمن میں یہاں اسراء کا لفظ اور دوسری جگہ اشارۃً اور احادیث میں صراحۃً معراج کا لفظ آیا ہے۔ جب ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں ان دو عنوانوں کے ماتحت دو پیشگوئیاں مضمر نظر آتی ہیں۔ فرقانِ حمید کا قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں اس میں اسراء باللیل کا ذکر آتا ہے۔ وہاں اس سے مراد ہجرت ہوتی ہے

ملاحظہ ہوں مواضعات ذیل۔ ھود آیت ۸۱۔ حجر ۶۵۔ طٰہٰ ۷۷۔ شعراء ۵۲
دخان ۲۳۔

پس اس اصول کے مطابق یہاں آسْرَی بِعَبْدِہٖ کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہی ہجرت آپ کے آیندہ دور عروج واقبال کے لئے شاندار معراج ہوگی۔ اور عنوان معراج کے ضمن میں خدائے ذوالمعارج کی تجلیات جلالیہ کا اشارہ ملتا ہے جس سے کفار معاندین حق پر عذاب الٰہی کی پیشگوئی مفہوم ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ معارج میں کفار کے نزول عذاب کے استفسار پر جو جواب دیا جاتا ہے۔ اس میں اگر غور کرو تو یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۔ اس میں سائل عذاب کو جواب دیا جاتا ہے کہ اس عذاب کا آنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالٰے کی صفت ذی المعارج کی اقتضاء ہے۔ کہ اس کے حضور قدسی جماعتوں کا عروج وارتقاء ہو۔ اور ان کے مقابل ان طاغوتی اور دجالی طاقتوں کو مٹا یا جائے۔ جو ان کے میدان ارتقاء میں سدّ راہ ہیں۔ آگے اس عذاب کے نزول کا نشان یہ بتایا جاتا ہے کہ اس وقت ملائکہ اور رُوح خدا کی طرف عروج کر جائیں گے۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ ۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔ خدا کی طرف جانے اور عروج کرنے کا مطلب بھی محاورہ فرقانی کی رُو سے ہجرت ہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ ۔ پس رُوح سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُراد ہیں۔ جیسا کہ صحف اُولیٰ میں بھی اس عنوان سے آپ کی آمد کی خبر دی گئی ہے (دیکھو صحیفہ یسعیاہ و یوحنا) اس بناء پر اہل کتاب نے آپ سے سوال کیا تھا جس کا ذکر يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۔ میں ہے۔ اور ملائکہ سے مراد صحابہ کی قدوسی جماعت ہے۔ جس کا ذکر حضرت موسٰی اور سلیمان علیہما السلام بھی اپنے اوقات میں کر گئے۔ اور یہ موعود عذاب ہجرت کے بعد جلد ہی نمودار ہوا۔ جیسا کہ روایات میں ہے کہ سائل عذاب جو نضر بن حارث بن کلدۃ تھا۔ اور بروایت دیگر عقبہ بن ابی معیط اور بروایت آخر ابوجہل تھا یہ تینوں اشخاص بدر میں مقتول ہو کر گرفتار عذاب الٰہی

ہوئے۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر و دُرِّ منثور وغیرہ) اس موعود عذاب کے زمانہ نزول کی خبر آگے ان لفظوں میں دی جاتی ہے۔ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ۔ ہمارا اس پر بھی ایمان ہے کہ اس پیشگوئی کا حقیقی ظہور عالم آخرت میں ہوگا۔ مگر باوجود این اس پیشگوئی کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جو اس دُنیا سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ دن عالم دنیا کے الف پنجم کا وہ قرن ہے جو یوم محمدی کہلاتا ہے۔ اور اس سے اشارہ یوم بدر کی طرف ہے جس کو دوسری جگہ یوم الفرقان کہا گیا ہے یہ یوم الفرقان سنِ نبوت کے چودھویں سال میں ہے جس میں اسلام (جو ابتداءً مکہ سے ہلال کی صورت میں نمودار ہوا تھا) بدر کامل کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور چونکہ عالم رُوحانی کا تناسب عالم ظاہر سے تضاعف بعشر امثال ہے چنانچہ عالم شہود کی پانچ نمازیں رُوحانی عالم میں پچاس ہیں۔ اور ایک نیکی اللہ کے نزدیک دس کا درجہ رکھتی ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔ لہٰذا آخرت کے يَوْمٍ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کی بنیاد یہی الف خامس ہے۔ جس میں حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ سُنئے اور غور سے سُنئے۔ اور حقائق عالم آخرت پر غور کیجئے۔ عالم آخرت عالم دنیا سے بالکل علیحدہ اور بے تعلق نہیں۔ بلکہ ان کا آپس میں گہرا ربط ہے جس سے ایک کا اثر دوسرے پر اور ایک کی صورت دوسرے کے رنگ میں عیاں ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو حقائق آخرت کی تکوین اور ان کی ابتدائی تخم ریزی اسی دار دنیا میں ہے۔ الدنیا مزرعة الآخرة۔ اور دوسری طرف وقائع اُخروی کے نمونے اور اُن کے اظلال و آثار بھی دنیا میں موجود ہیں۔ جن سے اصحاب بصیرت ایمان بالغیب سے ایمان شہودی کا پیوند لگاتے ہیں۔ پس اصول بالا کو پیشِ نظر رکھ کر نظرِ بصیرت سے دیکھو تو آپکو الف پنجم کے دور میں حقیقۃً یوم خمسین الف سنة۔ کی بنیاد نظر آئے گی جس میں بعثت حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا میں قیامت کبریٰ قائم ہوئی۔ اور اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا۔ کی تجلّی سے عالمگیر نفخ صور ہوکر يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا کی پیشگوئی کا ظہور ہوا۔ جس کی تذکیر سورہ نصر میں ان الفاظ میں کرائی جاتی ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝

Marfat.com

نظارۂ معراج میں دو مسجدوں کی تخصیص کی حکمت

جس زمانہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوتا ہے اس وقت تو فقط ایک ہی قوم - قوم عرب آپ کے مد مقابل تھی جس کا قبلہ مسجد الحرام تھا - مگر چونکہ بعد از ہجرت یہی مخالفت ایک دوسرے رنگ میں نمودار ہونے والی تھی اور اس وقت اس قوم کے علاوہ دوسری وہ قومیں بھی مقابلہ میں آنے والی تھیں - جن کا قبلہ یروشلم - بیت المقدس المسجد الاقصیٰ تھا - اس لئے نظارۂ معراج میں ان ہر دو قبلوں میں آپ کا قدم مبارک دکھلا کر اس طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ ان دونوں قبلوں پر آپ کا فاتحانہ قبضہ ہوگا - اور ان قبلوں کو ماننے والی قومیں بالآخر لوائے اسلام کے نیچے داخل ہونگی - نظارۂ معراج میں آپ کا پہلا قدم مسجد حرام میں دکھایا جاتا ہے جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخالفین کی سیاسی چالیں آپ کے مقابل پر بالکل ناکام رہ جائینگی - اور بالآخر آپ پہلے اسی قبلہ کے فاتح بن کر دوسرے قبلہ کی طرف عنان توجہ پھیریں گے ؎

(۲۰۸۳۷)

قرآن حکیم میں جہاں کہیں مسجد حرام کا ذکر آیا ہے وہاں کفار کی رکاوٹوں کا ذکر بھی ساتھ ہی آیا ہے - اور مسجد کے ساتھ لفظ حرام لانے میں ایک یہ بشارت ہے کہ یہ مسجد چونکہ مرکزی قبلہ اور محترم مکان ہے اس لئے جلد ہی مخالفین کے قبضہ سے نکل کر متقین کے زیر حفاظت آنے والا ہے - اور اس میں یہ پیشگوئی بھی ہے کہ آئندہ اس پر مخالفین اسلام کبھی قابض نہیں ہونگے اس کے قبضہ و تصرف سے انہیں ہمیشہ کے لئے حرمان ہے یشیر الیہ الحرام ۔

ف۱ سورۃ مرسلات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں دجالی پھر ایک دفعہ ارض حرم میں اپنا اثر اور رسوخ جمانے کی کوشش کریگا جبکہ دجالی تہذیب کی سحر آفرینیوں سے لوگ مسحور ہو کر اسے اپنا رہی ہوں گی - یہاں تک کہ اس وقت عربی ممالک بھی اس دجالی اثر و نفوذ سے محفوظ نہیں رہیں گے - چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی - پچھلی عالمگیر جنگ میں آخر انگریزوں نے عربوں کو اکسایا اور ترکی حکومت سے بغاوت پر آمادہ کر کے انہیں محاذ جنگ پر لا کھڑا کیا - مگر جیسا کہ یہاں پیشگوئی فرمائی گئی تھی کہ دجال کے حملے سے حرمین محفوظ رہیں گے - سو الحمد للہ ایسا ہی ہوا ۔

ملائکہ قدسی کے غیر مرئی ہاتھوں نے اس کے منہ پر وہ طمانچے لگائے جس سے آخر اس کا رخ پھر گیا ۔ دجالی ملمع سازیاں سحر آفرینیاں اور پولیٹیکل منصوبہ بازیاں دھری کی دھری رہ گئیں - سیاسی حالات نے پلٹا کھایا

Marfat.com

دوسرا قدم آپ کا مسجد اقصیٰ میں دکھایا جاتا ہے جس میں آپ تمام انبیاء کی امامت و قیادت فرماتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کا نظارہ ہے جس میں آپ کا دین تمام ادیان پر غالب آئے گا جس کی پیشگوئی لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ میں ہے۔

واضح ہو کہ عالم کشف و رؤیا میں مسجد اور صلوٰۃ سے مراد دین اور مذہب بھی ہوتا ہے پس آپ کو ان دو مسجدوں میں لے جانا دین کے دو دوروں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک دور تو وہ تھا جبکہ کفار دین اسلام کے مٹانے کے لئے تلواروں کے ساتھ کھڑے ہوگئے اس دور کے متعلق آپ کو مسجد حرام کا نظارہ بایں ہیئت کرایا جاتا ہے کہ آپ براق پر سوار ہیں۔ اس میں اشارہ ہے کہ آپ مخالفین پر غالب اور مظفر و منصور ہوں گے۔ اور مخالفین کی سیاسی چالیں اور ان کی لڑائیاں اور تلواروں کی برق و لمعان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سواری کا کام دیں گی اور دوسرا دور وہ ہے جبکہ آپ کے دین کا لگایا ہوا پودا جو ابتداءً كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ تھا منتہائے کمال کو پہنچ کر اطراف و اکناف عالم میں اپنی شاخیں پھیلاتے ہوئے جویان حق طبائع کو اپنے روحانی میوے کھلائے گا اور معاندین حق کو لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کا نظارہ کرائے گا۔ يُشِيْرُ اِلَيْهِ الْمَسْجِدُ الْاَقْصٰى۔ سورۃ ابراہیم میں آپ کے کامل دین کو پاک درخت سے تشبیہ دے کر اس کے ان دو دوروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ۔ پہلا دور جس میں شجرِ ملت کی تخم ریزی ہو کر اس کی جڑ کو مضبوط اور راسخ اور مخالفین کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ کیا گیا۔ دوسرا دور وہ ہے جس میں وہ شجرہ طیبہ اس نقطۂ ارتقاء پر پہنچے گا کہ اس کی چوٹی اقصی الغایات والسماء تک پہنچ کر لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا نظارہ کرائے گا۔ اس دوسرے دور کے متعلق اگر آپ قرآن مجید میں غور کریں تو پتہ مل جاتا ہے کہ اس کا زمانہ چودھویں صدی

ابھی کچھ دور انقلابات کے اور مقدر ہیں جن کے درمیان کچھ وقفہ ہے ان انقلابات کے محرکات اور دجالی اقوام کی سیاسی تحریکوں کی ایک لمبی زنجیر ہے جس کی بیشمار کڑیاں ہیں مختلف سورتوں میں انکے متعلق باریک رموز و اشارات ہیں۔ چنانچہ ایک کڑیوں کا تذکرہ اسی سورۃ میں بھی پایا جاتا ہے فلیتدبر المتدبرون۔ اور اس کی بعض کڑیوں کا بیان سورۃ بقرہ کی آیت ۹۶ میں بھی ہے۔ اس کے لئے خاکسار کا رسالہ مضامین لطیفہ دیکھئے۔ جو چھپ چکا ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

ہے چنانچہ سورۂ ابراھیم کا چودھویں نمبر پر ہونا ایک اتفاقی امر نہیں بلکہ یہ قرآن مجید کے کِتَابٌ مُّبِیْنٌ اور تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہونے کی ایک معجزانہ شہادت ہے۔ جو اصحاب بصیرت کے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا ؁

(نوعیتِ معراج)

نوعیتِ اسراء یا معراج کے بارہ میں جو امت کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ دراصل اختلاف مذہب نہیں بلکہ اختلاف رائے ہے۔ جو سلف کے اختلاف آراء پر مبنی ہے چنانچہ دورِ صحابہ میں بھی ہمیں اس کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں۔ بعض صحابہ معراج جسمانی بحالت بیداری کے قائل ہیں چنانچہ قاضی عیاض کتاب الشفا میں اس مسلک کو صحابہ[1] ذیل کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ و جابر بن عبداللہؓ۔ انس بن مالکؓ حذیفہ بن الیمانؓ۔ عمر بن الخطابؓ۔ ابوہریرہؓ۔ مالک بن صعصعہؓ۔ ابو حبۃ البدریؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور بعض صحابہ معراج روحانی بحالت خواب کے قائل ہیں۔ اور یہ مسلک حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ اور حذیفہ اور حسنؓ کا ہے۔ چنانچہ ابن جریر اپنی تفسیر میں حضرت حذیفہ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ

عن حذیفۃ انہ قال کل ذٰلک رؤیا وانہ ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانما اسری بروحہ۔	یہ سب کچھ خواب تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم غائب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ یہ روحانی سیر تھی۔

اور سیرۃ ابن ہشام میں ہے :-

قال ابن اسحٰق وحدثنی بعض اٰل ابی بکرؓ ان عائشۃؓ کانت تقول	حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بحالت معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں

---

[1] اس مسلک کو تمام صحابہ مندرجہ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ انس بن مالک اور مالک بن صعصعہ سے جو روایت صحیحین میں ہے اس میں لفظ نائم اور بین النائم و الیقظان کا ہے۔ اور حذیفہ رضؓ سے ابن جریر میں تصریح ہے کہ وہ روحانی معراج کے قائل ہیں۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

ما فقد جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم
ولكن الله اسرى بروحه قال ابن
اسحٰق وحدثني يعقوب بن عتبة
بن المغيرة بن الاخنس ان معاوية
بن سفيان كان اذا سئل عن مسرى
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كانت
رؤيا من الله صادقة فلم ينكر ذلك
من قولهما لقول الحسن ان هذه الاية
نزلت في ذلك قول الله عزّ وجل
وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ
اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ ويقول الله عزّ
وجل في الخبر عن ابراهيم عليه السلام
اذ قال لابنه يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى
فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ
ثم مضى على ذلك فعرفت ان الوحي
من الله يأتي الانبياء ايقاظا ونياما
قال ابن اسحٰق وكان رسول الله صلى الله
عليه وسلم فيما بلغني يقول تنام عيناي
وقلبي يقظان فالله اعلم اي ذلك
كان قد جاءه وعاين فيه ما عاين من امر
الله على اي حالة كان نائما او يقظان كل ذلك
حق وصدق - (سيرة ابن هشام ص۲۶۵ و ص۲۶۶)

ہوا تھا بلکہ آپ کا یہ معراج روحانی تھا حضرت
معاویہؓ سے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
کے معراج کی بابت سوال ہوتا تو فرماتے کہ وہ
اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایک سچا خواب
تھا۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ ان دونوں حضرات
کے قول کا کسی نے انکار نہیں کیا۔ کیونکہ حضرت
حسنؓ کا قول ہے کہ اسی معراج کے بارہ میں یہ آیت
نازل ہوئی۔ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ
اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔ اور دوسری وجہ یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
خواب ذکر فرمایا۔ جبکہ وہ اپنے بیٹے کو یوں کہہ
رہے تھے کہ میں نے تجھے نیند میں ذبح کرتے پایا۔
پھر اس خواب پر حضرت ابراہیم نے عمل کیا۔
اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے
انبیاء علیہم السلام پر خواب اور بیداری دونوں
حالتوں میں وحی آتی ہے اور نیز آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری
آنکھیں نیند میں ہوتی ہیں اور دل جاگتا ہے۔
پس اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ
وحی (معراج) کس حالت میں ہوئی۔ اور آپ کا دیکھنا
بحالت خواب تھا یا بیداری کا۔ خواہ جو کچھ ہو۔
سب حق اور سچ ہے ؛

یہ اختلاف دراصل الفاظ احادیث کے اختلاف پر متفرع ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں لفظ نائم اور بعض میں بین النائم والیقظان اور بعض میں مضطجعا وارد ہے۔ یہ تمام روایات بخاری میں ہیں۔ دور صحابہ میں تو فقط یہ دو

Marfat.com

قول ملتے ہیں۔ مگر زمانہ بعد میں ایک اور قول بھی پایا جاتا ہے۔ کہ کچھ حصہ معراج کا منامی حالت میں واقع ہوا۔ اور بقیہ بیداری میں۔ چنانچہ علامہ ابن حجرؒ عسقلانی اسی کو مرجح قرار دیتے ہیں۔ یہ ایک جدید رائے ہے جو غالباً تطبیق روایات اور رفع اختلاف کے لئے قائم کی گئی ہے۔ مگر در اصل یہ جولانی طبع کا نتیجہ ہے۔ دور صحابہ میں سے اس رائے کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ اہل تحقیق کا جو اس بارہ میں مسلک ہے وہ اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس مسلک پر نہ کوئی روایات کا اختلاف نظر آتا ہے نہ تطبیق دی جائے اور نہ تعارض کی تضییق۔ تاکہ بعض کو بعض پر ترجیح دینی پڑے۔ چنانچہ ان کی تحقیق یہ ہے کہ بروز واقعات کے دو عالم ہیں۔ ایک عالم الشہادۃ یا عالم مادیات جس کا مشاہدہ ہم حواس حیوانی سے کرتے ہیں۔ اور اس کے مشاہدہ میں ہر شخص مساوی درجہ رکھتا ہے خواہ مومن ہو یا کافر متقی ہو یا فاجر۔ دوم عالم الغیب یا عالم روحانیات جس کے مشاہدہ کے لئے قوائے ملکیہ کی ضرورت ہے۔ اور حسب استعداد قوت ملکی نظارہ مختلف طور پر ہوتا ہے چنانچہ جس نوع سے یہ نظارہ ہوتا ہے۔ اس کا نام کشف یا رؤیا الملکوت ہے۔ اور یہ کشف اگرچہ حالت بیداری میں ہوتا ہے۔ اس لئے ان واقعات کو جن کا نظارہ اس ذریعہ سے کرایا جاتا ہے۔ واقعات بیداری کہنا صحیح اور مطابق واقعہ ہے مگر چونکہ یہ حالت مشابہ حالت منامی ہوتی ہے اس لئے ان واقعات کو واقعات منامی[1] کہنا بھی غلط نہیں اور اگر حقیقت حال کی صحیح تعبیر کریں تو حالت بین النائم والیقظان کہنا بھی زیبا ہے۔ واقعہ معراج اسی عالم کے وقائع میں سے ہے۔ اسی لئے نوعیت معراج کے بارہ میں جو اختلاف الفاظ بظاہر نظر آتا ہے حقیقت میں وہ کوئی اختلاف نہیں بلکہ اسی ایک ہی حقیقت کی تعبیر کے مختلف پیرائے ہیں۔ (شش)

عباراتنا شتّٰی وحسنک واحد ۔۔۔ وکلٌّ الی ذاک الجمال یشیر

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہؒ تاویل الاحادیث ص۵ میں فرماتے ہیں:-

واعلم ان الاحوال الطارئۃ علی نفوس الکمّل والواقعات المنتظمۃ فی المثال تکمیلاً لھم فان حکمھا حکم المنام۔ انتہیٰ۔

واضح ہو کہ کامل نفوس پر جو احوال طاری ہوتے ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے انہیں جو واقعات منتظمہ عالم مثال دکھائے جاتے ہیں ان کا حکم نیند کا سا حکم ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

یہ ہے حقیقت سلف کے اختلاف کی۔ مگر افسوس کہ بدقسمتی سے آجکل اسے اختلاف مذہب سمجھا جاتا ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ اپنے خلاف رائے رکھنے والے کو تفسیق کا مستحق قرار دیا جاتا اور طعن و تشنیع کا مورد ٹھہرا کر اس سے حسد و بغض رکھنا جزو ایمان سمجھا جاتا ہے اور یہی تنزل یافتہ اقوام کا شعار ہے۔ جب کسی قوم پر ذلت و ادبار کی گھٹا چھا جاتی ہے تو بجائے اتحاد و اتفاق کے جو روح رواں قومیت ہے نفاق و شقاق۔ اور بجائے اجتماع و ائتلاف کے تشتت و انتشار اور بجائے محبت و ایثار کے بغض و حسد طبائع میں بھر جاتا ہے۔ ان کے دماغ ایسے کند اور عقول ایسے بلید ہو جاتے ہیں۔ کہ ظن و تخمین اور علم و یقین میں امتیاز نہیں کر سکتے۔ فروع اجتہادی اور مذہب کے اصول اساسی میں انہیں فرق معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اپنے مزعوم و موہوم آراء کے مقابل شرائع کی قطعی بنیاد (یعنی باہمی اتحاد اور حسن اخلاق) کو اکھیڑ دیا جاتا ہے اور ملت حقہ کے غیر محدود مصادیق اور جوامع الکلم کی وسیع تعبیرات کو عقول انسانی کے محدود دائرہ میں بند کر دیا جاتا ہے۔ حقیقت مذہب اور رائے میں فرق نہیں سمجھا جاتا۔ آہ ملت اسلامی کو اس کج فہمی نے کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔

یاد رہے کہ مذہب کا موضوع اخلاق انسانی کی تکمیل اور ارتقاء فطرت کے لئے شرائع و ضوابط کا انضباط۔ اجتماع و ائتلاف اقوام کا شیرازہ۔ تنظیم مختلف اقسام انسانی کو اپنے درجات و حدود میں جولانی دلانا ہے۔ حقائق الاشیاء کا بحث یا مضامین فلسفیانہ اس کے موضوع سے خارج ہیں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ان مضامین عالیہ کو جوامع الکلم کے ایسے پیرایہ میں ذکر کیا جائے۔ کہ جس طرح اعلیٰ سے اعلیٰ دماغ ان کے معارف و حقائق کی چاشنی سے مستفید ہوں۔ اسی طرح ایک معمولی عقل کا انسان بھی اس سے محروم نہ رہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ طبائع بشریہ کے مدارج افہام یکساں نہیں۔ بلکہ اختلاف مذہب سے کہیں بڑھ کر ان کا اختلاف افہام ہے۔ پس ملت و مذہب کے حقائق و معارف میں جو کہیں اختلاف امت نظر آئے گا۔ وہ در حقیقت یہی اختلاف طبائع اور تنوع آراء ہے نہ کہ اختلاف مذہب لیکن جب بدقسمتی سے دنیا پر ایسا دور آتا ہے کہ آراء انسانیہ کو مذہبی معتقدات میں جگہ دی جاتی ہے۔ اور دماغی اختراعات اور آسمانی تعلیمات میں اس قدر اختلاط ہو جاتا ہے کہ ان کی تجزی و تحلیل کے لئے احبار امت کے دماغ بھی کام نہیں دیتے

Marfat.com

سکتے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا دائمی قانون ہے کہ اپنے کسی خاص بندے میں آسمانی رُوح پھونک کر اسے خلعتِ مجددیت عطا فرماتا ہے۔ پس وہ مامور مبعُوث ہو کر رُوح القدس کی تائید سے مذہب کو ان آراء فاسدہ سے پاک و صاف کر کے اسے خالص و مصفّا بنا دیتا ہے۔ اس کا فیصلہ معتقداتِ مذہبیہ میں ناطق فیصلہ کہلاتا ہے۔ کیونکہ وہ دربارِ الٰہی سے حکم عدل ہوتا ہے۔ بنابریں موجودہ عہد میں بھی اللہ تعالےٰ نے حسبِ سنّتِ قدیمہ امامِ وقت۔ مجدّد و مہدی حکم عدل حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو قادیان میں مبعُوث فرمایا۔ آپ نے جس طرح دوسرے مذہبی اختلافات میں فیصلہ فرمایا۔ اسی طرح مسئلہ زیرِ بحث (اختلاف دربارہ نوعیتِ معراج) میں بھی آسمانی فیصلہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج جس جسم کے ساتھ ہُوا وہ آسمانی جسم تھا وہ معراج قابلِ تعریف نہیں جو عام مانتے ہیں۔ چونکہ ہر ایک شخص اپنی حد تک بات کرتا ہے۔ بچہ اسی حد تک ہی کہتا ہے جو کھیل تک محدود ہو۔ کم علم اپنی حد تک اسی طرح یہ لوگ چونکہ اس حقیقت سے محض ناآشنا اور ناواقف تھے انہوں نے یہاں تک ہی اس راز کو سمجھا۔ لیکن خدا تعالےٰ نے مجھ پر اسکی حقیقت کھول دی ہے اور عوام اس سے محض ناواقف ہیں۔ اس لئے اعتراض کرتے ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ یہ ایسا کشفی رنگ تھا۔ کہ اس کو ہرگز خواب نہیں کہہ سکتے۔ یہ سچی بیداری تھی جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہُوا اور یہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ جبتک کامل درجہ کا تقدس اور تطہر نہ ہو"۔ (الحکم ۱۷/۵ اگست ۱۹۰۵ء)

(بنی اسرائیل کا دستورِ ارتقاء اور اس سے انحراف کا نتیجہ)

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ	اور ہم نے موسٰی کو کتاب دی اور اس کو
هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا	بنی اسرائیل کے لئے ہدایت نامہ ٹھیرایا (جس میں
تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ؕ	یہ حکم دیا تھا کہ) میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا
ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ	(اس لئے کہ تم) ان لوگوں کی اولاد ہو جن کو ہم نے نوح کے

Marfat.com

إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝
وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ
فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ
مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا
بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا
أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا
خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا
مَّفْعُولًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ
عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَ
بَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝
إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ
وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ
وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ
وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا
دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا
مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۝ عَسَىٰ رَبُّكُمْ
أَن يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا

ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا۔ بیشک وہ شکرگزار بندہ تھا۝
اور ہم نے بنی اسرائیل کی طرف کتاب میں
یہ وحی بھیجی کہ تم دو دفعہ زمین میں فساد
ڈالو گے۔ اور بڑی سرکشی کرو گے۝
پس جب ان دو (مرتبوں) میں سے پہلے
فساد کا وقت آیا تو ہم نے تم پر ایسے بندوں کو
کھڑا کر دیا۔ جو بڑے سخت گیر تھے۔ وہ تمہارے
شہروں کے اندر گھس گئے۔ اور خدا کا وعدہ
پورا ہوا۝ پھر ہم نے تمہارے دن پھیرے
اور تم کو مال اور اولاد سے مدد دی
اور تمہاری تعداد بہت بڑھا دی۝ (مگر ساتھ ہی یہ
بھی کہدیا کہ) اگر تم نے اچھے کام کئے تو اپنے ہی لئے
اور اگر برے کام کئے تو اپنے لئے۔ پھر جب دوسرے
فساد کا وقت آیا (تو پھر ہم نے دوسرے بندوں کو
کھڑا کر دیا) تاکہ تمہارے چہروں کو بگاڑیں اور یہ بھی مسجد میں
اسی طرح گھس جائیں جس طرح پہلی دفعہ دشمن گھسے تھے اور جس
وہ قابو پائیں اسے توڑ پھوڑ ڈالیں۝ (اور یہ بھی
اُن سے کہدیا گیا تھا کہ اگر تم توبہ کرلو گے تو) عنقریب تمہارا

Marfat.com

وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝ | پروردگار تم پر رحم کرے گا اور اگر تم پھر ویسا ہی شرارت پر اتر آئے تو ہم بھی لوٹینگے اور ہم نے جہنم کو کافروں کا قید خانہ بنا یا ہے ۝

فِی الْکِتٰبِ: کتاب سے مراد تورات ہے چنانچہ کتاب[1] استثناء باب ۳۱-۳۰ میں یوں ملتا ہے

"تب خداوند نے موسیٰ کو فرمایا دیکھ تو اپنے باپ دادوں کے ساتھ سو رہے گا اور اس قوم کے لوگ اٹھیں گے۔ اور اس سرزمین پر جہاں یہ بسنے جاتے ہیں اس کے اجنبی معبودوں کی پیروی کرنے سے زناکار ہو جائیں گے۔ اور مجھ کو چھوڑ دیں گے اور اس عہد کو جو میں نے ان کے ساتھ باندھا ہے۔ توڑیں گے اور اسی دن میرا قہر ان پر بھڑکے گا۔ اور میں انھیں چھوڑ دوں گا۔ اور میں ان سے اپنا منہ چھپاؤنگا اور وہ نگلے جائیں گے۔ اور بہت سی مصیبتیں اور آفتیں ان پر پڑینگی" (۳۱: ۱۶ و ۱۷)

"اور یوں ہوگا کہ جب یہ سب کچھ تجھ پر گزرے گا تب خداوند تیرا خدا تیری اسیری کو بدلے گا اور تجھ پر رحم کرے گا۔ اور پھر کے تجھ کو ان سب گروہوں میں سے جن میں خداوند تیرے خدا نے تجھے تتر بتر کیا تھا۔ جمع کرے گا۔ اور خداوند تیرا خدا تجھ کو اس زمین میں جس پر تیرے باپ دادے قابض ہوئے لائے گا اور تو اس کا مالک ہوگا۔ اور وہ تجھ سے نیکی کرے گا۔ اور تیرے باپ دادوں سے زیادہ تجھ کو بڑھائے گا" (۳۰: ۳ و ۵)

ان آیات میں بنی اسرائیل کی پہلی تباہی اور ان کے دور تنزل کا ذکر ہے۔ اس کے بعد دور ترقی کا بیان۔ لیکن اس دور ترقی کے بعد پھر ان کی دوسری تباہی کا ذکر موجودہ توراۃ میں نہیں پایا جاتا۔ جو غالباً دست برد انسانی کا نتیجہ ہے۔ مگر سیاق کلام کا تقاضا ہے کہ اس کے بعد ان کو دوسری تباہی کی بھی ضرور خبر دی گئی تھی۔ چنانچہ ہمارے پاس اس کی قوی دلیل موجود ہے اور وہ یہ کہ اس کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے مختلف فرقوں کو جمع کر کے وعظ فرماتے ہیں۔ تو اس کے اثناء میں انھیں یہ پیغام الٰہی بھی سناتے ہیں۔

---

[1] اس کے علاوہ اس حکم کی تذکیر متعدد صحف انبیاء میں بھی ملتی ہے چنانچہ کتاب یسعیاہ۔ یرمیاہ۔ حزقی ایل۔ ہوسیع۔ یوایل۔ عاموس۔ میکاہ۔ حبقوق وغیرہ صحف میں بھی یہ مضمون بکثرت پایا جاتا ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

"اے گروہو اس کی[1] قوم کے ساتھ خوشی سے گاؤ۔ اس لئے کہ وہ اپنے بندوں کے خون کا بدلہ اور اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا۔ اور اپنی سرزمین پر اور اپنی قوم پر رحم کرے گا۔" (استثناء ۳۲: ۴۳)

ان فقروں میں یہ امر قابل غور ہے کہ یہ انتقام لینا اور اپنی قوم پر رحم کرنا کس کی معرفت ہوگا۔ سیاق کلام صاف بتا رہا ہے کہ یہ اس ذات گرامی کے ذریعہ ہوگا۔ جو فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہو کر دہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت لائے گا۔ چنانچہ چند فقروں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی شخص کا یوں پتہ دیتے ہیں:۔

"اور اس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران[2] ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" استثناء (۳۳: ۲)

اس وحی سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کے دو دور فساد ہوں گے۔ ایک تو حضرت موسیٰ کے زمانہ کے بعد۔ دوسرا جبل شعیر کے مطلع سے طلوع ہونے والے (حضرت مسیح) کے بعد۔ اس کے بعد ایک نیا دور ترقی شروع ہوگا۔ جبکہ فاران کے پہاڑ سے دشمنانِ خدا سے انتقام لینے والا۔ اور اقوام عالم پر رحمت کرنے والا مبعوث ہوگا ٹھیک اسی کی تصدیق قرآن حکیم نے بھی فرمادی کہ بنی اسرائیل کے دوسرے دور فساد کے بعد پھر رحمۃ للعالمین کا دور آئے گا۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ اگر انتقام کا زمانہ تباہی اوّل کے بعد قرار دیا جاوے۔ تو کیا کوئی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے اوّل دور فساد کے بعد انہی میں سے کوئی شخص ایسا اٹھا جس نے دشمنانِ خدا سے وہ انتقام لیا ہو جس کو اصطلاحِ وحی میں انتقام کہا جا سکتا ہے یعنی دشمنانِ خدا کی سیاسی و جباری قوتیں مٹا کر انہیں قانونِ الٰہی کا مسخر کر دیا ہو۔ اور اپنے نظام اصلح سے سرزمین یروشلم کو مہد امن بنا دیا ہو۔ ہاں اس انتقام کے لئے وہ ذات مثیل موسیٰ مخصوص ہوئی جس کے اوّلین زمانِ بعثت میں یوں اعلان کیا گیا۔

---

[1] قرآن حکیم میں اس قوم کو حزب اللہ کہا گیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ [2] فاران مکہ کے پہاڑ کا نام ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ — ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہ ہے
کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔ (المزمل) — جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا۔

جس طرح حضرت موسیٰؑ کی بعثت سے عدو اللہ فرعون سے انتقام لیا گیا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (اعراف آیت ۱۳۶) اسی طرح آپؐ کی بعثت کے ذریعہ دشمنان خداوند سے انتقام لینے کا بول اعلان کیا گیا۔ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (السجدہ ۲۲) چنانچہ بعض اعداء سے تو آپؐ کی موجودگی میں انتقام لیا گیا۔ اور بعض سے آپؐ کی رحلت کے بعد جس کا پہلوں وعدہ فرمایا گیا تھا۔ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِکَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ۙ اَوْ نُرِیَنَّکَ الَّذِیْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَیْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝ (الزخرف آیت ۴۱)

پھر آپؐ کے بعد جب آپ کی اُمّت (ملقب بحزب اللہ) اپنے وطنوں کو خیرباد کہہ کے تبلیغ دین اور اشاعت ملت کے لئے دُنیا میں نکلی۔ تو جن قوموں نے اُن کی راہ اشاعت میں رُکاوٹ ڈالی۔ ان سے اس آتشین شریعت کے ذریعہ ایسا انتقام لیا۔ کہ پھر انہیں کبھی بھی سر اُٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ اسی اُمّت نے ارض یروشلم کو نہ فقط حملہ آوروں سے بچایا۔ بلکہ اس سرزمین مقدس کو ہمیشہ کے لئے گلزار امن و راحت بنا دیا۔ چنانچہ اس دعویٰ پر ہمارے پاس چند ایک اور بھی شواہد بائبل مقدس کے موجود ہیں:۔

(شاہد اوّل)

حضرت یسعیاہ علیہ السلام الہام الٰہی سُناتے ہیں۔

"دیکھو میں نئے آسمان[1] اور نئی زمین کو پیدا کرتا ہوں اور جو آگے تھے ان کا پھر ذکر نہ ہوگا۔ اور وہ خاطر میں پھر نہ آویں گے۔ بلکہ تم میری اس نئی خلقت[2] سے ابدی

---

[1] اس نئے آسمان اور نئی زمین کا ذکر مکاشفہ یوحنا میں بھی ملتا ہے دیکھو مکاشفہ ۲۱: ۱ تا ۶) جس سے معلوم ہوا کہ اس بشارت کا مصداق حضرت مسیح کے زمانہ تک بلکہ آپ کے حواریوں کے عہد تک بھی واقع نہیں ہوا پس لا محالہ یہ بشارت زمانہ مابعد کے نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جو خطبہ فرماتے ہیں اس میں اس نئے عالم کے آغاز کا ذکر ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض۔ (بخاری) ۱۲ مؤلف

[2] یہ نئی خلقت اُمّت مسلمہ ہے جس کی طرز قومیت خلقت دنیا سے نرالی ہے اقوام دنیا کی بنیاد تو رشتہ عصبیت پر ہے

خوشی اور شادمانی کرو۔ کیونکہ دیکھو میں یروشلم کو خوشی اور اس کے لوگوں کو خورمی بناؤنگا اور میں یروشلم سے خوش ہوں گا۔ اور اپنے لوگوں سے مسرور۔ اس میں رونے کی صدا پھر کبھی نہ سُنی جائے گی۔ اور نہ نالہ کرنے کی آواز۔" (کتاب یسعیاہ۔ ۶۵: ۱۷ تا ۲۰)

تاریخ شاہد ہے کہ قبل از تشریف آوری حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم یروشلم کو کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے خدام میں سے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ نے یروشلم میں داخل ہو کر اسے ہمیشہ کے لئے امن کا پیغام دے دیا۔ اور یروشلم کو حقیقی معنی میں یروشلم (مدینۃ السلام) بنا کر حضرت مسیحؑ کی اس پیشگوئی کو پورا کیا جس کا ذکر انجیل لوقا میں یُوں ہے:۔

"جب تک غیر قوموں کی میعاد پوری نہ ہو۔ یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہیگی" (۲۱: ۲۴)

غیر قوموں سے مراد یہاں قوم عرب (بنی قیدار) ہے جو بنی اسرائیل کے حریف ہونے کے باعث غیر کہلائی جاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک بنی قیدار کا دورِ تنزل ختم ہو کر اس کی ترقی کا زمانہ شروع نہ ہو۔ اور یہاں تک کہ وہ یروشلم میں فاتحانہ قدم نہ رکھیں۔ یروشلم غیر قوموں (بابلی۔ مصری۔ آشوری وغیرہ اقوام) کے مظالم سے نجات نہیں پا سکتی چنانچہ ہمارے اس قول کی تصدیق یسعیاہ نبی کے الہام سے ہوتی ہے۔ جو عرب کی بابت ان پر نازل ہوا۔

"خداوند نے مجھ کو یُوں فرمایا۔ ہنوز ٹھیک ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی" (کتاب یسعیاہ۔ ۲۱: ۱۶)

ایک برس سے مراد الہامی کلام میں ایک ہزار برس ہوا کرتا ہے جس طرح ایک دن کا

ضمیمہ صفحہ ۴۳:

یا حدود وطنیت پر۔ یہانتک کہ سابقہ مذہبی قوموں کو بھی اسی رنگ میں رنگین پاتے ہیں امت موسوی فقط وہی قوم کہلائی جاسکتی ہے جو اسرائیلی رشتہ نسلی سے نسبت رکھتی ہو حضرت مسیح بھی فقط انہی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اپنے دامن میں چھپاتے ہیں۔ جو حضرت یعقوب کی نسبت نسبی کا تعلق اپنے اندر باقی ہیں بخلاف اسکے امت اسلامیہ ہی ایک ایسی قوم ہے جس کی قومیت کو نہ تو عصبیت کے تار و پود جکڑ سکتے ہیں اور نہ وطنیت کی جغرافیائی حدود۔ بلکہ اس کی قومیت کا دامن اتنا وسیع ہے۔ کہ مشرق و مغرب اور شمال و جنوب کی تمام نسل انسانی کو محیط ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اطلاق ہزار سال پر ہوتا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (الحج)
اور حضرت یسعیاہ کے زمانہ سے قبل از اسلام عہد جاہلیت کا ایک ہزار سال کا عرصہ بنتا ہے
جو ٹھیک عرب کی تاریکی و تنزلی کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد اس قوم کا دور ترقی اس وقت
سے شروع ہوتا ہے۔ جبکہ اسی قوم میں سے جناب فخرِ عالم سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم
مبعوث ہوتے ہیں۔ اور آپؐ کی بدولت نیرّ اسلام مطلع عرب سے طلوع کر کے تمام عالم
پر ضیا پاشی کرنے لگتا ہے۔ اور سب سے پہلے اس مردہ اور وحشی قوم عرب کو زندہ کر کے
اس میں ایک نئی رُوح پھونک دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قوم اپنے مختصر آشیانہ حجاز سے
نکل کر فتح و ظفر کا پہلا قدم اس مرکز اسرائیلی (بیت المقدس) میں رکھتی ہے جس کے متعلق
کتب سابقہ میں پیشگوئی کی گئی تھی۔

(شاہد دوم)

دوسری پیشگوئی اس قبضۂ یروشلم کے متعلق وہ ہے۔ جو حضرت حزقی ایل کی کتاب
میں ہے:۔

"اور جبکہ وہ جس کا حق ہے آئے گا میں وہ اُسے دوں گا۔ (حزقی ایل ۲۱ : ۲۷)

یہ پیشگوئی قابل غور ہے۔ اس میں قبضۂ یروشلم کو مسلمانوں کا حق بتایا گیا ہے۔ اور
ٹھیک یہی مقتضائے قیاس ہے کیونکہ یروشلم ایک مذہبی مقام ہے اسکی محافظ و قابض
وہی جماعت ہوسکتی ہے۔ جو پوری طرح اس کا مذہبی احترام قائم رکھ سکے۔ اور تاریخ شاہد ہے
کہ اس غرض کی تکمیل نہ قوم یہود کرسکی۔ اور نہ قوم نصاریٰ (غیر اقوام کا تو کیا پوچھنا ہے)
حالانکہ انہی دونوں قوموں کا یہ مذہبی قبلہ اور محترم مقام تھا۔ ہر ایک قوم نے اپنے دورِ
عروج میں بے دینی و الحاد کے علاوہ جو وحشیانہ جرائم اور سفاکانہ اعمال کا ارتکاب کیا
تاریخ اس کے ذکر سے پُر ہے۔ اسی یروشلم میں یہود نے متعدد انبیاء کو قتل کیا۔ پرستارانِ
حق کو اس خطۂ پاک سے جلاوطن کر کے اسے ملجا و ماویٰ فسّاق و فجّار بنایا۔ اس کے
بعد جب قوم عیسوی کا دور آتا ہے تو وہ اس کی حفاظت و احترام مذہبی کا یہاں تک ثبوت
دیتی ہے۔ کہ تیسری صدی عیسوی میں جبکہ عیسائیت گوشۂ عزلت و رہبانیت سے نکل کر
تختِ حکومت پر قدم رکھتی ہے۔ قسطنطین اوّل بیت المقدس پر قابض ہو کر تمام

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے بیان کے مطابق یہ شہر تین مرتبہ مکمل طور پہ برباد کیا جا چکا ہے اس شہر پر

Marfat.com

نشاناتِ سابقہ کو آگ سے تباہ کر دیتا ہے۔ اور ہیکل سلیمان کی جگہ کو شہر کے سنڈاس کی جگہ بنا کر صرف بیت اللحم کی تعظیم کو کافی قرار دیتا ہے اور قوم یہود کو پکڑ پکڑ کے پانو چیرا

چھ مذہبی دور گذر چکے ہیں۔ یہ سرزمین مختلف تہذیبوں کی آماجگاہ رہی ہے۔ سب سے پہلے آل سام یہاں ۲۵۰۰ء قبل مسیح میں آباد ہوئی۔ ۲۰۰۰ء ق م میں یہاں شالیم بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس کے دور میں حالات کا اندازہ ان تختیوں سے ہوتا ہے جو مصر کے مقام تل العمرانہ پہ کھدائی کے دوران نکلیں۔ ان تختیوں پہ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اسرائیلیوں نے حملہ کیا تو بادشاہ نے مصریوں سے امداد طلب کی تھی۔ اس دور میں یہاں یبوسی آباد تھے اور پانچسو سال سے ان کا قلعہ موجود تھا۔ جسے ۱۴۵۱ء ق م میں حضرت یوشع نے فتح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد یہودا اور شمعون نے ۱۴۲۰ء ق م اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ زبردست لڑائی کے بعد اسے فتح کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔ ۱۰۴۸ء ق م تا ۱۰۴۹ء ق م میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس پہ حملہ کر کے فتح کر لیا۔ اور اپنا دارالخلافہ بنایا۔ اسے وسعت دی اور ہیکل کے لئے جگہ منتخب کی۔ ۱۰۱۵ء ق م میں ان کے انتقال پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ۱۰۱۲ء ق م میں ہیکل کا سنگ بنیاد رکھ کر اس کی تعمیر شروع کرائی۔ ۱۰۰۴ء ق م میں ہیکل کی عمارت تیار ہوئی۔ ۹۷۵ء ق م میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد شیشاک مصری نے اس پہ چڑھائی کر کے اسے برباد کر ڈالا۔ اسرائیل کے دسوں قبیلوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ ۸۲۶ء ق م میں اسرائیلیوں نے پھر اس پہ قبضہ کر لیا۔ ۶۰۹ء ق م میں فرعون نکوہ نے اسے پھر اسرائیلیوں سے چھین لیا۔ ۵۹۹ء ق م سے ۵۸۸ء ق م تک بادشاہ بخت نصر نے اس پہ حملہ کیا۔ آخری مرتبہ پورے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور تمام مال و خزانہ اور متبرک اشیاء سمیٹ کر بابل لے گیا۔ اور ہیکل سلیمان کو منہدم کر کے برابر کر دیا۔ پھر ۵۳۹ء ق م میں اسے واپس لینے کی جدوجہد شروع کر دی گئی۔ اس مہم میں کامیابی کے بعد یہودی ۵۳۶ء ق م میں پھر یہاں واپس آنے لگے اور ۵۳۵ء ق م سے ۵۱۵ء ق م تک ہیکل دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ ۳۳۲ء ق م میں سکندر اعظم نے جنگ کئے بغیر اس شہر پہ قبضہ کر لیا۔ ۳۲۰ء ق م میں بطلیموس اول نے اس پہ حملہ کر کے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ ۳۰۱ء ق م سے ۲۰۰ء ق م تک یہ شہر مصریوں کے زیر حکومت رہا۔ ۲۰۰ء ق م میں انٹیاکس نے اس شہر کو تباہ کیا۔ ۱۷۰ء ق م میں ایپیفینس مصری نے چڑھائی کر کے شہر کو فتح کیا۔ ۱۶۳ء ق م میں اندرونی جھگڑوں کی بدولت رومیوں نے مداخلت کی۔ پومپائی نے شہر کو فتح کیا۔ اور تمام شہر کو ہیکل کے مقدس قربان گاہ سمیت کھنڈر بنا دیا۔ ۵۴ء ق م میں کراسس نے ہیکل کو پھر برباد کیا۔ ۳۸ء ق م میں جولیس سیزر دفتی پاتر کو گورنر

لہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت گاہ ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

عیسائی بنا تا یا تہ تیغ کر دیتا ہے۔ مگر بر خلاف اس کے جب مسلمانوں کا دور آتا ہے تو وہ کس طرح اس خطۂ مقدس میں نظام اصلح قائم کر کے اس کی عزت و احترام کا اعلیٰ ثبوت دیتے ہیں۔ وہ قوم یہود جس کو عیسائی حکومت کے عہد میں جائے پناہ نہیں ملتی تھی۔ اور وہ قوم نصاریٰ

مقرر کیا۔ گورنری پر فائز ہونے والوں نے رفتہ رفتہ خود مختاری حاصل کر لی اور آگے چل کر ہیرودیس گورنر یہاں کا بادشاہ بن گیا۔ سنہ ۴ ق م میں ہیرودیس کا انتقال ہو گیا اور اس کا بیٹا جانشین ہو گیا مگر رومیوں کی بالادستی قائم رہی۔ رومیوں کے دورِ اقتدار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے آپ بارہ سال کی عمر میں بیت المقدس تشریف لاتے پھر سنہ ۲۹ء میں آپ نے پانچ مرتبہ یہاں کا دورہ کیا۔ ۱۴ اپریل سنہ ۳۰ء میں آپ کو صلیب پر چڑھانے کا واقعہ پیش آیا۔ رومیوں نے اس شہر پر بارہ حملے کئے سنہ ۶۶ء اور سنہ ۷۰ء کے درمیان ہیکل کی عمارت دو مرتبہ بنائی اور گرائی گئی۔ آخری مرتبہ ہیکل کی جگہ ہل چلوا کر تمام نشان مٹا دیئے گئے۔ سنہ ۱۳۱ء میں رومیوں نے اس شہر کو پھر آباد کیا۔ ہیکل کی جگہ مشتری کا معبد تعمیر کیا۔ سنہ ۳۲۶ء میں قسطنطین نے یہاں عیسائی حکومت قائم کی معبد مذکور کی جگہ کلیسائے قبور اور عبادتگاہ تعمیر کرائی اور ہزاروں عیسائی عبادت کے لئے آنے لگے۔ جن کے لئے مسافر خانے تعمیر کرائے گئے سنہ ۶۱۴ء میں خسرو ثانی شاہ ایران نے طویل محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ ایک روایت کے مطابق اس کی فوج نے بیس ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کیا اور یہودیوں پر ظلم کا بدلہ چکایا۔ کلیسائے مزار مقدس اور دوسرے کلیسا برباد کر دیئے۔ ان کے خزانوں پر قبضہ کر لیا۔ ۱۴ سال بعد روم کے شاہ ہرقل نے عیسائیوں کی شکست کا بدلہ لینے کے لئے حملہ کیا۔ خسرو شاہ ایران کی فوجوں کو شکست دی۔ اور یہودیوں کی مخالفت اور بد اعمالیوں کے باعث بیت المقدس میں رہنے کی ممانعت کر دی۔ سنہ ۶۳۷ء میں یہ شہر عیسائیوں نے مسلمان فوج کے حوالہ کر دیا۔ اور خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شہر کی کنجیاں پیش کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں میں آزادی سے عبادت کی اجازت دی۔ اسلامی فوج نے کسی مقدس عبادت کو نقصان نہیں پہنچایا۔ بڑے گرجا گھر میں بڑے پادری سے حضرت عمرؓ گفتگو میں مصروف تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ انہوں نے گرجا گھر کے باہر نماز ادا کی۔ بعد میں اس جگہ مسجد بنائی گئی جو مسجد عمرؓ کے نام سے آج تک موجود ہے۔ مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں عبدالملک نے سنہ ۶۸۵ء میں مسجد اقصیٰ کی تعمیر شروع کرائی بعض عیسائی مورخین نے جو لکھا ہے کہ جس جگہ مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئی اس جگہ پہلے کلیسا تھا جس کو مسلمانوں نے مسجد میں تبدیل کر دیا یہ بالکل غلط ہے

Marfat.com

جس کو یہود کے دستِ تسلط نے اپنے زمانۂ اقبال میں حق زندگی سے محروم کر رکھا تھا۔ دونوں قومیں نہایت ہی آزادی اور امن سے مسلمانوں کے عہد میں زندگی بسر کرتی اور فرائض مذہبی بجا لاتی ہیں۔ اور نہ فقط اس قدر بلکہ اس خطۂ مقدس کی عظمت و

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۹

حقیقت یہ ہے کہ جب مسلمان بیت المقدس میں داخل ہوئے تو یہ جگہ کوڑے کرکٹ کا ایک ڈھیر تھی اور رومیوں نے اپنے دورِ اقتدار میں یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ اس جگہ کوئی معبد وغیرہ نہ بننے پائے پھر وہ گرجا کس زمانے میں تعمیر ہوا جس کو مسلمانوں نے مسجد میں تبدیل کر لیا۔ پس یہ صراسر بہتان ہے جو مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی کے لئے گھڑا گیا ہے) اس وقت سے لیکر ۱۰۹۹ء تک یہ شہر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ اس سال عیسائیوں نے اس پر قبضہ کر کے مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا۔ اور مسجد اقصیٰ کو گرجا گھر بنا لیا اور اس پر صلیب لگا دی۔ پھر ۱۱۸۷ء میں صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کو شکست دے کر یہ شہر فتح کر لیا اور تمام شہریوں کو امان دی۔ عیسائی مصنفین اور مؤرخین بھی اس امر کے معترف ہیں کہ مسلمان افواج نے کوئی لوٹ مار نہیں کی۔ ۱۲۲۹ء میں عیسائیوں نے پھر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ اور ۱۲۴۳ء میں مسلمانوں نے ان سے پھر چھین لیا۔ اس کے بعد یہ شہر برابر مسلمانوں کے قبضہ میں رہا۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۹۱۷ء میں ۸ اور ۹ دسمبر کی شب کو ترکوں نے بیت المقدس خالی کیا اور ۱۰ دسمبر کی صبح کو انگریزی فوجیں داخل ہوئیں۔ انگریزی اقتدار کا ابتدائی دور مئی ۱۹۴۸ء کو ختم ہو گیا۔ اس عرصہ میں انگریزوں نے یہودیوں کی ساز باز کر کے لاکھوں یہودیوں کو فلسطین کی زمین پر زبردستی لا کر آباد کیا اور عربوں کو ان کے آبائی وطن سے بے دخل کر دیا۔ جب یہودی طاقت پکڑ گئے تو انگریزوں نے فلسطین کا مسئلہ اقوام متحدہ میں پیش کر دیا۔ جس نے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ دیا۔ جسے عربوں نے نہیں مانا۔ انگریزی فوج مئی ۱۹۴۸ء میں فلسطین سے نکل گئی۔ اسی دن یہودیوں نے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ امریکہ، روس اور برطانیہ نے فوراً تسلیم کر لیا۔ اسی طرح یہ سرزمین انبیاء مسلمانوں کا قبلۂ اول اور عالم اسلام کا یہ مقدس شہر یہودی غاصبوں کے قبضہ میں گیا جو اب زبان حال سے مسلمانوں کو پکار رہا ہے۔ اگر مسلمان اپنی غفلتوں کو چھوڑ کر اور اپنے خالق و مالک کے سچے اور وفادار عبادت گذار بندے بن جائیں تو ضرور ایک دن غالب آئیں گے۔ انہی کے متعلق الٰہی وعدے ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پیشگوئیاں ہیں۔ کہ مسلمان ایک وقت

Marfat.com

احترام کو ان کے ہاں ایسا درجہ دیا جاتا ہے کہ اسے جزو مذہب اور شعار اسلام قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید اس کے تقدس کا اظہار یوں فرماتا ہے۔ اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِيْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ۔ یعنی یہ وہ مقدس جگہ پرستش گاہ خدائے قدوس ہے جو کہ اپنے ملک یروشلم کے برکات مادی اور روحانی کا مرکز و محور ہے۔ اسی بناء پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسے عرصہ تک قبلۂ صلوٰۃ قرار دیتے رہے۔ لیکن جب اُن وجوہ و حِکَم کی بناء پر جو تکمیلِ دین سے وابستہ تھے وُہ قبلہ منسوخ ہو کر اس کی بجائے البیت العتیق قبلہ ٹھہرتا ہے۔ تو پھر شاید کسی کو یہ شبہ گذرے کہ اس کی برکات و فضائل بھی بالکلیہ منسوخ ہو چکیں۔ اس کا دفعیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یُوں فرماتے ہیں:۔

یہود کو نکالیں گے۔ اس پیشگوئی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ

"یہ سارا انتظام جو کہ یو۔ این۔ او کی مدد سے قائم کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالے مسلمانوں کو توفیق دیگا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں اور پھر اس جگہ پر لا کر مسلمانوں کو بسائیں دیکھو حدیثوں میں بھی پیشگوئی آتی ہے۔ حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ فلسطین کے علاقہ میں اسلامی لشکر آئیگا اور یہودی اس سے بھاگ کر پتھروں کے پیچھے چھپ جائیں گے اور جب کوئی مسلمان سپاہی پتھر کے پاس سے گذریگا تو وہ پتھر کہے گا کہ اے مسلمان! خدا کے سپاہی۔ میرے پیچھے ایک یہودی کافر چھپا ہوا ہے اس کو مار۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی تھی اس وقت کسی یہودی کا فلسطین میں نام و نشان بھی نہیں تھا۔ پس اس حدیث سے صاف پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پیشگوئی فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں یہودی اس ملک پر قابض ہونگے مگر پھر خدا مسلمانوں کو غلبہ دیگا۔ اور اسلامی لشکر اس ملک میں داخل ہونگے اور یہودیوں کو چن چن کے چٹانوں کے پیچھے مارینگے۔ پس...... خدا تعالیٰ کے عبادی الصالحون محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائینگے نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے چاہے دُنیا کتنا زور لگا لے۔" (تفسیر کبیر سورۂ انبیاء ص۵۶۹)

صلوٰۃ الرجل فی المسجد الاقصٰی بخمسین الف صلوٰۃ ۔ (ابن ماجہ)	مسجد اقصٰی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کے برابر ہے۔
لاتشدّ الرحال الا الی ثلثۃ مساجد المسجد الحرام والمسجد الاقصٰی ومسجدی ھٰذا ۔ (بخاری ومسلم)	تین مسجدوں کے سوا اور کسی جگہ کی طرف (الغرض عبادت) سفر نہ کیا جائے۔ مسجد حرام ۔ مسجد اقصٰی اور مسجد مدینہ (بخاری ومسلم)

اسی فرمان کا اثر تھا کہ شیدایانِ ارشاداتِ نبویؐ اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر اس خطۂ مقدس کے فیوض وبرکات کو حاصل کرتے۔ یہی وہ نبی خلقت ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی پیشگوئی میں تھا کیونکہ انھیں کے ذریعہ یروشلم کے نالہ وبکا کی آواز تھمی۔ انہیں کے ذریعہ اہل یروشلم کو ابدی خوشی اور شادمانی حاصل ہوئی۔

ہم دنیا کو چیلنج دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس امر کو ثابت کردے کہ کسی قوم نے غیر قوم کے مقاماتِ مقدسہ کا احترام بلکہ واجب الاحترام ہونا ایسے طریق سے پیش کیا ہو جس طرح اسلام نے۔ اور اس کو مذہبی شعار بنا کر ایسے فضائل بیان کئے ہوں، جیسے شریعت محمدی نے۔ پس ثابت ہوا کہ قبضۂ یروشلم کا استحقاق فقط جماعتِ مسلم کو ہے۔ کیونکہ جب اس قبلہ کے ماننے والی جماعتوں (یہود ونصارٰی) کا باہم تصادم وتقابل ہے حتیٰ کہ ہر ایک دوسری کو بے دخل کرنا چاہتی ہے تو ان کے اس باہمی تنازع کے فیصلہ کرنے اور ان کی اشتعالی قوائے کے توازن قائم رکھنے اور ان کی حفاظت ونگرانی کے لئے ایک تیسری ایسی قوم کی ضرورت ہے جو ان ہر دو اقوام سے مساوی سلوک رکھنے کے علاوہ اس خطۂ مقدس کا احترام بھی ویسے ہی ملحوظ رکھتی ہو۔ جیسے خود اس کی معتقد جماعت اور وہ لامحالہ امتِ مسلمہ ہے۔ چنانچہ یہی خصوصیت ان کی فرقانِ حمید نے بیان فرمائی ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)	اور (جس طرح ہم نے تمہارا قبلہ و مرکز اعلیٰ بنایا) اسی طرح ہم نے تمہیں بھی بہترین امت بنایا تاکہ تم بقیہ امتوں کی نگہبانی کرو۔ اور رسول تمہاری نگہبانی کرے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے منصب نگہبانی اور گواہ ہونے کے متعلق دوسرے موقعہ پر یوں ارشاد ہے:۔

Marfat.com

إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۔ (الفتح - ۸)

اے نبی ہم نے تجھ کو گواہ بنایا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ۔

اس ارشادِ قرآنی کی پیشگوئی بھی ہم بائبل مقدس میں یوں پاتے ہیں :-

"دیکھو میں نے اسے قوموں کیلئے گواہ مقرر کیا بلکہ لوگوں کا پیشوا اور فرمانروا" (یسعیاہ ۵۵:۴)

(شاہد سوم)

تیسری پیشگوئی قبضہ یروشلم کے متعلق وہ ہے جو کتاب یسعیاہ (۵۲:۱) میں ہے۔

"جاگ جاگ اے صیہون اپنی شوکت پہن لے اے یروشلم مقدس شہر اپنا سجیلہ لباس اوڑھ لے کیونکہ آگے کو کوئی نامختون یا ناپاک تجھ میں کبھی داخل نہ ہوگا"

یہ پیشگوئی بیّن طور پر عہدِ اسلام کی شہادت دے رہی ہے۔ کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ نامختون اور ناپاک (مشرک[1]) قومیں عہدِ مسیح کے بعد بھی قابض ہوئیں چنانچہ ۱۳۲ء میں قیصر روم نے بیت المقدس پر قابض ہو کر سخت ظلم و تشدد شروع کیا اور یہود کو حکم دیا کہ جو کوئی ختنہ کرے گا۔ قتل کیا جائے گا۔ اسی دن سے عیسائیوں نے بھی تورات اور حواریوں کے فرمان کو بلکہ کلیسائے یروشلم کو بالائے طاق رکھ کر پولوس کے کہنے سے رسم ختنہ کو ترک کیا تاکہ یہودیوں کے شبہ میں مارے نہ جائیں۔ اور ۶۱۴ء میں ایران کے بُت پرست بادشاہ خسرو نے یروشلم کو فتح کیا۔ اور ۹۰ ہزار کو قتل کر کے عیسائیوں کے گرجوں کو گرا دیا۔ پھر اس کے چند برس بعد روم کے ہرکلیوس (ہرقل) نے خسرو کو شکست دے کر اپنا قبضہ کیا جس کی بابت قرآن حکیم میں پیشگوئی کی گئی تھی :

الٓمّٓ ۚ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۙ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۙ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۗ (الروم)

میں اللہ ہوں جو تمام قوموں کے حالات کو اچھی طرح جاننے والا ہوں۔ رومی عرب کی قریب ترین زمین (شام) میں مغلوب ہوگئے۔ اور وہ بعد مغلوب ہونے کے چند سالوں میں غالب ہو جائیں گے۔

اس کے بعد دورِ اسلام آیا اور اس نے نہ فقط نامختون اور ناپاک قوموں کو قبضہ یروشلم سے محروم کیا بلکہ ان پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ ہمیشہ کے لئے وہ تختِ حکومت سے بے نصیب ہو گئیں۔

[1] قال اللہ تعالیٰ - اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ - (توبہ)

Marfat.com

چنانچہ اس اعلانِ حق کو بطورِ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا :۔

إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ — جب کسریٰ ہلاک ہو گا تو پھر اس کے بعد کسریٰ نہیں ہو گا۔ اور جب قیصر ہلاک ہو گا تو اس کے

وَإِذَا هَلَكَ قَيْصَرُ فَلَا قَيْصَرَ بَعْدَهُ — بعد قیصر نہیں ہو گا۔

(بخاری)

اسی اعلانِ حق کے کرنے والے کا حلیہ بھی اسی یسعیاہ کی کتاب میں یوں ملتا ہے :۔

دیکھو میرا بندہ اقبال مند ہو گا۔ وہ بالا اور ستودہ ہو گا اور نہایت بلند ہو گا" (یسعیاہ ۵۲:۱۳)

اس پیشگوئی میں تین اوصاف مذکور ہوئے۔ ایک یہ کہ وہ اقبال مند ہو گا۔ تاریخ شاہد ہے کہ کوئی نبی دنیا میں ظفر و اقبال کے اس اعلیٰ مرتبہ پر نہیں پہنچا۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں فتحِ مبین اور اتمامِ نعمت کی عظیم الشان بشارتیں پا لیں :۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ (الفتح) — ہم نے تجھے ایسی فتح دی جو تمہاری صداقت و قوت کو دنیا کی تمام اقوام پر ظاہر کرنے والی ہے۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۔ (المائدہ : ۳) — آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کا دین پسند کیا۔

دوسرا وصف یہ کہ وہ ستودہ ہو گا۔ یہ ٹھیک ترجمہ محمد کا ہے۔ اور اسی ستودہ شخص کا محلِ قیام حبقوق نبی کی کتاب میں کوہ فاران بتایا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا :۔

"اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی ستائش سے معمور ہوئی۔ (۳:۳)

اور تیسرا وصف یہ کہ وہ نہایت بلند ہو گا۔ اس کے لئے قرآن مجید کی آیاتِ ذیل کو غور سے پڑھو :۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (الصف : ۹) — وہی ذات قابلِ پرستش ہے جس نے اپنے رسول کو قوانینِ ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ تمام مذاہب پر اس دین کو غالب کر دے اگرچہ مشرک قومیں اس کی ناخواہاں ہیں۔

Marfat.com

عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۔

قریب ہے کہ تیرا پروردگار تجھے ایسے مقام پر کھڑا کرے گا جس کی وجہ سے دنیا کی تمام قومیں تیری تعریف کے گیت گائیں گی۔ (اسراء: ۹)

یہ مقام محمود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خصوصی مقام ایسا عظیم الشان مقام ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی بلندی کا مقام نہیں۔ اس کی تفصیلی توضیح انشاء اللہ تعالےٰ اپنے مقام پر کی جائے گی۔

دوسری جگہ آپ کی عظمت درفعت کا یوں ذکر ہے:۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الانشراح)

ہم نے تیرے ذکر کو تمام عالم میں بلند کیا۔

(شاہد چہارم)

چوتھی پیشگوئی قبضہ یروشلم کے متعلق وہ ہے جو ملاکی نبی کی کتاب (۳: ۱ و ۲) میں یوں ملتی ہے:۔

"دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجونگا۔ اور وہ میرے آگے میری راہ کو درست کریگا اور وہ خداوند[1] جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل[2] میں ناگہاں آئیگا۔ دیکھو وہ یقیناً آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔"

---

[1] یہودیوں میں تین نبیوں کی انتظار تھی۔ ایلیا، مسیح اور وہ خداوند محمود رسول۔ چنانچہ انجیل یوحنا (۱: ۱۹ تا ۲۱) میں ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لیوی یہ پوچھنے کو اس (یوحنا) کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا۔ پھر کون ہے کیا تو ایلیا ہے۔ اس نے کہا میں نہیں۔ کیا تو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں "اس میں تینوں نبیوں کا ذکر ہے۔ ایلیا تو یوحنا کے رنگ میں۔ اور مسیح حضرت عیسیٰ۔ اور وہ نبی محمود سرور کائنات ہیں صلے اللہ علیہ وسلم جن کی بعثت حضرت عیسیٰ کے بعد ہونی تھی۔ اسی خداوند کا پتہ مکاشفہ یوحنا (۱۹: ۱۶) میں یوں ملتا ہے۔ کہ وہ ایک سفید گھوڑے پر سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اس کی پوشاک پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند "یعنی وہ خاتم الانبیاء والخلفاء ہے۔

[2] یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے داخلہ مکہ یوم الفتح کی طرف اشارہ ہے جبکہ عرب کی زبردست قومیں آپ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتی ہیں۔ لفظ "اپنی ہیکل" میں صاف تصریح ہے کہ وہ ہیکل اس نبی کا قبلہ ہوگی جو یروشلم کی ہیکل کے علاوہ ہوگی۔ ۱۲ مؤلف

اس کے آنیکے دن کون ٹھیر سکے گا۔ اور جب وہ نمودار ہوگا کون ہے جو کھڑا رہے گا"

عیسائی حضرات اس پیشگوئی کو حضرت عیسٰی کے حق میں بتلاتے ہیں۔ مگر طالب حق پر مخفی نہیں کہ یہ پیشگوئی ان کے حال پر منطبق نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ پیشگوئی کے وہ اخیر جملے صاف بتا رہے ہیں کہ اس آنے والے کے سامنے کسی کو طاقت نہیں ہوگی کہ مقابلہ میں ٹھیر سکے۔ مجبوراً اس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے جائینگے اور تخت حکومت سے دستبردار ہوکر گوشۂ محکومیت میں بیٹھ جانا پڑے گا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ اس کامیابی کا سہرا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سر باندھا جا سکتا ہے۔ ہاں ایک اور پیشگوئی ہے جس میں حضرت مسیح کے داخلۂ یروشلم پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور وہ حضرت ذکریا علیہ السلام کا کشف ہے۔ جو کتاب زکریاہ (۹:۹) میں ہے وہ

"اے صیہون کی بیٹی تو خوشی کر۔ اے یروشلم کی بیٹی تو خوب للکار کے دیکھ تیرا بادشاہ
تجھ پاس آتا ہے وہ صادق ہے۔ وہ فروتن ہے۔ اور گدھے پہ بلکہ جوان گدھے
پر ہاں گدھی کے بچے پر سوار ہے"

چنانچہ اس پیشگوئی کی تصدیق کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام نے گدھی کا بچہ منگا کر سواری کی۔ دیکھو یوحنا ۱۲: ۱۴) لیکن اگر اسرائیلی فاروق (حضرت مسیح) کے لئے کتب سابقہ میں پیشگوئی کی جاتی ہے تو ناممکن تھا کہ محمدی فاروق (حضرت عمرؓ) کی پیشگوئی سے صحف اولیٰ خالی ہوتے۔ چنانچہ جس تصریح سے ہم حضرت مسیح کی پیشگوئی داخلۂ یروشلم کے متعلق پاتے ہیں۔ اسی تصریح سے حضرت عمرؓ کا داخلہ بھی مندرج پاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب اشعیاہ میں ہے

"اور میں نے ایک جوڑی سواروں کی دیکھی۔ ایک سوار گدھے کا اور ایک سوار اونٹ[1]
کا اور خوب متوجہ ہوا" (۲۱: ۷)

اس کے ساتھ ہی اس واقعہ تاریخ کو بھی ملحوظ نظر رکھیئے جبکہ ۱۶ھ میں حضرت ابو عبیدہ بن الجراح بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں اور سرداران یروشلم کو شہر کے حوالہ

۱؎ اونٹ کی سواری حقیقت میں تو آنحضرت صلعم کی پیشگوئی ہے۔ چنانچہ آپ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہو رہے تھے۔ تو اونٹ پر سوار تھے۔ مگر یہ پیشگوئی ذوجہتین ہے۔ چنانچہ اس پیشگوئی کا دوسرا مصداق آپ کے غلام (حضرت فاروقؓ) بھی ہیں۔ چنانچہ بیت المقدس کے فاتحانہ داخلہ کے وقت وہ بھی اونٹ پر سوار تھے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

کر دینے کے لئے خط لکھتے ہیں جس کا جواب پادری روحیفی یوں دیتا ہے کہ یروشلم پاک جگہ ہے اس کو تیرے خلیفہ کے سوا اور کسی کے سپرد نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ الالیان یروشلم کی خواہش کے مطابق امیر المومنین عمرؓ کی خدمت میں اطلاع دے کر تشریف آوری کی استدعا کرتے ہیں خط پہنچنے پر حضرت عمرؓ تمام معزز صحابہ کی مجلس مشاورت منعقد فرماتے ہیں۔ اراکین شوریٰ مختلف الآراء ہیں۔ حضرت عثمانؓ رائے دیتے ہیں کہ آپ تشریف نہ لے جائیں۔ مگر حضرت علیؓ کی رائے ان کے مخالف ہے اور وہ اصرار کرتے ہیں کہ آپ کے تشریف لے جانے میں بہت سے مصالح و حکم ہیں۔ بالآخر امیر المومنین حضرت علیؓ کی رائے کو ترجیح دے کر سفر کی تیاری کرتے ہیں اور اونٹ کی سواری کو اس سفر کے لئے منتخب کیا جاتا ہے یہاں تک کہ آپ بیت المقدس کے باہر خیمہ گاہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح پہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ دوسرے روز جب آپ داخلہ یروشلم کے لئے تیاری کرتے ہیں۔ تو حسب معمول آپ وہی اونٹ سواری کے لئے منگاتے ہیں۔ مگر عجب اتفاق ہے کہ تمام اصحاب باصرار آپ سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ آپ بجائے اونٹ کے گھوڑے پر سوار ہوں۔ نیز لباس فاخرہ زیب تن فرما دیں۔ تاکہ اس ذریعہ سے دشمنوں کے قلوب پر آپ کی ہیبت پڑے۔ آخر آپ ان کے اصرار پر گھوڑے کی سواری کو قبول فرماتے ہیں لیکن حکمت خداوندی ایسے لطیف پیرایہ میں اس سابقہ پیشگوئی کو پورا فرماتی ہے کہ کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔ چنانچہ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑی دیر میں اتر پڑتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اس وقت تکبر اور غرور کا اثر طبیعت میں محسوس ہو رہا ہے۔ پھر آپ اسی اونٹ پر سوار ہو کر جب بیت المقدس کے قریب پہنچتے ہیں تو شہر کا پادری اعظم مع اپنی جماعت کے قلعہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر حضرت ابو عبیدہ سے یوں مخاطب کرتا ہے ہم تمہارے امیر المومنین کے دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ اگر ہم نے اسے ان صفات کے مطابق پایا جن کا ذکر کتب سابقہ میں آیا ہے تو ہم شہر تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ چنانچہ آپ کا جب نظارہ ایسی صورت میں ہوتا ہے کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں۔ تو بے اختیار پادری کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے ہیں:

هذا والله الذی نجد صفته و نعته فی کتبنا۔ (فتوح الشام ص[illegible])

خدا کی قسم یہ وہی شخص ہے جس کی تعریف ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔

Marfat.com

اس لیے ہم قلعہ کی کنجیاں آپ کے حوالہ کر کے امان طلب کرتے ہیں۔ فسبحان الذی صدق وعدہ و انجز عہدہ۔

یاد رہے کہ حضرت مسیح کا انقلاب فعل تو خصوصیت سے پیشگوئی کی تصدیق ہی کی خاطر عمداً کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ کسی مخالف کو اس میں شبہ پیش آئے مگر حضرت فاروق کا واقعہ اس تہمت سے بری ہے جس میں کسی شخص کو پیشگوئی کے مصداق ہونے میں گنجائش شبہ نہیں ہو سکتی۔ غور کیجیے۔ تدبیر الٰہی کس احسن طریق سے اپنی سابقہ وحی کا ایفاء کراتی ہے۔ یہاں تک کہ اس داخل ہونے والے کو بھی خبر نہیں۔ کہ میں یروشلم میں کیوں لایا جاتا ہوں۔

بنی اسرائیل کے خذلان و تباہی کا پہلا منظر

(فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا) یہ پہلا وعدہ حضرت داؤد علیہ السلام سے چار سو سال بعد بخت نصر کے زمانہ میں متحقق ہوا۔ اور اسی کے ہاتھوں یروشلم کی بربادی ہوئی اور دوسرا واقعہ حضرت مسیح علیہ السلام سے ۷۰ سال بعد پیش آیا۔ ادریانوس قیصر روم کے ہاتھوں تباہی پڑی۔ چنانچہ قرآن مجید نے ان واقعات کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (المائدہ: ۷۵)	بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔

چونکہ تاریخی مضامین کا بیان قرآن مجید میں عموماً اس لئے ہوتا ہے کہ اس میں مستقبل کی پیشگوئیاں مضمر ہوتی ہیں۔ لہذا اس انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح اس اُمت پر

---

۱ ملاحظہ ہو یرمیاہ کا صحیفہ "رب الافواج فرماتا ہے۔ لہذا تم نے میری باتیں نہ سنیں دیکھ میں اُتّر کے سارے گھرانوں کو اپنے خدمت گزار شاہ بابل بنوکدنضر (بخت نصر) کو بلا بھیجوں گا اور میں انہیں اس سرزمین اور اس کے باشندوں پر اور ان ساری قوموں پر جو گرد ہیں۔ چڑھا لاؤں گا۔ اور یہ ساری سرزمین ویرانہ اور حیرانی کا باعث ہو جائے گی۔ اور یہ قومیں ستر برس تک بابل کے بادشاہ کی غلامی کریں گی۔" (۲۵: ۸ و ۹ و ۱۱) ۱۲ مؤلف

۲ دیکھو زبور ۳ تا ۱۰ و ۲۸: ۳، ۳۴ و ۴۱ و ۵۵ تا ۷۰ -

Marfat.com

بھی طغیان و عصیان کے دو بڑے دور آنے والے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور ان کے نتائج دو مہذب قوموں کی شکل میں نمودار ہوئے۔ ایک قوم تاتار۔ دوم اقوام یورپ۔ جس طرح بنی اسرائیل کی پہلی بربادی خود ایشیا ہی کی ایک قوم کے ہاتھوں ہوئی۔ یعنی اہل بابل۔ اور دوسری کا ظہور یورپ سے ہوا۔ یعنی رومنا۔ ٹھیک اسی طرح اس امت کے لئے بھی پہلا فتنہ ایشیا کا تھا۔ یعنی فتنۂ تاتار۔ اور دوسرا یورپ کا۔ جس کا خمیازہ ابھی مسلمان جنگ عظیم کے دوران میں بھگت چکے ہیں۔ مگر ملت اسلامیہ میں ایک عجیب خصوصیت پائی جاتی ہے کہ جب کوئی قوم اس کے مقابل اٹھتی ہے۔ بالآخر وہی ملت اسلام کی خادم نظر آتی ہے۔

(۱) سب سے پہلی وہ قوم تھی جس نے ملت اسلامی کے تباہ و برباد کرنے میں تمام قبائل عرب کی متفقہ طاقتوں سے زور لگایا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے بہترین اوقات کو اپنی مدافعت میں مصروف رکھا۔ بالآخر اسی قوم نے لوائے اسلام کے نیچے آکر يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا کا نظارہ دکھایا اور کلمۃ اللہ ہاتھوں میں لے کر اشاعت اسلام کے لئے دنیا میں پھیل گئی۔

(۲) وہ سلطنت فارس جس نے قادسیہ و جلولا کے میدانوں میں اس لئے نبرد آزمائی کی تاکہ صحرا نوردان عرب کے امڈتے ہوئے سیلاب کو روکے۔ بالآخر اس نے بھی شمشیر اسلام کے آگے اپنی گردن خم کر دی۔ یہاں تک کہ اسی خاک پاک نے ایسے اولوالفضل ائمۂ ملت فقہاء و محدثین پیدا کر دیئے۔ جو امت مسلمہ کے درخشندہ ستارے گنے جاتے ہیں۔ اسی سرزمین کے فرزندوں نے لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھؤلاء کا تمغہ حاصل کیا۔

(۳) علیٰ ہذا القیاس یورپ کی فضاء سے عنصر اسلام کو جو صدمات پہنچے تھے ان کا بدلہ بہت جلد اس نے یوں دے دیا۔ کہ اندلس کی سرزمین کو آٹھ صدیوں تک گہوارۂ تمدن اسلام بنا دیا۔ اور اس میں حدیث و تفسیر فلسفہ و تاریخ۔ فقہ و تصوف کے وہ بے نظیر علماء پیدا کئے جن کے اشراق انوار سے شفق مغرب مطلع مشرق سے مبدل ہو گئی۔

(۴) اسی طرح جب تاتاری اقوام کا ٹڈی دل طوفان مشرقی افق سے نکل کر امت اسلامی کے لئے قیامت خیز منظر پیدا کر دیتا ہے۔ تو بہت جلد قدرت الٰہیہ کا عجیب تماشا دیکھئے

؎ دیکھو انجیل متی ۲۳: ۳۷-۳۴- ایضاً لوقا ۱۳: ۳۴ و ۳۵- ۱۲ مؤلف

ہیں۔ کہ ابھی ستر[1] سال کا عرصہ بھی گزرنے نہیں پایا کہ یہی قوم حلقہ بگوش اسلام ہو کر اور ملتِ اسلامیہ کی محافظ بن کر مسندِ خلافت پر متمکن نظر آتی ہے۔ بنا بریں واقعات کوئی جائے تعجب نہیں کہ یورپ کا یہ جارحانہ اقدام کہیں خدمتِ اسلام کا پیش خیمہ ہوا اور یہی سابق ۷۰ سال کے اندر تدبیر الٰہی نئے رنگ میں قدرتِ غیبیہ کا کرشمہ دکھلائے۔ چنانچہ مغربی اقوام میں مذہبی احساس پیدا ہو کر روز افزوں ترقی پذیر ہوتا جا رہا ہے جس کی بیّن شہادت بالخصوص مختلف مذاہب عالم کی کانفرنسوں کے نتائج اور انگلستان اور جرمنی اور فرانس اور امریکہ میں اسلامی مرکزوں (مساجد) کا قائم ہونا اور لوگوں کا جوق در جوق اسلامی علَم کے نیچے داخل ہونا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے جبکہ نیّرِ اسلام کا طلوع مغربی اُفق سے ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ذیل پر مُہرِ تصدیق ثبت کرے[2]

لاتقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها فاذا طلعت من مغربها أمن الناس كلهم اجمعون۔ (بخاری)

جبتک کہ مغرب کی طرف سے (اسلامی) سورج کا طلوع نہیں ہوگا۔ قیامت نہیں آئیگی اور جب مغربی افق سے شمس (اسلام) طلوع کریگا تو اشاعت اسلام میں رکاوٹوں کے اُٹھ جانیکے باعث، تمام قومیں ایمان لائیں گی۔

[1] عجیب مطابقت ہے کہ بنی اسرائیل کا انقلاب بھی پہلی بربادی کے وقت ستر سال کے عرصہ میں پاتے ہیں۔ چنانچہ اسی مدت میں خسرو شاہ ایران کے ہاتھ سے بابلی سلطنت کا خاتمہ ہوتا ہے اور اس کے حکم سے ۴۲ ہزار یہود واپس وطن کو بھیجے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"فلپائن کا ملک ہمارے لئے قیمتی ہے کیونکہ وہ ہمارے باپ دادا کا ورثہ ہے سینکڑوں سال تک وہ مسلمان رہا۔ اور پھر اسے جبراً عیسائی بنا لیا گیا۔ اب خدا تعالیٰ کے فضل سے وہاں اسلام سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور ایک خط کے ذریعہ یہ اطلاع ملی ہے۔ کہ وہاں اس وقت تک ۵۰۰ آدمی مسلمان ہو چکے ہیں۔ اور ایک نوجوان یہاں پڑھنے کے لئے بھی آ رہا ہے۔ اسی طرح جرمنی کے ملک کو دیکھ لو۔ کسی وقت یہ حال تھا کہ بڑے بڑے فلاسفر اور دشمن اسلام لوگوں نے اسلام کے خلاف جو کتابیں لکھیں ان میں جرمن لوگ بھی شامل تھے۔ لیکن اسوقت وہاں اسلام پھیل رہا ہے..... اور اسلام میں داخل ہونیوالے ترقی کر رہے ہیں۔ یہ انقلاب نہایت قلیل عرصہ میں ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی بات ہے کہ جرمن لوگ اسلام کی مخالفت کرتے تھے۔ یہ مخالفت دوسری جنگ عظیم تک چلتی چلی گئی۔ اسلام سے رغبت کا زمانہ ۱۹۴۵ء کے بعد آیا ہے۔ گویا صرف بارہ سال کا عرصہ ہوا ہے جب خدا تعالیٰ نے جرمنوں کے دل کو اسلام کی طرف پھیر دیا۔ اور وہ اس سے رغبت کرنے لگے۔" (الازھار لذوات الخمار صفحہ ۱۹۷/۲)

Marfat.com

(قوم یہود کے ایام بہار)

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ۔ یہ واقعہ یہود کی ۷۰ سالہ قید بابل میں گذارنے
کے بعد کا ہے۔ جبکہ شاہ خورس نے ۵۳۹ ق م میں بابل کو فتح کیا۔ یہ بادشاہ بنی اسرائیل پر
بڑا مہربان تھا۔ اس نے بابل کو فتح کرتے ہی بنی اسرائیل کو غلامی کی قید سے رہائی دی۔ چنانچہ
۴۲ ہزار یہود بابل سے اپنے وطن کو چلے گئے اور شاہ خورس (خسرو) نے اپنے خرچ
سے بیت المقدس کی تعمیر کا حکم دیا جس کو بخت نصر نے برباد کر دیا تھا۔ اور تمام وہ اشیاء
جو یروشلم سے بابل لائی گئی تھیں۔ واپس کر دی گئیں۔ بیس سال کے عرصہ میں بیت المقدس
کی تعمیر کا کام سرانجام پایا۔ اس وقت حضرت عزیر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے
حضرت موسیٰ کی شریعت کو از سر نو زندہ کیا۔ آپ کی سعی و ہدایت سے بنی اسرائیل بت پرستی
کے ظلمات سے نکل کر خدائے قدوس کی توحید کی روشنی میں آ گئے۔ شاہ خورس کے بعد
اس کا جانشین اخسویرس ہوا۔ پھر اس کے بعد اس کا جانشین ارتخششتا بادشاہ ہوا۔
اس نے مخالفین کی انگیخت پر پہلے تو بنی اسرائیل کو یروشلم کی تعمیر وغیرہ سے روکا۔ اور ان
کی آزادی میں بھی دست اندازی کی۔ مگر بعد میں اس نے تعمیر کی اجازت دے کر بنی اسرائیل
کو کامل آزادی کا فرمان عطا کیا جو درج ذیل ہے:-

"اس پروانے کی نقل جو ارتخششتا بادشاہ نے عزرا (عزیر) کو جو کاہن اور فقیہ تھا
بلکہ خداوند کے حکموں کی باتوں اور اسرائیل پر کے فرضوں کا مفسر تھا عنایت کیا سو یہ ہے
ارتخششتا شاہنشاہ کا عزرا کاہن کو جو فقیہ ہے۔ اور آسمان کے خدا کی شریعت میں
ماہر ہے میں یہ حکم کرتا ہوں کہ سب جو میری مملکت میں اسرائیل کے لوگوں میں سے اور
ان کے کاہنوں اور لاویوں میں سے یروشلم کو اپنی خوشی سے جانا چاہتے ہیں تیرے
ساتھ جائیں۔ چونکہ تو بادشاہ اور اس کے سات مشیروں کی طرف سے بھیجا جاتا ہے
تاکہ اپنے خدا کی شریعت کے مطابق جو تیرے ہاتھ میں ہے یہوداہ اور یروشلم کا احوال
دریافت کرے اور روپا اور سونا جو بادشاہ اور اس کے وزیروں نے اسرائیل کے خدا
کے لئے جس کا مسکن یروشلم میں ہے۔ اپنی خوشی سے نذر کیا ہے وہاں لے جائے۔
اور سارا روپا اور سونا بھی جو بابل کے تمام صوبہ میں تجھ کو مل سکتا ہے ان ہدیوں سمیت

Marfat.com

جو لوگ اور کاہن اپنے خدا کے گھر کے لئے جو یروشلم میں ہے۔ اپنی خوشی سے دیں
پہنچائے اور فی الفور اس نقدی سے بیل اور مینڈھے اور برّے اور ان کی نذر کی
قربانیوں اور ان کے تپاونوں کی چیزیں خریدے اور یروشلم میں اپنے خدا کے گھر
کے مذبح پر انہیں گذرانے اور جو کچھ تو اور تیرے بھائی باقی روپے اور سونے
سے کرنا مناسب اور بہتر جانتے ہو۔ سو اپنے خدا کی مرضی کے مطابق کرو۔ اور جو جو
برتن تیرے خدا کے گھر کی بندگی کے لئے دیئے گئے ہیں۔ سو یروشلم کے خدا کے حضور
سونپ دے اور تیرے خدا کے گھر کا باقی خرچ جو تجھے دینا پڑے۔ سو بادشاہ کے
دولتخانے سے دینا۔ اور میں ارتخششتا بادشاہ نہر پار کے سب خزانچیوں
کو حکم دے چکا ہوں کہ جو کچھ عزرا کاہن و فقیہ جو آسمان کے خدا کی شریعت میں ماہر ہے
تم سے چاہے فی الفور کیا جائے۔ سو قنطار روپے تک اور سو کر گیہوں اور سو بت مے
اور سو بت تیل تک اور نمک بے اندازہ جو کچھ آسمان کے خدا کا حکم ہے۔ سو آسمان کے
خدا کے گھر کے لئے فی الفور کیا جائے۔ کیونکہ بادشاہ اور بادشاہزادوں کی مملکت
پر غضب نازل ہو۔ اور تم کو جتاتے ہیں کہ کاہنوں اور لاویوں اور گانے والوں اور
دربانوں اور ہیکل کے بندوں اور اس خدا کے گھر کے خادموں میں سے کسی پر مالگذاری
یا خراج یا محصول لینے کا اختیار نہیں ہے۔ اے عزرا تو اپنے خدا کی اس دانش کے مطابق
جو تجھ کو عنایت ہوئی حاکموں اور قاضیوں کو مقرر کر کہ نہر پار کے سب لوگوں
کا جو تیرے خدا کی شریعت کو جانتے ہیں انصاف کریں۔ اور تم اُن کو جو نہ جانتے ہوں
سکھلاؤ۔ اور جو کوئی تیرے خدا کی شریعت پر اور بادشاہ کے فرمان پر عمل نہ کرے
اس پر فی الفور سزا کا حکم کیا جائے۔ خواہ وہ قتل کا یا دیس نکالے کا یا مال کی
ضبطی کا یا قید ہونے کا ہو۔ (عزرا کی کتاب ۷ : ۱۱ تا ۲۶)

اسرائیلی قوم کی تباہی کا دوسرا منظر

(فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ) یہ وعدہ جیسا کہ پہلے بتایا
جا چکا ہے ستر سال بعد مسیح پورا ہوا۔ اور طیطوس رومی یروشلم پر حملہ آور ہوا۔ اور قوم
یہود سے ایسا انتقام لیا کہ ان کو تقریباً تباہ کر دیا۔ اور حکم دیا کہ یروشلم میں کوئی یہودی داخل

Marfat.com

نہ ہونے پاوے۔ طیطوس جب یروشلم میں آیا۔ اس وقت شہر میں خوفناک تفرقے پائے جاتے تھے۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ اگر یہ نا اتفاقیاں موجود نہ ہوتیں تو میں یروشلم کو فتح نہ کر سکتا[1]۔

(ولید نے مسجد) چونکہ مذہبی قوموں کی طاقت کے مرکز معابد ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے غنیم غالب سب سے پہلے انہیں معبدوں پر قبضہ کر کے ان کو منہدم کر دیتا ہے۔ اقوام دنیا کے اسی ظلم کو مٹانے کے لئے ہی ملت اسلامی میں حکم جہاد مشروع ہوا ہے۔ اسی فلسفہ کی طرف فرقان حمید یوں توجہ دلاتا ہے:۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحج: ۴۰)

اگر اللہ تعالےٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا تو ضرور راہبوں کی خانقاہیں اور عیسائیوں کے گرجے اور یہود کی عبادتگاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے گرا دی جاتیں۔ اور بیشک اللہ اسکی مدد کریگا جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور غالب ہے:۔

تاریخ عالم کو دیکھئے بالخصوص اس زمانہ کے مدعیانِ تہذیب کے اعمال۔ جرمن جو سب سے زیادہ علم دوست نظر آتا تھا۔ اُس نے اثنائے جنگ میں گرجاؤں پر کیسے گولہ باری کی اور یونان کے وحشی درندوں نے مساجد اسلام اور مسلم نفوس سے کیا سلوک کیا۔ بلکہ تمام یورپ کے عالمگیر فتنہ نے مسلمانوں کے مقامات مقدسہ پر کس قدر مظالم ڈھائے:۔

(بصیرت افروز منظر)

گذشتہ جنگ عظیم نے اپنے تجربہ سے یہ ثابت کر دیا کہ قوموں کی طاقت کا ذریعہ درحقیقت مذہب ہی ہے۔ وہ قومیں جو مذہبی تقیّد سے آزادی کا دم بھرتی اور مذہب کو جنون عقلی سمجھتی تھیں۔ ان کی حالت دیکھئے کہ اثنائے جنگ میں پولیٹکل امور کو مذہبی رنگ میں دکھا کر یورپین اقوام کو کیسے اُبھار رہی تھیں۔ اور عیسائیت و عمائد سے گھبرا کر کس طرح گرجاؤں میں گھٹنے ٹیک کر دعائیں مانگ رہی تھیں۔ جیسا کہ ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے جبکہ

[1] تاریخ بائبل صفحہ ۱۵ مصنفہ پادری ولیم ینگ بلیکی۔

جرمن فرانسیسیوں اور انگریزوں کی فوجوں پر فتح حاصل کرتا ہؤا یہاں تک آ گے بڑھ آیا کہ انگریزی و فرانسیسی افواج کو یقین ہو گیا کہ اب چند گھنٹوں میں وہ پیرس تک پہنچ جائے گا۔ اور یہ بہت نازک وقت تھا۔ باوجود این ان کی فوجوں میں ہتھیاروں اور گولہ بارود کی بھی سخت قلت ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ مجبوراً جرنیل کو یہ حکم دینا پڑا کہ فوج کے حجام اور دھوبی اور باورچی ڈنڈے اور سوٹے لے کر کھڑے ہو جائیں۔ تاکہ دس میل کا وہ فاصلہ روک دیا جائے جو انگریزی اور فرانسیسی سپاہیوں کے درمیان میں خالی پڑا تھا جس کے پُر کرنے کے لئے آدمی نہ ملتے تھے۔ اس وقت وزارت برطانیہ مشورہ میں مشغول تھی کہ عین دورانِ مشاورت میں فرانس کے کمانڈر انچیف کا تار آیا کہ اب آخری وقت ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کیا نتیجہ نکلے۔ جب تار کھولا گیا تو اس کو پڑھ کر وزیراعظم نے اپنے سب ساتھیوں کی طرف نہایت مایوسانہ نگاہ سے دیکھ کر کہا کہ تمام تجاویز کو چھوڑ کر آؤ۔ اب اس بالا ہستی کی طرف جھک جائیں۔ جس کے سوا اب کوئی بھی کامیاب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس حالت میں سب وزراء نے اپنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور دعا مانگنی شروع کر دی اور لسانِ حال سے گذر کر زبانِ قال سے اس صاحب الجبروت ذوالجلال کی شوکت و قدرت کا اعتراف کیا؛

ایک اور تازہ واقعہ سُن لیجئے۔ آج جبکہ دنیا میں سیکولر طریق کار کو اس قدر اپنا لیا گیا ہے کہ عام طور پر دنیوی کاموں میں اللہ تعالےٰ کا نام تک نہیں لیا جاتا اور دعا کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ لیکن جب امریکی اپالو نمبر ۱۲ چاند پر پہنچا ہؤا تھا اور اس کے خلا باز چاند پر اُترے۔ اور ایک مرحلہ پر خلا بازوں کو کمان خلائی جہاز سے چاند گاڑی کو جوڑنے میں سخت مشکل پیش آئی تو اخباروں میں یہ خبر بھی آئی کہ زمین سے ان کی ٹیکنیکل رہنمائی کے ساتھ خلا بازوں کی کامیابی کے لئے دعا بھی کی گئی؛"

حقیقت یہی ہے اور فلسفہ تاریخ کا یہ مسلّمہ فیصلہ ہے کہ دنیا میں بڑی بڑی سلطنتوں کے قیام اور تاریخی انقلاب کے پسِ پُشت ہمیشہ مذہبی جذبہ ہی کار فرما رہا ہے۔ "ڈلتھائی" نے مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ جرمنی، انگلستان اور فرانس وغیرہ کی علمی اور فلسفیانہ تحریکات کے نشوونما میں بھی مذہب ہی کار فرما تھا۔ اور مغرب کی جدید روح ایک وسیع مذہبی تصور ہی کا نتیجہ ہے۔ نظریۂ ارتقاء کے بارے میں بھی بعض فلاسفروں کا خیال ہے کہ اس کی

Marfat.com

بنیاد و مذہبی تصور پرشتا تم ہے۔ کیونکہ اس میں ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ارتقاء ہے اور سب سے اعلیٰ خدا ہے۔

(پیامِ امید)

(عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ) اسرائیلیوں کی دوسری تباہی کی خبر دینے کے بعد انہیں پھر یہ بشارت دی گئی تھی۔ کہ دوسری تباہی کے بعد پھر باران رحمت اللہ کا نزول رحمۃ للعالمین کی بعثت کے ذریعہ ہوگا۔ اگر تم نے اس کی پیروی کر کے اپنی حالت سیئہ کی اصلاح کر لی۔ تو پھر بھی تم گذشتہ عروج و اقبال کھوتے ہوئے کو پا سکو گے۔ لیکن اگر تم نے اس موقعہ غنیمت سے فائدہ نہ اٹھایا۔ اور ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اعراض کیا۔ اور اپنی سرکشی سے باز نہ آئے۔ تو ہم بھی اپنا قہری ہاتھ تمہاری طرف بڑھائیں گے فَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا۔

افسوس کہ یہ شقی و باغی قوم اپنی سرکشی و طغیانی سے باز نہ آئی اور قدوس ذوالجلال کے اس حکم کی طرف کان نہ دھرا۔ یہاں تک کہ غیور خدا کو اپنے اس وعدہ کے ایفاء کا اظہار ان لفظوں میں کرنا پڑا۔

مَلْعُوْنِیْنَ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا۔ (احزاب: ۶۰)

لعنتی ہیں۔ جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں گے۔

ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَمَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْکَنَةُ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَیَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ (آل عمران: ۱۱۱)

جہاں بھی یہ لوگ پائے جائیں گے ذلت و خواری ان پر مسلط ہے۔ البتہ اللہ تعالےٰ کے عہد اور لوگوں کے عہد و پیمان سے انہیں پناہ مل سکتی ہے۔ اور یہ لوگ غضب الٰہی میں مستحق ہو گئے اور ان کو مسکینی اور محتاجی نے بھی گھیر لیا۔ اس لئے کہ یہ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہتے تھے۔ یہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

موضوعِ قرآن

(اقوامِ عالم کے لئے قرآن حکیم کا فیضِ عام)

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ	یقیناً یہ قرآن ایسی راہ بتاتا ہے جو
لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ	نہایت ہی مضبوط ہے۔ اور ان مومنوں کو جو
الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ	نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ انہیں
اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ	بڑا اجر ملنے والا ہے ؕ اور وہ لوگ جو آخرت
الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ	پر یقین نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے
اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ؏	دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ؏

گزشتہ آیات میں حضرت موسیٰ کی کتاب کا ذکر تھا اور بتا یا گیا کہ اس کا نصب العین فقط ایک قوم بنی اسرائیل کو دستور ترقی بتانے کا تھا۔ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اب اس کے مقابل قرآن مجید کا موضوع بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا مقصد تمام اقوامِ عالم کے سامنے قوانینِ ترقی پیش کرنا ہے۔ اس لئے ہر وہ قوم جو صحیح فطرت رکھتی ہو۔ اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ پس صفحۂ دنیا پر فقط یہی ایک ہی کتاب ہے جو ان تمام اقوام کو جو فطرت سلیمہ رکھتی ہیں ترقی کی راہیں دکھلاتی ہے۔ اور ان کے سامنے ایسے اعلیٰ اور محکم قوانین پیش کرتی ہے، جن میں کبھی فسخ و ترمیم نہیں ہو سکتی۔ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ۔

اب جب وہ ہستیاں ان فطری قوانین کو مان کر اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لیتی ہیں تو انہیں یہ کتاب بہترین ترقیات کی بشارت دیتی ہے۔ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ

Marfat.com

دُنیا کی تمام اقوام کو قرآن حکیم کے ذریعہ پیام نوید پہنچنے اور اس کی شریعت کے ابدی شریعت ہونے کی بشارت حضرت یوحنّا بھی یُوں فرما گئے ہیں:۔

"پھر مَیں نے ایک اور فرشتے کو آسمان کے بیچ میں اُڑتے ہوئے دیکھا جس کے پاس زمین کے رہنے والوں کی ہر قوم اور قبیلے اور اہلِ زبان اور اُمّت کے سُنانے کے لئے ابدی انجیل تھی۔" (مکاشفہ یوحنا ۱۴: ۶)

پادری اے ایچ ایم والرصاحب اس کی تفسیر میں تسلیم کرتے ہیں کہ "یہ وہ انجیل نہیں ہے جس کی اشاعت کا حکم مسیح نے اپنے شاگردوں کو دیا۔ بلکہ یہ انجیل صرف ایک سادہ حکم اس امر کا ہے۔ کہ لوگ خدائے خالق کی پرستش کریں۔ یہ خدا کا ازلی قانون ہے کل اخلاقی شریعت کی بنیاد اس پر قائم ہے۔"

اور پادری ہوپ صاحب ایم۔ اے لکھتے ہیں۔ کہ "عیسائیوں کا ایک فرقہ مندرجہ بالا الفاظ سے ایک پیشگوئی نکالتا تھا کہ یہ انجیل جو اَب ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے اس ابدی انجیل کے سامنے عہد عتیق کی طرح منسوخ ہو جائے گی۔ اور اس انجیل سے بہتر ایک اور انجیل نکلے گی جس کا نام ابدی انجیل ہوگا۔"

یہ ابدی انجیل ہر قوم وملت کو پیغام بشارت پہنچانے والی جامع قوانینِ شریعت اور مبیّنِ توحید کامل کون ہے؟ اس کا جواب قرآن مجید یوں دیتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ یَھْدِیْ لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ یہ قرآن دنیا کی تمام اقوام کو ایسی مضبوط و مکمل شریعت پیش کرتا ہے جس کے نسخ کا کبھی امکان تک نہیں۔

فائدہ جلیلہ

اس آیت سے ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قرآن مجید سے فائدہ اُٹھانے والی دو قومیں ہیں۔ ایک تو وہ جو اس کو مذہبی حیثیت سے ایمان لاکر اس کے ذریعہ ترقی کے اعلیٰ معراج پر پہنچتی ہیں۔ یہ مؤمنین کی جماعت ہے۔ جن کو غیر محدود ترقی کی بشارت ہے۔ دوسری وہ قومیں ہیں۔ جو اپنے دماغی قویٰ سے قوانینِ فطرت پر غور کرتی ہیں۔ اور علمی حیثیت سے اس کتاب کا مطالعہ کرتی ہیں۔ انہیں بھی یہ کتاب ان کے مقصد کی تکمیل کے لئے رہنمائی کرتی اور ترقی کی راہیں بتاتی ہے مگر محدود حد تک۔ کیونکہ انہوں نے اسے ابھی تک مذہبی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا ہوتا۔

Marfat.com

فقط علمی قانون تک ان کی نظر محدود ہوتی ہے۔ اس وقت ایسی طبائع کو مذہبی چاشنی چکھانے کے لیئے ایسے مبلغ کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ جو مؤید من اللہ ہو اور قرآن کریم کے انوار سے منور ہو۔ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ جو قوموں کے لیئے اسوہ بنے۔ اس کے افعال و حرکات قرآن کی شرح ہوں۔ اس کی ذات تاثیر قرآن کی معیار ہو۔ باوجود ایں وہ اپنی تمام زندگی کو اس قانون کی اشاعت میں کھپا دے۔ تب جا کر وہ قانون مذہب بنتا ہے اور صحیح فطرت قلوب کو مذہبی چاشنی کا مزہ چکھاتا ہے۔ اگر فقط انزال کتب کافی ہوتا۔ تو اس قدر کثیر تعداد میں انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی ضرورت نہ ہوتی۔ اسی امت میں بھی اس ضرورت کے پورا کرنے کے لیئے یہی دستور ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:۔

إِنَّ اللّٰہَ یبعث لہذہ الامۃ	اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے
علی رأس کل مائۃ سنۃ من	ہر صدی[1] کے سر پر دین کا مجدد کھڑا کرتا
یجدد لہا دینہا۔ (ابوداؤد)	رہے گا۔

آج بھی بہت سی ہستیاں ایسی ہیں۔ جن کے قلوب قرآن مجید کی صداقت کی طرف مائل ہیں اس کے مطالعہ و مراقبہ میں مشغول ہو کر اس کے اعلیٰ مضامین اور صحیح قوانین ہونے کی شہادت دے رہی ہیں۔ ملاحظہ ہوں حالات مستشرقین یورپ[2]۔ مگر یہ

---

[1] ۔ موجودہ صدی بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ جویان حق طبائع سے توقع ہے کہ ارشاد نبوی کے مصداق کی تلاش میں سعی بلیغ سے کام لیں اور منزل مقصود پر پہنچ کر ایمان کو از سر نو تازہ کریں۔ ۱۲ مؤلف

[2] ۔ گیٹے جو مشہور جرمن فاضل ہے۔ جس کے متعلق علماء یورپ کی رائے ہے کہ وہ ان چند افراد میں سے ہے جو ارسطو کے بعد تمام موجودہ الوقت علوم میں یکتا ہوئے ہیں۔ قرآن کریم کی خصوصیت سے متاثر ہو کر لکھتا ہے "قرآن کریم کی عبارت پہلے پہل پڑھنے والے کو ذرا بے جوڑ اور بے ربط معلوم ہوتی ہے لیکن جونہی کہ وہ اسے اصرار کے ساتھ پڑھتا اور اس پر زیادہ غور کرتا ہے تو وہ ہمیشہ دور کھینچتی ہے یعنی زیادہ اعلیٰ معلوم ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کو مسخر بلکہ مسحور کر دیتی ہے اور بالآخر وہ پڑھنے والا قرآن کریم کے محیر العقول انداز اور معجزانہ حسن نظم میں بالکل گم ہو جاتا ہے"۔

(۲) مسٹر بار گولیتھ مترجم قرآن مصنف راڈویل کے دیباچہ میں لکھتا ہے "قرآن شریف کو یقیناً یہ حاصل ہے کہ اس نے ایک نئی علمی اور فلسفیانہ تحریک کی بنیاد ڈالی جس نے قرون وسطیٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ اور مہذب ترین دماغوں پر زبردست اثر ڈالا"

Marfat.com

ان کے ارتقائے عقلی کا نتیجہ ہے۔ مذہبی چاشنی سے ابھی دور ہی ہیں۔ کیونکہ یہ سب کچھ وہ اپنے

(۳) ڈاکٹر پادری ڈراپن لکھتا ہے "جدید علمی انکشافات ہیں یا ان علمی مسائل میں جنکو ہم نے اپنے علم کے زور سے حل کیا ہے یا ہنوز زیر تحقیق ہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو تعلیمات قرآنی کے مخالف ہو ہم عیسائیوں نے عیسائیت کو علم و سائنس کے ہم آہنگ ہم نشین بنانے میں اب تک جتنی کوششیں کی ہیں۔ اسلام و قرآن میں یہ سب پہلے ہی سے موجود ہے اور پوری طرح موجود ہے "

(۴) فرنچ عالم موسیو گاسٹن کار لکھتا ہے "ہمیں معلوم ہے کہ اس (اسلام) عاقلانہ مذہب کے قانون (قرآن) میں وہ تمام فوائد اور نصائح موجود ہیں جن سے زمانہ حال کا تمدن بنا ہے اور جو گویا اسلام ہی کے امتزاج عناصر کا نتیجہ ہے۔ اس حیرت انگیز سائنٹفک مذہب (اسلام) نے دین کی عمرانی ترقی کے متعلق تمام بنیادی مسائل و ذرائع یورپ کو بہم پہنچائے ہیں "

(۵) ڈین اسٹنلی مشرقی کلیسا کے صفحہ ۲۷۹ میں لکھتا ہے:- کہ "مسیحیت پر انجیل کے قانون نے اس قدر گہرا اثر پیدا نہیں کیا جس قدر قرآن کے متبعین نے اثر کیا ہے قرآن کی زبان عربی کی فصیح ترین زبان سمجھی جاتی ہے اسکی اخلاقی تعلیم بالکل خالص ہے۔ جو شخص پورے طور پر اس پر عامل ہو نیک زندگی بسر کر سکتا ہے۔" (پالوپیر انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۶ ج ۸)

(۶) شمالی نائیجیریا کی شاہی مجلس میں ڈاکٹر موقل نے ایک معرکۃ الآرا تقریر کے دوران میں کہا۔ کہ اسلام طاقت پر مبنی ہے اور وہ اپنی جلد (قرآن میں) پارلیمنٹ۔ قانون حقوق عظمت سب چیزوں کو جمع رکھتا ہے یہ ایک عظیم الشان ہی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ نہایت شاندار اجتماعی قانون بھی ہے۔ سخت غلطی ہوگی اگر اہل فکر اسکی طاقت کا اعتراف نہ کریں۔ اس نے اپنی پیروی کرنیوالوں کے جھنڈے کو فلک تک پہنچا دیا۔ اور افریقہ کے پیروؤں میں تمدن کی روح پھونک دی۔ اور اپنی پاکیزہ تعلیمات اور اعلیٰ احکام کا ان کو ایسا خوگر بنایا ہے کہ انکی ہمسایہ قومیں جو مسلمان نہیں کسی طرح ان کے ہمرنگ نظر نہیں آتیں "

(۷) فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر موریس اپنے ایک مضمون میں قرآن حکیم کی یوں تعریف کرتا ہے:-

"قرآن مجید کو اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تین سو ملین (۳۰ کروڑ) انسان فخر کر رہے ہیں وہ یہی ہے کہ تقاضہ کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے لحاظ سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے بلکہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کیلئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں یہ بہترین کتاب ہے " (از خدا یار وفی قریشی)

Marfat.com

(۸) موسیو سیڈیو فرانسیسی اپنی کتاب تاریخ عرب میں قرآن مجید کی فضیلت کا اعتراف ان لفظوں میں کرتا ہے:۔

"انبیائے سابقین پر جو کچھ نازل ہوا ہے قرآن بالکل اس کے مطابق ہے۔ اس سے قرآن مجید کی فضیلت کی طرف عقلاء کی رہنمائی ہوگی۔ کیونکہ قرآن میں وہ سب باتیں موجود ہیں جو انبیاء سابقین کو دی گئی تھیں۔"

(۹) مسٹر سٹینلے لین پول قرآن مجید کی برتری کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:۔

"قرآن نے دنیا کو اعلیٰ اخلاق۔ اصول مدنیت اور علوم وحقائق سکھائے۔ ظالموں کو رحمدل اور وحشیوں کو پرہیزگار بنایا۔ اگر یہ کتاب دنیا میں نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہوجاتے۔" (گارڈ فس آف ہولی قرآن)

(۱۰) انگریزی زبان کا ایک مشہور رسالہ ریڈرس ڈائجسٹ لندن کا ایک معروف ماہنامہ ہے اس کے جون نمبر میں ایک مقالہ اسلام پر نکلا۔ مضمون نگار (James A Michener) زیر عنوان (Islam The Miss Under stood religious) لکھتا ہے:۔

"قرآن وہ کتاب ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور سب سے زیادہ اسے حفظ کیا جاتا ہے۔ یہ نئے عہد نامہ جتنا طویل نہیں ہے۔ پُرشکوہ انداز میں لکھا ہوا ہے یہ صحیفہ نظم میں ہے اور نہ ہی اس کی عبارت کو نثر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ تاہم اس کی تاثیر کا یہ عالم ہے کہ اپنے سننے والوں کو ایمانی سرور سے لبریز کر دیتا ہے۔ ایک عیسائی یا یہودی جب قرآن کو پڑھیگا تو اس کا پہلا احساس یہی ہوگا کہ وہ اس تعلیم سے خاص حد تک پہلے ہی مانوس ہے۔ اگر ذیل کی آیات (جن کو مقالہ نویس نے سینکڑوں آیات قرآن سے منتخب کیا ہے) کسی گرجا یا کسی یہودی عبادتگاہ میں پڑھکر سنائی جائیں تو کوئی عجب نہیں کہ سامعین اچنبہ میں رہ جائیں کہ یہ آیات کس کتاب میں سے سنائی جارہی ہیں؟ جہانتک دنیا میں پاک زندگی بسر کرنے کا تعلق ہے اس بارے میں قرآن کی تعلیم نہایت مکمل ہے۔ خدائے واحد پر ایمان لانے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اعمال انسانی کے متعلق تفصیلی ہدایات کا موجود ہونا قرآن کی وہ بڑی خوبی ہے جو اس کے بے مثل ہونے پر دلالت کرتی ہے آزادی ضمیر کی حمایت میں قرآن نے جو تعلیم دی ہے وہ نہایت واضح ہے۔" (ریڈرز ڈائجسٹ جون ۱۹۵۵ء)

(۱۱) آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کے چیف اورینٹل لیڈر مسٹر جان نیش ایم اے (Mr. John Naish M.A) قرآنی اقتباسات کی مشہور کتاب "The wisdom of the Quran" کے دیباچہ میں تحصیل علوم سائنس کے متعلق قرآن مجید کی تعلیم و ترغیب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

ان کے پیشِ نظر نہیں بلکہ جذبات سے لبریز اور مذہبی روشنی سے منوّر زندہ ہستیاں ان کے سامنے نہیں، اس لئے مذہب کی چاشنی سے ابھی وہ بے بہرہ ہیں۔ افسوس کہ اگر کہیں مسلمان ہیں بھی تو وہ بھی جہالت کے نشہ میں مخمور ہیں سمجھتے ہیں کہ بارِ اشاعت ہماری گردنوں سے اُٹھ گیا۔ اور اشاعتِ قرآن کا فرض ہم سے پہلے ہمارے اسلاف ادا کر گئے۔ اب انہیں اقوامِ عالم کے لئے کفر کے فتوے کے سوا دوسرا جواب ہی نہیں۔

"قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ حیاتِ انسانی کے متعلق لوگوں کا علم بالکل سطحی نوعیت کا ہے وہ ہمیں یہ دعوت دیتا ہے کہ ہم سطحی علم کے آگے بڑھ کر تحقیق سے کام لیں اور حقائق الاشیاء کو معلوم کرنے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ کہتا ہے کہ انسان بذاتِ خود عجائبات اور معجزوں کا منبع و مصدر اور مجموعہ ہے۔"

(۱۲) مسٹر ہوریس شپ (Mr. Horace Ship) اپنی مشہورِ عالم کتاب (Book That Made The World) کے صفحہ ۳۳ پر قرآن مجید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اس قرآن مجید کے ذریعہ ایک عظیم الشان ثقافت معرضِ وجود میں آئی جس میں مشرق و مغرب کا علم سمویا ہوا تھا اس کی وجہ سے علم ریاضی۔ علم نجوم۔ کیمیا۔ علم طب۔ علم اشکال اور دیگر سائنسی علوم کو سمجھنے کے اعتبار سے انسانی فہم و ادراک میں بے انتہا ترقی ہوئی۔"

(۱۳) نپولین بوناپارٹ نے بھی ایک موقعہ پر کہا تھا "مجھے امید ہے کہ میں دنیا کے تمام دانا اور باشعور لوگوں کو یکجا کر کے قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک لاثانی نظام قائم کروں گا کیونکہ صرف یہی تعلیمات ہی انسان کو مسرتوں سے روشناس کر سکتی ہیں۔" (اقتباس تقریر بوناپارٹ اور اسلام مصنفہ شیر علی)

(۱۴) حال کے ایک مغربی مفکر مصنف مسٹر (GORDON) اپنی تصنیف (What Happend in History) میں قرآن کریم کی اخلاقی اقدار کی فضیلت اور برتری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

"قرآن کو دوسری مذہبی کتب پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ اس میں سیاست اور اصولِ حکمرانی پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ قرآن نے سیاست میں ذرا بھی کمزوری نہیں دکھائی۔ سیاست کے ہر جزو میں وہی زور اور تاثیر ہے جو اس کا فطری تقاضا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن نے اخلاق، خوفِ خدا، خدمتِ خلق اور تصوّرِ آخرت سے سیاست کو بیگانہ نہیں رکھا اور یہی وہ چیز ہے جس سے موجودہ عہد کی سیاست محروم ہے اور اس محرومی نے دو بڑی جنگوں کا تماشہ دکھایا ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ یورپ کی دفاعی تدابیر۔ یورپ کا سیاسی اتحاد اور بین الاقوامی پارلیمنٹ یا حکومت کی تجویز اور دوسری تمام تدابیر ناکام اور بے سود رہیں گی۔ اگر اس کی بنیادوں میں خدا کے تصوّر اور اخلاقی قدروں کو جگہ نہ دی گئی

Marfat.com

اور دخولِ جنات کا استحقاق اور قرآنی برکات کا مصداق فقط اپنی ہی ذاتوں کو بنائے بیٹھے ہیں۔ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۔ حالانکہ اس وقت دنیا پیامِ اسلام کے لئے سخت بے چین ہے۔ اور اس کی حالت زار پکار رہی ہے کہ کوئی خضرِ راہ بن کر اسے آبِ حیاتِ ایمان کا پیالہ پلائے اور مسیحا بن کر دمِ اعجازی سے انہیں زندہ کرے۔ کیا ایسے موقع پر ارحم الراحمین کی ذات شانِ رحمانیت و رحیمیت کے باوجود خاموش رہتی اور اس کی اس فطری تڑپ کی طرف کان نہ دھرتی؟ نہیں نہیں بالآخر اس کی رحمتِ بے پایاں کا چشمہ اُبلا۔ اور ربوبیت عالم کے لئے اس نے اپنے قدیمی وعدہ کے مطابق ٹھیک وقت پر مجدد دین مسیح موعود اور مہدی مسعود حضرت مرزا غلام احمد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کو قادیان میں مبعوث فرمایا جس کی مدت سے امت کو انتظار تھی اور متعدد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کی بعثت کی خبر دے گئے تھے۔ آپ نے آکر اس رسمی اسلام میں از سر نو جان ڈالی جو رسوم و عادات۔ شرک و بدعات کے پردوں میں گھٹ گھٹ کر سسک رہا تھا اور بسمل نیم جاں بلکہ تقریباً مردہ ہو چکا تھا۔ اور جس کی حقیقت و روح گویا ثریا تک پرواز کر گئی تھی۔ وہ مذہب جس کی اشاعت و تبلیغ سے بڑے بڑے علماء و فضلاء کتراتے تھے آپ نے اُس کے حجج و براہین کے ذریعہ اس کے خوبصورت چہرہ کو دنیا پر آشکارا کیا اور اشاعت و تبلیغ کے ہر ایک پہلو کو لے کر مخالفین اسلام پر

لہ آج سے ۷۰۰ سال پہلے ایک بزرگ عارف باللہ امام یحیٰی بن عقب گذرے ہیں جن کو حضرت امام مہدی کے بعض حالات کا انکشاف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور انہوں نے ان کو نظم میں بیان کیا۔ جسے حضرت شیخ احمد بن علی بونی نے اپنی کتاب شمس المعارف ص۳۳۱ جلد ۳ میں درج کیا ہے۔ اس میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جو نشانات بتائے ہیں ان میں آپ کے براہین کا ذکر بھی ان لفظوں میں کرتے ہیں ویأتی بالبراهين اللواتی یسلمها البرية باکمال (ترجمہ) وہ اپنے ساتھ براہین لائیں گے جن کو تمام لوگ تسلیم کریں گے۔

بقیہ نوٹ ۵۵

جہاں عالمی امن کے بہت سے نسخے آزمائے گئے ہیں۔ وہاں مذہب کا یہ نسخہ بھی آزما کر دیکھ لینا چاہیئے۔ اگر کوئی اس کے لئے تیار ہو تو میں مشورہ دوں گا کہ وہ اس سلسلہ میں قرآن کو ہرگز نظر انداز نہ کرے۔ کیونکہ اس سلسلے میں رہنمائی اس کتاب سے بہتر اور کوئی کتاب انجام نہیں دے سکتی" ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اتمام حجت کی۔ اور للکار کر پکارا ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را ٭ کہ ناید کس بمیدان محمد

اور چشمۂ اسلام کو رسوبات بدعیہ اور آراء فاسدہ کی مغشوشات سے پاک وصاف کرکے اور زندہ اور تازہ نشانات الٰہیہ اور نئی نئی تائیدات سماویہ اور آسمانی ینابیع الہامات الٰہیہ کے ذریعہ اسے خوشگوار کرکے تشنگان حق کو یوں منادی کی ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

اور اپنی قوت تزکیہ کے ذریعہ ایک پاک جماعت[1] (انصار اللہ) تبلیغ اسلام کی راہ میں فدا شدہ تیار کی۔ جو دنیا کے مختلف گوشوں ایشیا، یورپ، امریکہ و افریقہ وغیرہ ملکوں کے مختلف علاقوں میں پہنچ کر تبلیغ اسلام کے اہم فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہے جس کے ذریعہ آفتاب اسلام کی شعاعیں اطراف عالم میں پھیل کر ظلمات کفر و شرک مٹاتی ہوئی قرآن حکیم کی پیشگوئی[2] وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر: ۷۰) کو پورا کر رہی ہیں۔ فالحمد للہ الذی صدق وعدہ۔ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ۔ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ۔

---

[1] اس جماعت کے عزائم وہمم کے متعلق ایک اشد ترین مخالف اسلام کی شہادت بھی قابل ذکر ہے۔ ڈاکٹر زویمر مشہور امریکن پادری جو کہ اسلام کا خطرناک دشمن ہے جب قادیان آیا۔ تو مرکزی کام دیکھ کر اس نے جو رپورٹ چرچ مشنری ریویو لنڈن" میں شائع کیا۔ اس میں یہ الفاظ ہیں:" راسخ الاعتقادی کا یہ عالم ہے کہ وہ پہاڑوں کو جنبش دینے والی ہے"۔ ۱۲ مؤلف

[2] احادیث میں ہے کہ یہ پیشگوئی نزول عیسیٰ کے وقت میں پوری ہوگی۔ دیکھو حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ صفحہ ۴۱۸۔

Marfat.com

باب دوم

(شرائط ترقی)

گذشتہ باب میں قصۂ معراج کے پیرایہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے خدام کی ترقی کی بشارت دی گئی ہے۔ بعد ازاں ان کی ترقی و تنزل کے دو دوروں کی پیشگوئی کرکے آخر میں بتایا گیا ہے کہ ان کے لئے ہر ایک قسم کی ترقی و کمال حاصل کرنے کا ذریعہ فقط قرآن حکیم کی ہی پیروی ہے۔ اب اس دوسرے رکوع سے گویا دوسرا باب شروع ہوتا ہے جس میں شرائط ترقی کا مفصل بیان ہے۔

(شرط اول)

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ	اور انسان برائی کو ایسا ہی بلاتا
دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ	ہے۔ جیسا بھلائی کو اور انسان جلد باز
الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا	ہے ۵

ترقی کی شرائط میں سے پہلی شرط یہ ہے۔ کہ انسان کو حصول مقصد کے لئے جس قدر شدائد اور تکالیف پیش آئیں۔ اُن سے گھبرائے نہیں۔ بلکہ وہ پیکر تحمل بنکر مصائب میں نہایت ہی ثبات قدمی دکھائے۔ اور ظہور نتیجہ کے لئے عجلت نہ کرے۔

(شرط دوم)

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ	اور رات اور دن کو ہم نے
اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ	دو نشانیاں بنایا ہے پس ہم رات کی نشانی کو
وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً	محو کر دیتے ہیں اور دن کی نشانی کو روشنی دالا بنایا
لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ	ہے تاکہ (اس میں) تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

Marfat.com

وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۱۲

اور تاکہ سالوں کی گنتی اور حساب کو جانو۔ اور ہر چیز کو ہم نے تفصیل وار بیان کر دیا ہے ۱۲

ترقی کی دوسری شرط یہ ہے۔ کہ انسان اپنی زندگی کے ہر ایک شعبۂ عمل میں ترتیب و تنظیم رکھے اور نظام عمل (پروگرام) کے لئے نظام الاوقات (ٹائم ٹیبل) تیار رکھے۔ چنانچہ کارخانۂ عالم میں نظام شمسی انسان کو تنظیم اوقات کا بصیرت افروز سبق دے رہا ہے۔ یہی نظام لیل و نہار اپنے اندر مسئلہ ترقی و تنزل اقوام کے حل کرنے کے دلائل رکھتا ہے۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ جیسے ہم رات کی سیاہی کو مٹا دیتے ہیں۔ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ الَّيْلِ۔ ایسے ہی ادبار اقوام کی سیاہی کو بھی بذریعہ روشن قوانین (شرائع) مٹا دیتے ہیں۔ اور جس طرح دن کی روشنی کو عالم کے لئے ذریعۂ بصارت بنایا ہے۔ وَجَعَلْنَا اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً اسی طرح وحی الٰہی کی روشنی کو بھی حق پرست قلوب کے لئے ذریعہ بصیرت بنایا۔ تاکہ اس کی روشنی میں اقبال مند قومیں فضل و انعامات الٰہیہ کا بے حساب رزق حاصل کر سکیں۔ لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ اور وحی الٰہی کی برقی قوت سے اپنی ترقی کی رفتار کے اندازے لگا سکیں۔ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ

واضح ہو کہ بعض تحریکات کے نتائج سالوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض کے قرنوں میں جن کا شمار پچھلی قومیں کرتی ہیں۔ پس السنین والحساب کے دو الفاظ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

شرط سوم

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰۤئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ

اور ہر انسان کے اعمال کو ہم نے اس کی گردن کا طوق بنا دیا ہے۔ اور ہم اس کے لئے قیامت کے دن (ایک کتاب میں) لکھا ہوا نکالیں گے جسے وہ کھلا ہوا پائیگا ۱۳ (اسے کہا جائیگا) اپنی کتاب پڑھ

Marfat.com

كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

آج تو خود ہی حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی لئے سیدھی راہ چلتا ہے اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے تو اسکی گمراہی (کا وبال) اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور ہم (کسی قوم کو) عذاب نہیں دیتے جب تک کوئی رسول (نہ) بھیجیں ۝

ترقی کی شرائط میں سے تیسری شرط یہ ہے کہ ہر شخص ترقی کی امید کو اپنے ہی اعمال سے وابستہ سمجھے اور سستی و بد اعمالی کی وجہ سے تنزل کی بدفالی بھی اپنے ہی گلے سے معلق جانے۔ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ جس کی بداثری کا نتیجہ اسے مستقبل زندگی میں ضرور دیکھنا ہے۔ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا۔ کامیابی کا اعلیٰ ذریعہ یہی ہے کہ انسان کسی دوسرے کے بھروسے نہ رہے۔ بلکہ ذریعہ ترقی اپنے ہی اعمال کو سمجھے۔ اور اعتماد علی اللہ رکھے۔ دوسرے مواقع میں بھی اسی قانون کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى۔ (النجم: ۳۹-۴۰)

انسان کو فقط اپنی ہی کوشش کے بغیر اور کچھ میسر نہیں آسکتا۔ اور یقیناً اسکی کوشش (کا نتیجہ) عنقریب دکھا دیا جائے گا۔

كُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ (الطور: ۲۱)

ہر شخص اپنے ہی کسب میں مرہون ہے۔

آیندہ بھی مضمون سابق کی تشریح ہے یعنی جو شخص صحیح قانون کی پیروی کرتا ہے۔ وہی ترقی پاتا ہے اس کی ترقی کسی دوسرے نکمے کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ۔

اور جو شخص فطرت الٰہیہ کی صحیح راہ سے ہٹ جاتا ہے تو شقاوت کا بوجھ اسی کے سر پر آتا ہے۔ کوئی دوسرا شخص اس کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔

Marfat.com

اُمتوں اور قوموں کے مصائب و تکالیف کا سب سے زیادہ غم کھانے والے انبیاء علیہم السلام ہوتے ہیں اور ان کی ذات رحمت مجسمہ ہوتی ہے۔ مگر باوجود ایں اُن کی رحمت و شفقت بدبخت قوموں کے لئے کارگر نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کے حق میں تو انبیاء کی بعثت گویا اعلانِ جنگ (الٹی میٹم) ہوتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہ

(قانونِ تعذیبِ اُمم)

یہاں سے گویا قانون تعذیب امم بیان فرمایا جاتا ہے۔ کوئی قوم خواہ کیسی ہی تنزل و ادبار میں پڑگئی ہو لیکن اس قوم کے تمام افراد ایک حالت پر نہیں ہوتے بعض ان میں اچھے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی فطرتیں صحیح ہوتی ہیں۔ اور بعض اگرچہ مبتلائے معاصی ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی طبائع حد عدوان و طغیان تک نہیں پہنچی ہوتیں۔ اگر اُن کو کوئی صحیح تعلیم دینے والا مل جائے تو اس کی پیروی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس لئے تدبیر الٰہی کا تقاضا ہوتا ہے۔ کہ رسول بھیجا جائے جو صحیح تعلیم (صراط مستقیم) دیکر اچھوں اور بُروں میں امتیاز کر دے۔ جن میں صحیح مادہ ہو ان کو الگ کر دیا جائے۔ تاکہ ثمرات ترقی سے متمتع ہوں۔ اور فاسد مادہ کو الگ تاکہ وہ تباہی و خذلان کی چاشنی لیں۔ جیسا کہ طبیب مسہل سے پہلے منضج دیتا ہے تاکہ مواد فاسدہ یکجا ہو جائیں۔ اور بوقت اخراج صحیح مادہ ضائع نہ ہو جائے۔ اور جب اس غلیظ مادہ کے فنا کرنے کا وقت آتا ہے تو اس کی نوعیت کا ظہور کس طرح ہوتا ہے۔ اس کا ذکر اگلی آیات میں آتا ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ	اور جب ہم کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ارادہ
قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا	کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو (بذریعہ
فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا	مامورین کے اتباع شریعت کا) حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ اس
الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۱۶	بستی میں نافرمانی کرتے ہیں جسکی وجہ سے اس پر (عذاب
وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ	الٰہی کا) وعدہ لازم ہو جاتا ہے۔ پس ہم اسکو تباہ کر ڈالتے ہیں ۱۶
مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ	چنانچہ نوح کے بعد ہمنے بہت سی قوموں کو ہلاک کیا۔ اور تیرا رب

Marfat.com

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا ۝ — اپنے بندوں کے گناہوں سے خوب واقف ہے اور ان کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔

جب کسی قوم پر اس کی ہلاکت کا وقت آپہنچتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اسے متنبہ و بیدار کرنے اور اس پر اتمام حجت کے لئے کوئی رسول و نبی کوئی نذیر اور مامور من اللہ مبعوث کر دیا جاتا ہے کیونکہ بے خبری کی حالت میں قوم پر عذاب کا اچانک آنا عدل و انصاف الٰہی کے خلاف ہے۔ چنانچہ دوسرے مواقع میں ارشاد ہے:۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ (انعام: ۱۳۲) — یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کے لوگوں کو ان کی بے خبری کی حالت میں ظلم سے ہلاک کرنے والا نہ تھا۔

وَمَاۤ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (شعراء: ۲۰۸-۲۰۹) — ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر انہیں یاد دلانے کے لئے ڈرانیوالے بھیجے تھے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

پس اس وقت مامور مبعوث ہو کر اس قوم کو عذاب الٰہی سے ڈراتا ہے۔ اور معاصی اور فسق و فجور کے بُرے نتائج سے آگاہ کر کے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی رُوح پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس وقت صحیح الفطرت طبائع جو انعامات الٰہیہ کے حاصل کرنے کی استعداد اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس پکارِ حق پر لبیک کہتے ہوئے اس رسول کی پاک جماعت (حزب اللہ) کے زمرہ میں داخل ہو جاتی ہیں لیکن وہ لوگ جو ترفہ و تعیش دنیا کے نشہ میں مخمور ہو کر فطرت سلیمہ کو تباہ کئے ہوئے ہوتے ہیں وہ ان مرسلین ماموریں کی دعوت سے اعراض کر کے اُلٹے فسق و فجور میں قدم بڑھاتے ہیں جس کی وجہ سے ان پر عذاب الٰہی کا آنا لازم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر ارشاد ہے:۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (یونس: ۴۷) — ہر ایک قوم کے لئے ایک رسول ہے جب ان کا رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

اس وقت جو عذاب ان پر نازل ہوتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جس کی طرف دوسرے موقعہ پر یوں توجہ دلائی گئی ہے:۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ — کہہ دو وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب تمہارے اوپر سے بھیجے یا

Marfat.com

تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ○ (انعام: ۶۵)

تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں گروہ گروہ بنا کر ایک دوسرے سے گتھم گتھا کر دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم کس طرح پھیر پھیر کر دلائل پیش کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں۔

شرطِ چہارم

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ○ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ط وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ ۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ط وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ○

جو شخص جلد حاصل ہونیوالی نفع چاہتا ہے ہم اسے اسی (دنیا) میں جسے جتنا چاہتے ہیں جلد ہی دیدیتے ہیں (لیکن) پھر ہم نے اس کے لئے دوزخ ٹھہرا رکھی ہے جس میں وہ بُرے حال میں دھتکارا ہوا داخل ہوگا ۱۸ اور جو شخص آخرت چاہتا ہے اور بحالت مومن بنکر اس کے لئے پوری کوشش کرتا ہے سو یہی وہ لوگ ہیں جنکی کوشش مقبول ہوتی ہے ۱۹ اور ہم ہر دو گروہوں کو امداد دیتے ہیں۔ ان کو بھی اور ان کو بھی جو تیرے رب کا عطیہ ہے اور تیرے رب کا عطیہ بند نہیں ہے ۲۰ دیکھ ہم نے دنیا میں کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور آخرت تو درجوں اور فضیلتوں میں بڑھ کر ہے ۲۱

ترقی کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اپنے اعمالِ حیات کا مقصد ادنیٰ قرار نہ دیا جائے ورنہ ترقی محدود ہوگی۔ اور بعد اختتام حد کے تنزل و ضلالت ہوگا۔ اور کامل ترقی اسی کو ہوگی جو مقصد اعلیٰ رکھے مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور اس کے لئے

Marfat.com

سر توڑ کوشش کرے۔ وَسَعٰی لَهَا سَعْیَهَا۔ اور شرط یہ کہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ
یعنی وہ اصول الہیہ پر صحیح اور پختہ اعتقاد رکھتا ہو۔ تذبذب اور تزلزل نہ آنے پائے
کیونکہ باہم ارتقاء سے ٹکرانے والی اس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ جب یہ سب
شرائط پوری ہوں گی۔ تب اُن کی کوششیں پوری طرح کامیاب ہوں گی۔ فَاُولٰٓئِكَ
كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝

ترقی کرنے والی ان دو جماعتوں (ادنیٰ اور اعلیٰ) کو بحیثیت ان کے مقصد
اور سعی کے اس لئے کامیاب کیا جاتا ہے کہ ہمارا قانون ہے کہ ہر ایک قوم کو
بحیثیت اُن کے مقاصد و مساعی کے اپنے انعامات اور عطایا سے محروم نہیں
رکھتے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ۔ کیونکہ
پروردگار کی بخشش و عطا میں کسی قسم کی بندش نہیں۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ
رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ پس جب عطیات الہیٰ کے خزانوں کے دروازے کشادہ
ہیں۔ تو مسلم کو چاہیئے کہ اپنا مقصد اونچا رکھے۔ اور منزل ترقی اعلیٰ قرار دے
اسی مقصد کے بالاتر رکھنے کے لئے شریعت غرا نے عقیدہ آخرت کی تعلیم دی
ہے۔ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝

عقیدۂ آخرت کا فلسفہ

بعض کام ایسے ہوتے ہیں جن کے نتائج انسان جلدی دیکھ لیتا ہے۔ اور
بعض ایسے جن کے نتائج کا نظارہ اسے زندگی کے آخرین لمحات میں بھی نصیب نہیں
ہوتا۔ بلکہ بعد کی قومیں اس سے متمتع ہوتی ہیں۔ اور بعض اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں۔
جن کے نتائج کا ظہور اس عالم میں ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ ان کے لئے اس عالم سے
ایک وسیع اور بلند تر عالم کی ضرورت ہے۔ پس جو شخص عالم آخرت کو نہیں مانتا وہ
ایسے اعمال کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ جن کے نتائج کا بروز اس کی زندگی کے بعد ہوتا
ہوتا ہے۔ بخلاف ایسے شخص کے جو آخرت کو مانتا اور اسے نصب العین رکھتا ہے
اس کے مقاصد بہت اعلیٰ اور اس کی منزل ترقی اتنی بلند ہوگی جس کی مسافت اس سے
اپنی زندگی میں طے نہ ہو سکے گی۔ اور معلوم رہے کہ جس قدر مقاصد عالی ہوتے ہیں

Marfat.com

اتنے ہی اُن کے نتائج دُور اور دیر سے نکلنے والے ہوتے ہیں۔ فرض کرو ایک ایسا شخص جو عالم آخرت کی زندگی کا معتقد نہیں۔ کوئی اعلیٰ اور بہتر تحریک شروع کرتا ہے مگر بدقسمتی سے اسے چند ایام کے بعد اس میں ناکامی ہوتی ہے تو اس کی قوت عزم پھر دوبارہ اس کام کے کرنے کی جرأت نہ کر سکے گی۔ بخلاف اس شخص کے جو دوبارہ زندگی کا اعتقاد اور یقین اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کی ہمت ارادی کبھی شکست کھا ہی نہیں سکتی۔ وہ جانتا ہے۔ کہ اگرچہ اس وقت بظاہر ناکامی کی صورت پیش ہے۔ مگر اس کی دُوربین نگاہ اس حقیقت کو دیکھ رہی ہوتی ہے کہ اس کا نتیجہ ضرور مرتب ہو چکا ہے۔ اگرچہ اس کا ظہور انقلاب عالم کے بعد دوسرے دَور میں ہونے والا ہے۔ لہٰذا پست خیالی کا موقع نہیں۔ پس مسلم کبھی پست ہمت ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کو کامیابی ضرور ہے۔ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۸)

(شرط پنجم)

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا — اللہ کے ساتھ دوسرا معبود

اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا — نہ بنا ورنہ تو ذلیل و خوار ہو کر

مَّخْذُوْلًا ۝ ۲۲ — بیٹھ جائے گا ۔

پانچویں شرط ترقی یہ ہے کہ قانونِ اساسی (توحید) کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔ ورنہ ترقی کی تمام راہیں بند ہو کر ذلت اور خواری کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝

Marfat.com

باب سوم

(تفصیل دستور ترقی)

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا	اور تیرے رب نے یہ قطعی حکم دیا ہے کہ اس کے
اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ	سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے نیکی کرو۔
اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ	اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے
اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا	کو پہنچ جائیں تو تو اُن کو اُف تک نہ کہہ
تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا	اور نہ ان کو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝۲۳	تو ادب سے کلام کر ۝
وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ	اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری کا
مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا	بازو جھکا اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝۲۴ رَبُّكُمْ	کہ جس طرح انہوں نے مجھے لڑکپن میں پالا۔ تمہارا
اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ	رب تمہارے دلی خیالات کو خوب جانتا ہے۔ اگر تم
تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ	نیک ہو گئے تو وہ (اپنی جناب میں) رجوع کرنے
لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝۲۵ وَاٰتِ	والوں کے لئے غفور ہے ۝ اور اپنے
ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ	رشتہ دار کو اس کا حق دے۔ اور مسکین
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ	اور مسافر کو بھی۔ اور مال کو بے جا
تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ	ضائع مت کرو (کیونکہ) بے جا خرچ کرنے والے
كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ	شیطان کے بھائی ہیں۔ اور شیطان
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷	اپنے رب کا ناشکرا ہے ۝

Marfat.com

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ
رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا
فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾
وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً
اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ
الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾
اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ
خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ
نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ
اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ
فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا
تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ
مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ
سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ
اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا
تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا
بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ
اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ

اگر تجھے اپنے رب کی رحمت چاہتے ہوئے
جس کی تجھے امید ہے (بہ مجبوری) ان سے منہ پھیرنا پڑے
تو اُن سے نرمی کی بات کہہ دے۔
اور اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا
ہُوا نہ رکھ اور نہ بالکل کھول دے ورنہ
تو ملامت زدہ اور حسرت خوردہ ہو کر بیٹھ رہے گا۔
بے شک تیرا رب جسے چاہتا ہے اسے رزق فراخ
کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے
بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر دار اور انہیں دیکھنے والا ہے
اور اپنی اولاد کو افلاس کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ان کو
اور تمہیں ہم ہی رزق دیتے ہیں۔
بے شک ان کا قتل بڑا بھاری گناہ ہے
اور زنا کے قریب نہ جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی
کی بات ہے اور بُری راہ ہے۔ اور اس
جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے معزز ٹھیرایا
ہے مگر (کسی حق کے عوض قتل کر سکتے ہیں) اور جو
شخص مظلوم ہو کر مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو
(قصاص لینے کا) اختیار دیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل
میں زیادتی نہ کرے (اس وقت) بیشک وہ امداد کے قابل ہوگا
یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ اپنی جوانی
کو نہ پہنچے سوائے اس صورت کے جو یتیم کے حق
میں بہتر ہو۔ اور عہد کو پورا کرو

Marfat.com

إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝۳۴ وَ
أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ
وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ
ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝۳۵
وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ
عَنْهُ مَسْئُولًا ۝۳۶ وَلَا تَمْشِ
فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ
تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ
الْجِبَالَ طُولًا ۝۳۷ كُلُّ ذَٰلِكَ
كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ
مَكْرُوهًا ۝۳۸ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ
إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ
وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ
فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا
مَدْحُورًا ۝۳۹ أَفَأَصْفَاكُمْ
رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ
مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا إِنَّكُمْ
لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۝۴۰
وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ

اس لئے کہ عہد کے متعلق باز پُرس ہونیوالی ہے
اور جب تم ناپو تو ناپ کو پورا کرو اور
سیدھے ترازو سے تولو۔ یہ (طریقہ)
بہتر ہے۔ اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔
اور جس بات کا تجھے علم نہیں۔ اس کے
پیچھے مت لگ کیونکہ کان اور آنکھ اور
دل ان سب سے باز پرس ہوگی۔
اور زمین میں اکڑ کر
نہ چل۔ کیونکہ نہ تو تُو زمین کو
پھاڑ سکتا ہے۔ اور نہ لمبائی میں
پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے ان سب کی
بُرائی تیرے رب کے نزدیک ناپسندیدہ
ہے۔ یہ حکمت (کی تعلیم) ہے۔ جو
تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہے۔
اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا
ورنہ تو جہنم میں ایسی طرح ڈالا جائیگا کہ وہاں
تو ملامتیں کھاتا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوگا
کیا تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لئے چن لیا اور
(اپنے لئے) فرشتوں کو بیٹیاں بنایا۔ یقیناً تم
بڑی سخت بات کہتے ہو۔ ہم نے تو
اس قرآن میں طرح طرح کے پیرایوں میں مسائل بیان کئے

Marfat.com

لِيَذَّكَّرُوْا ط وَمَا يَزِيْدُهُمْ إِلَّا نُفُوْرًا ۝ تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ مگر یہ نصیحت) انکو نفرت میں ہی بڑھاتی ہے ؎

گذشتہ باب میں شرائط ترقی کا تذکرہ تھا۔ اب اس باب میں اصولِ ترقی پیش کئے جاتے ہیں جن کے چودہ قوانین حسب ذیل ہیں:۔

قانون اول

(توحید اور جذبۂ حریت کی تکمیل)

(اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ) یعنی جذبۂ حریت ایسا اعلیٰ ہو کہ اللہ کے سوا کسی کی غلامی نہ کرو۔ فقط اسی ایک ہی ذات کے پرستار اور اس کے قانون کے متبع رہو۔ اور یہی فطرت انسانی کا تقاضا ہے۔ اور جب انسان اس جذبۂ فطری کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ تو حریت و آزادی کی بلند ترین منزل سے اس کا رتبہ اس قدر گر جاتا ہے۔ کہ اپنی اس اعلیٰ ہستی کو جو اشرف المخلوقات کا خطاب رکھتی ہے۔ بے جان پتھروں (مورتوں) کے آگے جھینٹ چڑھانے اور جبین نیاز خم کرنے سے بھی نہیں شرماتا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ۔ (الحج: ۳۱) اس میں انسان کی رفعت و بلندی کو آسمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہی خلیفۃ اللہ ہے۔ اور سب کائنات اسی کے ماتحت اور خادم و مسخر کر دی گئی ہے۔ چنانچہ دوسرے موقعہ پر فرمایا۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ۔ (الجاثیہ: ۱۳) پس اس لحاظ سے انسان کی بلندی کا درجہ اونچے سے اونچے آسمان سے بھی برتر ہے۔ مگر جب انسان باوجود اتنی رفعت کے شرک کے کوچہ میں قدم رکھتا ہے اور اپنے ہی ماتحت خدام کو مخدوم و معبود اور خدا کا شریک ٹھیراتا ہے تو اس وقت اس کی ذلت و پستی کا اندازہ لگاؤ تو یہی کہنا پڑے گا کہ گویا وہ سب سے اونچے آسمان کی بلندی سے نیچے گرا ہے۔

(اسلام آزاد و فاتح اقوام کا مذہب ہے)

واضح ہو کہ اسلام اولوالعزم بلند خیال آزاد و فاتح اقوام کا مذہب ہے جیسے

Marfat.com

کوئی قوم اس اولوالعزمی اور بلند نظری کے مرتبہ تک نہیں پہنچی ہوتی۔ تو اُسے اسلام دیگر مسائل کی تعلیم کی تکلیف نہیں دیتا۔ بلکہ سب سے پہلے اُسے توحید کا سبق دیتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ تمام اشیاء کائنات کی غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر ایک اللہ کی غلامی میں آجائے اور تمام پستی اور زبونی کے خیالات کو چھوڑ کر اپنی بلند خیالی کی عمارت کو آسمان تک پہنچائے۔ جب انسان اس مرتبہ پر پہنچے۔ تب اُس کا دماغ اس قابل ہوتا ہے کہ اُسے باقی مسائلِ اسلام کی تعلیم دی جائے اور اس کے ذہنی قویٰ اب اس لائق ہوتے ہیں کہ مسائل ملت کی فلاسفی کو سمجھ سکیں۔ پس یاد رکھو کہ توحید ہی تمام عزائم آزادی کی اساس و بنیاد ہے۔ اسی کا اثر تھا کہ خیر القرون میں مسلم جماعت کا ادنیٰ فرد بھی جب کہیں سلاطین دنیا کے درباروں میں جاتا تو اُسکی اولوالعزمی اور استغنائی سے اہلِ دربار پر رعب چھا جاتا۔ افسوس کہ اس جذبہ کو جب سے مسلمانوں نے چھوڑا تو بجائے مرعوب کرنے کے خود مرعوب ہونے لگے۔ یہ نحوست توحید کو چھوڑنے کی وجہ سے آئی۔ وہ قوم جو اعلیٰ توحید پرست واقع ہوئی تھی۔ جو اقوام دُنیا کو توحید کا سبق دینے کے لئے نکلی تھی۔ آج وہ خود مختلف اقسام کے شرکوں میں مبتلا ہے۔ شریعتِ الٰہیہ کے صاف و مصفا چشمے کو اپنے گندے خیالات شرکیہ سے میلا اور گدلا کر دیا ہے۔ عوام تو پیر پرستی اور قبر پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں اور خواص تعلیمیافتہ گروہ تقلید جامد اور اسلاف و اصناف پرستی کے عشق میں مفتون ہیں۔ اصل الٰہی کتاب کو چھوڑ کر انسانی دماغوں کے تیار کردہ قوانین اور آرائے بشریہ کو خدائی قوانین اور شریعت الٰہیہ کا رتبہ دے رہے ہیں پہلی امتیں بھی اس شرک میں مبتلا ہو کر تباہی و خذلان کے عذاب کا مزہ چکھ چکی ہیں۔ جس کا تذکرہ فرقانِ حمید یوں فرماتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (توبہ: ۳۱)	یہود و نصاریٰ نے اپنے عالموں اور فقیروں کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے۔ اور مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہ اس سے پاک ہے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں عدی بن حاتم[1] فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت اُتری۔ تو میں نے

[1] ترمذی کتاب التفسیر۔ بیہقی فی المدخل

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ ہم تو ان علماء اور فقراء کی عبادت نہیں کرتے تھے آپ نے فرمایا۔ کیا جن چیزوں کو وہ حرام کہہ دیتے تم انہیں حرام نہ سمجھتے، خواہ اللہ تعالے نے اسے حلال ہی کیوں نہ کیا ہو۔ اور جن چیزوں کو وہ حلال کہہ دیتے تم ان کو حلال جاننے لگ جاتے۔ اگرچہ خدا نے حرام ہی کیا ہو۔ میں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا یہی ان کی عبادت ہے۔

(قانون دوم)

قومی حقوق کا دستور اساسی برّ الوالدین

(وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا) توحید کے بعد دوسرا نمبر حقوق قومی کا ہے جن کا دستور اساسی یہ ہے کہ اپنے والدین کی اطاعت و خدمتگذاری کی جائے۔ اور ان سے نہایت ہی لطافت اور حسن اخلاق سے برتاؤ رکھا جائے۔ جو قوم اپنے والدین کی خدمتگذاری اور حسن سلوک کے فرض کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ وہ قوم کے دوسرے افراد کی خدمت کا فرض ادا نہیں کر سکتی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب احسن اعمال کی بابت سوال ہوا۔ تو آپ نے اسی اصول کو پیش فرمایا کہ والدین کے ساتھ نیکی کرو۔ مستقبل کی ہر ایک قسم کی ترقی اور تمام خیر و برکات کے دروازوں کے کھلنے کا ذریعہ بھی والدین کی خدمت ہے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔ باپ بہشت کا درمیانی دروازہ ہے۔ بہشت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک اور روایت میں ارشاد ہے۔ کہ رضائے الٰہی والد کی رضامندی کا سبب ہے۔

اسلام میں والدین کی نافرمانی کو قیامت کے آثار میں شمار کیا گیا ہے یعنی جب کسی قوم میں ایسے افراد پیدا ہو جائیں۔ جو والدین کے عاق اور نافرمان ہوں تو اس وقت اس قوم پر ذلت و ادبار اور تباہی و خذلان کے ساتھ عذاب الٰہی کی گھڑی بھی آ پہنچی ہے یہاں تک کہ اس قوم کا نام زندہ اور مہذب قوموں کے زمرہ سے کٹ کر مردہ اور مغضوب قوموں میں شمار ہونے لگتا ہے۔

---

۱ صحیح بخاری و مسلم ۲ ترمذی و ابن ماجہ ۳ ترمذی

Marfat.com

قانون سوم

عامہ قومی حقوق کا ایفاء

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ (الاسراء) کے بعد تقسیمِ قوم کے حقوق کی نگہداشت اور انکی ذمہ داری کا فرض مسلم کے ذمہ عائد ہوتا ہے جن کے اصناف کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

(الف) خاندانی حقوق ۔ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔

(ب) اخلاقی حقوق ۔ وَ الْمِسْكِيْنَ۔

(ج) عام قومی حقوق ۔ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ۔

سورۂ بقرہ میں جہاں ابوابِ بِر کا تذکرہ آیا۔ تو وہاں بھی ایمان و اعتقاد کے بعد سب سے پہلے قومی حقوق کے ایفاء کا ارشاد ہوا۔ یہاں تک کہ اسکی اہمیت جتلانے کے لئے نماز و زکوٰۃ وغیرہ کا ذکر بھی بعد میں کیا گیا ؛

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ	نیکی یہ نہیں کہ تم اپنے مونہوں کو مشرق
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ	اور مغرب کی طرف پھیرو۔ لیکن نیکی اس
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	شخص کے لئے ہے جو اللہ پر اور آخرت
وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ	کے دن پر اور فرشتوں اور کتاب اور نبیوں
وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں رشتہ دارو
وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ	اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور
وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ ۚ	سوال کرنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں
وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ	مال دے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور
وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا	(ایسے لوگ) اپنے اقراروں کو پورا کرنیوالے (ہیں) جو
عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ	جب وہ اقرار کریں۔ اور تنگی اور تکلیف کی حالت
وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ	میں اور مقابلہ کے وقت صبر کرنیوالے ہوں یہ اسطرح
الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۞ (بقرہ)	اوصاف والے لوگ سچے ہیں اور یہی متقی ہیں ؛

Marfat.com

اسی سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کے میثاق کا تذکرہ بھی اسی اسلوب پر واقع ہوا ہے :-

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ۝ (بقرہ: ۸۳)

اور جبکہ ہم نے بنی اسرائیل سے اس امر کا وعدہ لیا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین سے اور یتیموں اور مسکینوں سے نیکی کرنا اور لوگوں کو بھلائی بتانا اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا پھر تم میں سے سوائے تھوڑے لوگوں کے سب پھر گئے اور اب تم ان سے اچھی طرح روگرداں ہو۔

اور سورۂ نساء میں ان کے علاوہ اور بھی اصناف قومی کا ذکر آیا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (نساء: ۳۶)

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کرو اور اپنے والدین سے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور پاس والے اور فاصلہ والے ہمسایوں اور رفیقوں اور مسافروں اور غلاموں سے نیکی کرو۔

ارشاداتِ بالا سے معلوم ہوا کہ قومی حقوق کے اصناف علی اختلاف المراتب حسب ذیل ہیں :-

سب سے اوّل حقوق والدین بعد ازاں بقیہ رشتہ داروں کے حقوق۔ پھر یتیموں کے۔ پھر مسکینوں کے۔ اُن کے بعد قریبی ہمسایوں کے۔ پھر فاصلہ والے ہمسایوں کے پھر پاس والے ساتھی یا رفیقان کار کے حقوق۔ پھر راہرو مسافروں کے پھر حاجتمند سائلوں کے۔ پھر غلاموں کے حقوق کہ انہیں قید غلامی سے آزاد کیا جائے۔

رشتہ داروں کے حقوق فقط یہی نہیں کہ اُنکی مالی اعانت کی جائے بلکہ تمام وہ حقوق جو تعلق قرابت کی وجہ سے عائد ہوتے ہیں۔ مثلاً صلہ رحمی اور حُسن معاشرت اور اعانت و امداد اور تعلیم و تربیت کے حقوق۔ پس ذوی القربیٰ کے حقوق بہ نسبت دیگر افراد کے دوسرے

Marfat.com

ہیں۔ ایک تو اُن کے حقوقِ عامہ۔ مثلاً اگر وہ یتیم یا مسکین ہوں۔ تو حقوق یتامیٰ اور مساکین کی مدّ میں سے حصہ دار ٹھیریں گے اور اس وقت یہ بہ نسبت دوسرے یتامیٰ اور مساکین کے درجۂ اوّل میں ہونگے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

"مسکین کو صدقہ دینے میں ایک درجہ کا ثواب ہے اور رشتہ دار کو دینے میں دُوہرا ثواب ہے۔ ایک ثواب صدقے کا۔ دوسرا صلۂ رحمی کا۔"[1]

دُوم اُن کے خاص حقوق قرابت اور صلۂ رحمی کے۔ اور اُن کے ساتھ نیکی کرنا بھی درحقیقت والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا تتمہ ہے۔ کیونکہ انہیں کے تعلّق کی وجہ سے حقوقِ رشتہ عائد ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اسے سب سے بڑھ کر نیکی فرماتے ہیں۔[2]

جس قوم میں حقوقِ رحمی کی بجا آوری نہ ہو اس کے متعلق ارشاد ہے کہ

"اُس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں رشتہ کا تعلق قطع کرنے والا شخص ہو۔"[3]

اعانت یتامیٰ کے متعلق فرمایا کہ

"یتیم کا کفیل میرے ساتھ جنّت میں اس طرح ہوگا جس طرح دو انگلیاں۔"[4]

اور امداد مساکین کے متعلق فرمایا۔

"بیوہ عورت اور مسکین کی امداد کے بارے میں کوشش کرنا اللہ کی راہ میں کوشش کرنے والے کے برابر ہے۔"[5]

حقوق ہمسایہ کی طرف یُوں توجہ دلائی:-

"جس شخص کے پاس والے ہمسائے بھُوکے مرتے ہوں وہ مومن نہیں۔"

اور فرمایا۔

"جبرئیل مجھے ہمسایہ کے بارہ میں ہمیشہ وصیت کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہُوا کہ کہیں اسے وارث نہ بنا دے۔"

عامہ قومی حقوق کی طرف یوں توجہ دلائی:-

"اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔"

---

[1] تا [5] بخاری۔ [6] مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔

Marfat.com

اسلام کی اس عالمگیر فیاضی اور عام مخلوق کی تعلیم ہمدردی سے متاثر ہو کر ایک مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن لکھتے ہیں کہ

"مسلمانوں کی نیکیاں جانوروں تک کے حق میں ہوتی ہیں اور قرآن میں محتاج اور مسکین کی اعانت کرنے کی مکرر تاکید ہوئی ہے اور اس کو محض تبرع یا ثواب کے طور پر بلکہ فرض اور حکم ناگزیر کے طور پر واجب قرار دیا ہے شاید محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی صرف ایسے صاحب شریعت ہیں جنہوں نے خیرات کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا ہے اس کی مقدار معین جائداد کی نوعیت اور مقدار پر بدلتی ہے مثلاً نقد غلہ یا مویشی اثمار و اسباب تجارت مگر جب تک کہ مسلمان اپنے مال کا دسواں حصہ نہ دے اس نے شریعت کی تکمیل نہ کی۔ درحقیقت فیاضی بنیاد ہے عدالت کی۔ اور جن لوگوں کی اعانت ہم کو لازم ہے ان کو ضرر پہنچانا ممنوع ہے۔ کوئی نبی الہیات اور برزخ کے غیبیات و اسرار بیان کیا کرے مگر اخلاقیات کے احکام میں اس کو صاف ہی دل سے احکام بیان کرنے ہوں گے۔ (جلد ۹ ص ۵۰)

قانون چہارم

نظام اقتصادیات

یعنی

تحفظ مال اور انسداد فضول خرچی

(وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا) عن ابن مسعودؓ التبذير الانفاق في غير حق. یعنی ناجائز خرچ کو تبذیر کہتے ہیں۔

گذشتہ قانون میں حقوق قومی کی طرف توجہ دلائی گئی تھی۔ اب وہ قانون بتایا جاتا ہے جس کے ذریعہ سے جذبات قومی و ملی کی ادائیگی کا موقع مل سکے اور وہ مالی طاقت کی حفاظت کا قانون ہے مسلم کو اس قانون کی طرف خاص توجہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مالی قوت کے ذریعہ سے ہی وہ ارتقاء کی بڑی بڑی منزلیں طے کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہی اقتصادی طاقت بہت سے خیر و برکات اور فضل و انعامات الٰہیہ کی کشش کا ذریعہ ہے

Marfat.com

اس لئے قرآن حکیم اسے متعدد جگہ خیر اور فضل اللہ کے لقب سے یاد فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ ایک موقعہ پر اسی مال کو قومیت کے قیام کا ذریعہ بتاتے ہوئے اس کی حفاظت کا یوں حکم دیا جاتا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا (نساء: ۱)	اور بیوقوفوں کو اپنے وہ مال نہ دو جنہیں اللہ نے تمہاری طاقت کا ذریعہ بنایا ہے۔

قانون ششم

الاقتصاد فی الانفاق

یعنی

اخراجات میں میانہ روی

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا۔ گزشتہ قانون میں حفاظت مال کی طرف توجہ دلا کر بیجا خرچ کرنے کی ممانعت کی گئی تھی۔ ممکن ہے کہ ایک شخص فضول خرچی سے تو باز آجائے لیکن اخراجات مالیہ میں بے قاعدگی اور نظام نہ رکھنے کے باعث پھر بھی ارتقاء اقوام کی منازل عالیہ پر فائز نہ ہوسکے۔ لہٰذا اب اس شعبۂ بذل اموال میں بھی نظام اعتدال قائم رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ مسلم جس طرح زندگی کے ہر ایک شعبہ میں تنظیم اور تناسب و اعتدال قائم رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ شعبہ بھی اس کے نظام تنظیم سے باہر نہ ہے۔ سورۂ فرقان میں بھی جب خصائص و صفات عباد الرحمٰن بیان فرمائے گئے تو ایک خاصہ اُن کا یہ بھی بتایا گیا۔ کہ

وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا (فرقان: ۶۷)	اور جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے۔ اور نہ موقعہ پر تنگی کرتے ہیں۔ بلکہ ان کا خرچ معتدل ہوتا ہے۔

حدیث میں بھی اس کی فضیلت و منفعت کا یوں تذکرہ ہے۔

Marfat.com

"خرچ و اخراج کی سادگی اور درمیانہ چالی میں زندگی کے گذر اوقات کا نصف آرام[۵] ہے"

ایک اور روایت میں اس سے بھی بڑھ کر فضیلت آئی ہے۔ یہاں تک کہ اس نظام کو نظام نبوّت کا شعبہ ٹھیرایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

"میانہ روی نبوّت کا چوبیسواں حصّہ ہے"

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ انبیاء علیہم السّلام دُنیا میں اس لئے تشریف لاتے ہیں کہ اصول فطرت کی تدوین و تشریع اور اعمال فطریہ کی تنظیم و ترتیب کے لئے ایک باقاعدہ نظام پیش کریں۔ لہذا ہر وہ نظام عمل جو نورِ نبوّت سے مقتبس ہو حقیقت میں نظام نبوّت کا ہی ایک شعبہ ہے۔ ناظرین اس مضمون کی ذہن نشینی کے لئے حدیث ذیل کا مطالعہ فرمائیں۔ ارشاد نبوی ہے:۔

"ایمان کی شاخیں ستّر سے کچھ اُوپر ہیں۔ جن میں سے افضل شاخ اقرار توحید۔ اور ادنٰی شاخ راستوں کی صفائی ہے۔ اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ[۶] ہے"

آگے فراوانی اور تنگی رزق کے متعلق دلیل پیش فرمائی جاتی ہے:۔

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۔ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۔

یعنی وسعت رزق کے لئے ہمارا قانون مقرر ہے جو کوئی اس کے مطابق روش اختیار کریگا وہ وافر رزق حاصل کریگا اور جو اسکی خلاف ورزی کریگا اس کی روزی تنگ ہو جائے گی۔

پس تنگی رزق کی مصیبتیں انسان کے اپنے ہاتھوں کی وضع کردہ ہوتی ہیں جو غفلت اور نظم وضبط میں خلل اندازی سے پیدا ہوتی ہیں۔

---

[۵] ترمذی۔ [۶] مشکوٰۃ کتاب الایمان بحوالہ شیخین۔

Marfat.com

قانونِ ششم

حفاظتِ نسل و تربیتِ اولاد

(وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ)[1] کسی قوم کی بدترین حالت وہ ہوتی ہے جبکہ اس کی وحشت و بربریت اس درجہ تک پہنچ گئی ہو۔ کہ اوہامِ باطلہ کی رو سے

---

[1] دنیا اس وقت سخت پریشانی میں ہے کہ دنیا کی آبادی بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اس کے مقابل خوراک کے وسائل کم ہیں۔ غلہ کی پیداوار اس قدر نہیں ہو رہی کہ سب کا پیٹ بھر سکے۔ اس لئے خاندانی منصوبہ بندی کے اصول نافذ کر کے غیر طبعی طریقوں سے آبادی کو کم کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں اس میں شک نہیں کہ خاندانی منصوبہ بندی بعض حالات میں تو مفید ہے۔ مثلاً بیوی کمزور ہے مزید پیدائشِ اولاد کے لئے اس کی صحت اجازت نہیں دیتی۔ مگر محض غربت کے ڈر سے اولاد کی پیدائش کو روکنا جائز نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ حالاتِ حاضرہ میں جو افزائشِ نسل ہو رہی ہے اس کی خوراک کہاں سے آئے گی؟ اس کا جواب قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے سے دیدیا ہوا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآنی بیان کے مطابق ان خزانوں کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ زمینی پیداوار کی بابت سورۃ حٰمٓ سجدہ میں اس مشکل کا حل بتا دیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا۔ الآیۃ

تو کہہ دے کیا تم اس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دوروں میں پیدا کیا اور اس کے شریک مقرر کرتے ہو یہ خدا تو سب جہانوں کا رب ہے اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے ہیں اور اس میں برکت رکھی ہے اور اس میں ان کی خوراکوں کا اندازہ مقرر کیا ہے۔

ان آیات میں بطور پیشگوئی اشارہ ہے کہ ایک زمانہ میں زمین کو اس کی آبادی کے مطابق غذا پیدا کرنے کے قابل نہیں سمجھا جائے گا۔ اس کی تردید میں فرمایا کہ یہ خیال غلط ہے۔ قَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا۔ اس میں نوافزائش غذا کی قوتیں ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق مقرر شدہ ہیں ان سے کام لیا جائے تو کامیاب ہو سکتے ہو۔ دوسری جگہ فرمایا:۔

Marfat.com

یا کسی جزوی مفاد کے حصول کی اُمید پر اپنے لختِ جگر فرزندوں تک کو قتل کر دینے سے باک نہ رکھتی ہو۔ جیسا کہ اسلام سے قبل عہدِ جاہلیت میں قومِ عرب بلکہ اقوامِ عالم

بقیہ حاشیہ۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (حجر آیت ۲۲)

کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس موجود نہ ہوں۔ اور ہم اسے معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

پس اتنیک جو زمین کی پیداوار میں کمی ہے وہ تمہاری ذہنی استعدادوں کی وجہ سے کمی ہے۔ اگر تم اپنے دماغوں کو الٰہی خزانوں کی تلاش میں لگا دو گے تو اس کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے جائیں گے اور سورۂ بقرہ میں افزائشِ پیداوار کے اندازہ کا اشارہ ایک لطیف تمثیلی پیرایہ میں بیان فرما کر دنیا کو اس ذہنی پریشانی سے نجات دلا دی گئی ہے۔ فرمایا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِىْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (بقرہ آیت ۲۶۲)

جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی مانند ہے جو سات بالیں اُگائے اور ہر بالی میں سو دانہ ہو اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے وسعت دینے والا اور بہت جاننے والا ہے۔

اس آیت سے استنباط فرماتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"قرآن کریم کی بعض آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ غلہ تین چار سو من فی ایکڑ پیدا ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ پیدا ہو سکتا ہے۔ اوسط پیداوار دنیا کی پانچ من ہے۔" (الفضل ۵ اپریل ۱۹۵۳ء)

ورلڈ اٹامک انرجی کمیشن جس میں روس۔ اٹلی۔ جرمنی۔ فرانس اور انگلینڈ کے سائنسدان شامل ہیں۔ گندم فی ایکڑ ۲۵۰ سے لیکر ۳۰۰ من گندم نکلنے کے امکانات سے آگے نہیں جا سکے۔ مگر قرآن حکیم ان کی عقلوں کو مہمیز لگا کر انہیں آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ ۱۲ منہ

؎ قتل اولاد کی رسم بہ قدیم زمانہ سے تقریباً تمام جہان میں پھیلی ہوئی تھی۔ یونان اور روم کبیر میں جہاں بڑے بڑے حکیم اور اہل ناموس گذرے ہیں۔ یہ رسم پسندیدہ تھی۔ افلاطون اور ارسطو جیسے نامی حکیم بھی قتلِ اولاد کے حامی تھے ارسطو کا قول ہے کہ لنگڑے لولے لڑکوں کا پرورش پا جانا قانوناً روکنا چاہیئے۔ اور جب کثرتِ بنی آدم کو کم کرنا منظور ہو تو جنین میں جان پڑنے سے پیشتر اسقاط حمل کرانا چاہیئے۔ ملک اسپارٹا (یونان) میں یہ قانون تھا کہ جب کسی کے یہاں لڑکا

Marfat.com

کی حالت تھی۔ اس قوم کی اصلاح کے لئے دستور بالا میں ایک نوع خطاب ہے۔ لیکن جو قومیں اس حالت وحشت و بربریت سے نکل کر تہذیب و تمدن کے انسانی دور میں قدم رکھ چکی ہوں۔ ان کی اصلاح کے لئے قانونِ مذکور میں ایک دوسری طرز کا خطاب وارد ہے۔ کیونکہ یہ قومیں جرائم کا ارتکاب وحشی اقوام کے طرز پر نہیں کرتیں۔ مگر باوجود اپنے درجہ اور حیثیت کی رُو سے وہ بھی انہیں جرائم کے ارتکاب سے معصوم نہیں رہ سکتیں۔ اگرچہ ان کے ارتکابِ جرم کی صورت نوعیہ دوسرے پیرایہ میں ہوتی ہے جسے آپ قتل اولاد کی مہذب صورت کہہ سکتے ہیں۔ لہذا انہیں اس قانون کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ اے دورِ تمدن میں سعی اور ترقی کرنے والی قومو! تمہاری ترقی کے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی ہے کہ اپنی لختِ جگر اولاد کو تعلیم و تہذیب کے زیور سے مزین کرو۔ کیونکہ مستقبل زندگی میں ان کی مستقل ترقی کا سلسلہ انہیں کی اصلاح و تربیت سے وابستہ ہے۔ مبادا تمھیں یہ خیال گذرے کہ چونکہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت کے مصارف کے بارگراں کے ہم متحمل نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان کو علمی برکات سے محروم رکھکر ابتدا ہی سے انہیں دنیا کمانے کے ادنیٰ مشاغل میں لگادو۔ اور ان کی اصلاح و تربیت اور ذہنی ترقی کی طرف سے غفلت برتو۔ یاد رکھو۔ ایسی حالت میں گویا تم بھی قتل اولاد کے جرم کے مرتکب ہو گئے۔ کیونکہ ان نونہالان فرزندانِ قوم کا ابتدائی عہد جو تعلیم و تہذیب کے حاصل کرنے کا فطرتاً موزوں زمانہ ہے۔ اگر اس نازک وقت میں تم نے ان کی علمی و اخلاقی اور ذہنی دنیا

بقیہ حاشیہ:۔ پیدا ہوتا تو وہ شخص اس کو قوم کے وجوہ دعیان کے پاس لے جاتا وہ لوگ اس کو ملاحظہ کرکے دیکھتے کہ وہ تام الخلقت اور تندرست ہے تو اسے حکم دیتے کہ اس کی پرورش کرے اور اگر اس میں کوئی نقص دیکھتے تو کوہ طیجیپس کے قعر میں گرا دیتے تھے۔ اہلِ روما میں بھی ایسا ہی دستور تھا کہ اگر بچے کا باپ چاہے تو اسے پرورش کرے ورنہ اگر اس میں ضعف و نقص پائے تو جنگلی جانوروں کو کھلا دے۔ چینی قوموں میں بھی یہ ہنوز ایک رسم عام ہے چین اور ہند میں اس کا عام رواج تھا۔ اسلام کا دنیا پر یہ عظیم الشان احسان ہے کہ اس نے اسکی ممانعت کا عام اعلان شائع فرمایا۔ اور اسکو ایک ناقابلِ عفو جرم قرار دیکر اسکے متعلق تحقیق و تفتیش کا قانون بایں ارشاد نافذ فرمایا وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ۔ ؎ یہ تفسیر اہل تحقیق سلف سے بھی منقول ہے چنانچہ مفردات راغب میں ہے۔ قیل ان ذلک نهی عن شغل الاولاد بما يبعدهم عن العلم۔ انتہی۔

Marfat.com

ترقی کے لئے جد و جہد نہ کی اور ان کی تربیت و تعلیم کی طرف سے غفلت برتی۔ تو گویا ان کی مستقبل زندگی پر تم نے ایک کاری ضرب لگائی۔ کیونکہ جب وہ بڑے ہو کر عہد طفولیت کو جو دورِ تعلیم کا بہترین زمانہ تھا کھو بیٹھیں گے۔ اور دورِ شباب میں پہنچ کر جبکہ ان کی اہوائے نفسانیہ اور قوائے شہوانیہ پورے جوش میں آ کر انہیں آپے سے باہر کر دیں گی۔ تو اُس وقت یہ افراد ذلّت و تباہی کے مختلف مشاغل میں منہمک ہو جاوینگے کیونکہ تربیت و تہذیب اور اصلاح اخلاق نہ ہونے کے باعث فسق و فجور اور بداخلاقی و فحشاء میں پڑ جائیں گے۔ جس کی وجہ سے غضب الٰہی کی آگ کا بھڑک اُٹھنا بعید نہیں اور پھر ان کے ارتکاب جرائم کے باعث نظامِ تمدّن کو جو نقصان پہنچے گا اس کا اندازہ کہاں تک کیا جا سکتا ہے۔ اور نیز بوجہ جہالت اور فقدانِ علم کے حصول معیشت دُنیا کے اعلیٰ ذرائع سے بھی محروم رہ جائیں گے۔ اور علمی لیاقت نہ رکھنے کے باعث اعلیٰ عہدوں اور اچھے مراتب کو تو حاصل نہیں کر سکیں گے۔ ناچار یا تو ادنیٰ اور ذلیل درجوں پر رہنا غنیمت جان کر دوسری ترقی یافتہ قوموں کے حلقہ غلامی میں زندگی بسر کریں گے۔ بشرطیکہ انہیں اس غلامی کا سہارا بھی مل سکے۔ ورنہ ملعون زندگی کے ایام بسر کرنے کے لئے ایسے بدترین اور مہلک پیشوں کے اختیار کرنے سے دریغ نہیں کریں گے جن کے تصوّر سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے۔ جیسے چوری اور رہزنی قتل و سفّاکی وغیرہ ؎

آہ! وہ اُمّتِ مسلمہ جس کو خیر امّت کا اعلیٰ خطاب دیا گیا تھا۔ اس ہدایت ربّانی کو دستور عمل نہ بنانے کے باعث آج اس کی حالت کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؎

یہ بڑا ہی بھاری جرم ہے جس کے تباہ اثرات پر ابتداءً اگرچہ عامۂ خلائق کی نظریں نہیں پڑ سکتیں مگر وہ اپنے نتائج کی رُو سے سخت مہلک ہے۔ اس لئے آگے فرمایا۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا۔ یعنی یہ ایک ایسا بڑا جرم ہے۔ جس سے یہ نہ سمجھو کہ فقط ان چند نفوس کا قتل ہے بلکہ جیسا کہ اوّل میں ہم تشریح کر چکے ہیں۔ اس میں تمام نظام تمدّن کا بگاڑ ہے۔ جس کے مہلک اثرات سے تمام قوم کی اخلاقی و علمی رُوح فنا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری طرف اس کی ہیئتِ حکومت

کا نظامِ امن برباد ہو جاتا ہے۔ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔
آیت کے اشارۃ النص سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس مہلک جرم کے انسداد کے لئے جبر یہ تعلیم کے قانون جاری کرانے میں جدّ و جہد کریں۔ اور جہاں اسلامی سلطنت ہو اس کا فرض ہے کہ اپنی قلمرو میں اس قانونِ الٰہی کو نافذ کرے۔ تاکہ اس کے ذریعہ قومیں موت و ہلاکت کی راہ سے ہٹ کر شاہراہِ نشو و ارتقاء پر چل سکیں۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

قانونِ ہفتم

تحفّظِ عصمت و ناموسِ قومی

(وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا) نوعِ انسانی کے ارتقاء کا ساتواں قانون یہ ہے کہ احساساتِ رُوحانیہ کی حفاظت کی جائے اور ہر اُن افعال سے محترز رہنا چاہیئے۔ جو انسان کے حسّیات اخلاقی اور جذباتِ رُوحانی پر ٹھیس لگانے والے ہیں۔ ان میں سے زنا ایک ایسا فحش ترین فعل ہے جو پرلے درجے کا حیاکش اور غیرت سوز ہونے کے علاوہ مفسدِ نظامِ تمدّن بھی ہے جس سے قوموں کے درمیان آتشِ فساد بھڑک کر ان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے انہی مفاسد کی بناء پر فرمایا۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا یعنی زنا ایک طرف تو اخلاقی جرم ہے، جو غیرت و رُوحانیت انسانی کو مٹاتا اور رحاسّہ اخلاقی کو فنا کر ڈالتا ہے۔ اور دوسرا یہ تمدّنی جرم بھی ہے۔ کیونکہ اس کا بد اثر جمعیت قومی پر پڑ کر تمدّن کو فاسد کر دیتا ہے اور قوم کو راہِ تنزّل کی طرف لے جاتا ہے اور جس قوم کے افراد قوموں کی عزّت محفوظ رکھنے والے نہ ہوں وہ دنیا میں عزّت اور ترقی کس طرح پا سکتے ہیں۔

دستورِ بالا میں لَا تَقْرَبُوْا کا صیغہ لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ فقط زنا سے ہی محترز رہنا کافی نہیں۔ بلکہ جب تک ہر اُن ذرائع سے جو محرکِ زنا

Marfat.com

ہیں احتراز نہ کیا جائے۔ ارتقتسادممکن نہیں۔ اور اس قانون کی تفصیل سورۂ نور میں مذکور ہے۔ چنانچہ وہاں پہلے اس جرم کی بدنی سزا کا قانون ذکر فرمایا۔ اور پھر اس کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان فرمایا۔ اور مردوں اور عورتوں کے اختلاط روکنے کے لئے پردہ کا حکم دیا گیا۔ اور انسداد بدکاری کے لئے نکاح عام کی ترغیب دلا کر اس کو آسان اور وسیع پیمانہ پر قائم کرنے کے لئے نکاح بیوگان کا حکم دے کر ہر ممکن ذرائع بدکاری کا انسداد کر دیا گیا۔

قانون ششم

امن عامہ خلائق

(وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ) قوموں کی ترقی کے لئے ضرورت ہے کہ نظامِ امن قائم کیا جائے۔ کیونکہ جب تک امن عام نہ ہو۔ کوئی شخص بھی مامون و مطمئن ہو کر کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتا۔ پس نظامِ صلح قائم رکھنے کے لئے حکومت اور سیاست مدن کی ضرورت ہے تاکہ اگر کوئی شخص فساد و خونریزی کر کے امن عامہ خلائق کو صدمہ پہنچائے۔ تو اسے حکومتِ وقت سزا دے۔ اس لئے فرمایا۔ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور جب کہیں واردات قتل ہوں۔ تو ورثائے مقتول کے متعلق یہ قانون ہے کہ انہیں مقتول کے قصاص لینے کا اختیار ہے وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا۔ اس کے لئے باقاعدہ عدالت میں دعویٰ دائر کرنا چاہیئے۔ اور خود ارتکاب قتل نہ کریں۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط کیونکہ اس سے نظامِ تمدن میں بگاڑ ہوگا۔ بلکہ حکومتِ وقت کی طرف رجوع کریں۔ کیونکہ ان کی اعانت و امداد کے لئے محکمۂ عدالت قائم ہے جس میں ان کی دادرسی کی جائے گی۔ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝

قانون نہم

حفظِ حقوقِ یتامیٰ

(وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ) چونکہ امتِ مسلمہ کی بعثت کا مقصد اقوامِ عالم کی حفاظت و نگرانی اور اصلاح و تربیت قرار دیا گیا ہے۔ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (البقرہ: ۱۴۳) لہذا ایسے منصب پر کھڑے ہونے والی جماعت کا یہ اوّلین فرض ہے کہ اپنے اندر عدل و انصاف کی پوری قابلیت پیدا کرے۔ اور شفقت و ہمدردی کے جذبہ میں اعلیٰ مہارت دکھائے۔ اس کے لئے ابتدائی اور پرائمری تعلیم کے طور پر حقوقِ یتامیٰ کی حفاظت و نگرانی کا فریضہ اس کے ذمّہ عائد کیا جاتا ہے تاکہ جب اس فریضہ کو پورے طور پر سرانجام دینے کی قابلیت کی سند حاصل کر لے۔ تب اسے چاہیئے کہ اپنے معیارِ تخیّل کو اعلیٰ اور عزائم و ہمم کو بلند کر کے بطورِ ثانوی تعلیم کے اس قانون کی تشریح یوں سمجھے کہ آزاد اور فاتح قوم کے سامنے بھی دُنیا کی مفتوح اور ادنیٰ اقوام بمنزلہ یتامیٰ کے ہوتی ہیں۔ ان کی تعلیم و تربیت اور نگرانی حقوق فاتح قوم کے سپرد ہوتی ہے۔ لہذا اس فریضہ کو بھی ادا کرنا مسلم کے خصوصی فرائض میں داخل ہے۔

قانونِ دہم

ایفاءِ عہد

(وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ) امورِ معاشرت کی رُو سے یہ قانون نہایت ہی عظیم الشان ہے۔ اور مومن کے ایمان کی آزمائش بھی اسی قانون کی پابندی سے البتہ

Marfat.com

ہے۔ کیونکہ جو شخص لوگوں کے معاہدات کی پابندی نہیں کرتا۔ وہ اللہ تعالےٰ کے اُن معاہدوں کا کس طرح پابند رہ سکتا ہے جس کا عہد اس نے ایمان کے ذریعہ سے کیا۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ

وہ شخص ایماندار نہیں جس میں دیانتداری نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں وہ دیندار نہیں[1]۔"

فاتح قوم کے لئے بھی یہ قانون نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس پر کسی قوم کا اعتماد اُس وقت تک نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ ایفاء عہد کا یقین مفتوح اقوام کو نہ دلادے۔ اور جب کوئی ترقی یافتہ قوم معاہدات کی پابندی میں غفلت برتنے لگتی ہے۔ تو تنزل کے جراثیم بھی اس وقت سے پیدا ہونے شروع ہوجاتے ہیں اس لئے کہ فطرت الٰہیہ نے اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والے سے بازپرس کا زبردست قانون بھی جاری فرما رکھا ہے۔ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا۔

عالم آخرت میں تو اس کی بازپرس احکم الحاکمین کے دربار سے بلاواسطہ ہونے والی ہے لیکن اس دار دنیا میں بھی سیاست الٰہیہ نے سوال کرنے کا قانون یوں مقرر فرمایا ہے کہ جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے۔ تو اس کے سوال کے لئے قوم کے انہیں افراد میں جذبات بھڑکا دیئے جاتے ہیں۔ یا دوسری زندہ قومیں اس کا محاسبہ لیتی ہیں۔

قانون یازدہم

معاملاتِ باہمی میں عدل

(وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا) قوموں کی ترقی کی رفتار تدریجی ہوتی ہے۔ جب کوئی قوم اصلاح و تہذیب کے ساتھ اولین دور بدویت کو ختم کرکے دوسرے

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی ۱۲ مؤلف۔

Marfat.com

دور مدنیت و عمرانیت میں قدم رکھتی ہے۔ تو اُس وقت اُس کے مشاغل زندگی اور ضروریات معاشرت اقتصادیات ہوتے ہیں۔ پس جب اس میں اپنی اعلیٰ قابلیت اور حسنِ انتظام سے عدل و انصاف کو قائم رکھ کر مہمات امور سرانجام دیتی ہے۔ تو قانونِ قدرت کی رُو سے اس کو تیسرے شاندار دور حکومت و سیاست مدن میں قدم رکھنے کی قابلیت عطا کی جاتی ہے۔ پس دراصل سیاست کا اوّلین زینہ نظام اقتصادیات ہے۔ اور جو قوم اقتصادیات کے فرائض بجا نہیں لاسکتی۔ اور اس میں عدل و انصاف قائم نہیں رکھ سکتی وہ سیاست و حکومت کے میدان میں قدم رکھنے کے قابل نہیں۔ پس جو قوم کہ آئندہ ترقی کے شاندار مراحل طے کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اُسے لازم ہے۔ کہ اس دستور کی احتیاط سے پابندی کرے۔ کیونکہ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۔ یہ دستور اس کی ترقی کا بہترین ذریعہ ہے اور اس کی تعمیل سے مستقبل کا انجام احسن ہوگا۔ اِس لئے کہ بوجہ حُسنِ قابلیت آئندہ کے مراحل ترقی بھی آسانی سے طے ہوسکیں گے۔

انتباہ

قرآن حکیم میں جو کیل و وزن کے انصاف پر زور دیا گیا ہے۔ اس کو فقط معاملات تجارت میں منحصر مت سمجھو بلکہ اس کو تمام اعمال زندگی کے لئے قانون عام جانو۔ مقصد یہ ہے کہ سب امور میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا چاہیئے جس پیمانہ پہ دوسروں سے حقوق لینا چاہتے ہو۔ اسی پیمانہ پہ دوسروں کو بھی دو۔

قانونِ دوازدہم

اظہار رائے سے قبل تحقیق و استخبار اور بنی نوع سے حسن ظن و اعتبار

(وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ) اتحاد قومی کی اساس حُسن ظن اور اعتبار پر ہے اور شقاق و نفاق کی بنیاد سُوءِ ظنّی اور بے اعتباری پر ہے جس سے جذبات نفسانیہ بھڑک کر بڑی بڑی بداخلاقیوں کے پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ لہٰذا نشأۃ قومیہ کی تکمیل کے

Marfat.com

لئے یہ زرّیں اصول پیش کیا جاتا ہے کہ ہر اُن تحریکات سے محترز رہنا چاہیئے۔ جن کی بنیاد وہمیات اور ظنیات پر قائم ہو جب تک کسی امر کی تحقیق قطعیت اور یقین سے نہ ہو جائے اس میں دخل نہیں دینا چاہیئے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی کی ذات یا شخصیت کے متعلق بھی محض قیافہ اور ظن سے کام لے کر کوئی فتویٰ نہ لگایا جائے۔ بدگوئی و بدظنی اور عیب چینی تہمت و غیبت اور جھوٹی شہادت وغیرہ امراض خبیثہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں جو نشاۃ قومیہ کے لئے سمّ قاتل ہیں۔ سورۂ حُجرات میں اصول اتحاد و ائتلاف قومی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ٥ (۴۹ : ۱۲)	اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو۔ کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں اور نہ ایک دوسرے کے عیب ڈھونڈو اور نہ کسی کی غیبت کرو کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے جس سے تم کراہت کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے ۵

آیت بالا میں ذکر ہے کہ نفاق و شقاق قومی کی بنیاد بدظنی پر ہے۔ اور پھر یہ مرض بڑھ کر انسان کو ایک دوسرے مرض تجسّس اور عیب چینی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پھر اس پر بس نہیں ہوتی۔ بلکہ انسان اس سے آگے قدم بڑھاتا ہے اور غیبت اور عیب گوئی میں منہمک ہو کر افرادِ قوم کے خون چوسنے اور گوشت کھانے کا عادی بن جاتا ہے اور یہ قوم کی بدترین حالت ہے جس کی ابتداء بدظنی سے ہوتی ہے لہذا اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ بدظنی کی بجائے حُسن ظنی اور اعتماد قومی کا شیوہ اختیار کیا جائے جب تک کسی چیز کے متعلق پختہ علم اور یقین حاصل نہ ہو اس پر اقدام عمل اور اظہار رائے نہ کیا جائے۔ بلکہ حصول علم صحیح کی کوشش کی جائے۔ اور چونکہ حصول علم کے ذرائع تین ہیں۔ سمع۔ بصر۔ فؤاد (قلب) انہیں کے ذریعہ انسان ہر ایک قسم کی معلومات صحیح یا غلط بہم پہنچاتا ہے۔ لہذا علم صحیح کا مدار ان وسائط کی صحت و اعتدال پر موقوف ہے جب تک ان اساطین علم کو مرکز اعتدال سے وابستہ نہ کیا جائے اور انہیں را

افراط و تفریط سے ہٹا کر اقتصاد کے خط استواء پر قائم نہ رکھا جائے۔ علم صحیح تک دسترس ناممکن اور حق و حقیقت شناسی کی محنت ضائع۔ بنا بریں آئندہ حصول علم صحیح کا قانون بتایا جاتا ہے۔ کہ انسان اپنی معلومات کے ذرائع ثلثہ کان اور آنکھ اور دل کو غیر محل میں استعمال کرنے سے بچائے۔ کیونکہ ان کی ہر ایک کمی بیشی اور افراط و تفریط کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

قانون سیزدہم

فاتح قوم کا شعار تواضع و انکسار

رو لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا، جو قوم کہ اپنی شاندار ترقی کے دور میں گامزن ہو اور دوسری اقوام پر فاتحانہ اقتدار رکھتی ہو۔ تو ایسے وقت میں بھی اسے چاہیئے۔ کہ اخلاقی معیار کو اپنا طغرا امتیاز بنائے۔ اور اپنی ترقی پر کبھی نہ اترائے۔ بلکہ تواضع و انکسار کو اپنا شعار بنائے۔ انسان اگرچہ کتنی ہی مساعی کر کے ترقی کی اصلی منزل پر پہنچا ہو لیکن جب وہ تکبر و غرور کرنے لگتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کو ترقی کا مستحق سمجھتا ہے جس کی وجہ سے ان اسباب کی طرف سے بے پرواہی کرنے لگ جاتا ہے۔ جو اس کو حقیقت میں ترقی کی منزل پر پہنچانے والے تھے پس یہی اصل تنزل ہے بڑی سے بڑی قوموں اور زبردست جبار حکومتوں کو دیکھو جب اسی نقطہ پر پہنچیں۔ تو کس طرح عذاب الٰہی کے پنجہ میں گرفتار ہو گئیں۔ سورۃ مومن میں اس کا تذکرہ یوں ملتا ہے:۔

ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۴۰: ۷۶)	اور یہ اس لئے کہ تم زمین میں ناحق خوش ہوتے تھے اور اس لئے کہ تم اتراتے تھے۔ دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اسی میں تم ہمیشہ رہو گے پس متکبروں کا ٹھکانا کیا ہی برا ہے۔

Marfat.com

سورۂ فرقان میں عباد الرحمٰن کے اوصاف کا یوں تذکرہ ہے:۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝
(فرقان: ۶۳ تا ۶۶)

اور اللہ کے بندے وہ ہیں۔ جو زمین پر انکسار سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔ اور وہ جو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام کرتے ہوئے راتیں گذارتے ہیں۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے۔ کیونکہ اس کا عذاب چمٹنے والا ہے۔ یقیناً وہ بُری جگہ ہے۔

قانون چہاردہم

دستور اساسی (توحید) کی حفاظت

(وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ) ضوابط دستور ترقی کے شروع ہونے سے پہلے بھی یہی ارشاد ہوا تھا۔ اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ جو قوانین ترقی آئندہ تم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر چلنے سے پہلے تم اپنی قوت ارادیہ کو اس قدر آزاد اور بلند اور اولوالعزم بنا لو۔ کہ بمقابلہ عظمت الٰہی کے تمہارے دلوں میں دوسروں کی وقعت و ہیبت کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ اگر ابتدا ہی میں غیر اللہ کا رعب طاغوتی تمہارے ذہنوں میں جاگزین ہو گیا۔ تو تم ترقی کی راہ میں قدم ہی نہ رکھ سکو گے۔ بلکہ پہلے ہی زینے پر تھک کر بیٹھ جاؤ گے۔ اس لئے وہاں فرمایا گیا۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا یعنی پست ہمتی سے ذلیل و خوار ہو کر بیٹھ جاؤ گے۔ اور آگے قدم نہ رکھ سکو گے۔ اور اب یہاں یہ فرمایا جاتا ہے کہ اگر کہیں ان قوانین پر عمل پیرا ہونے اور ترقی کے انتہائی زینہ پر پہنچنے کے بعد بھی یہ خیال

Marfat.com

تمہارے ذہن میں آگیا تو سب اعمال حبط اور ترقی کی تمام بادیہ پیمائی ضائع ہو جائیگی۔ اور انجام کار تم تنزل کے گڑھے میں گرا دیئے جاؤ گے اس لئے یہاں فرمایا۔ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۰

چونکہ قانون اساسی (توحید) مہتم بالشان اصول ہے جو تمام سلسلہ مذہبی کی رُوح اور جڑ ہے۔ اور اس نقطہ مرکزی کو نصب العین نہ رکھنے سے تمام سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے لہذا اس قانون کے اثبات کے متعلق دلائل بھی وزنی پیش کئے جاتے ہیں۔

(دلیل اول) سیاسی۔ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ یعنی سیاست الٰہیہ کا تقاضا ہے۔ کہ قانون شاہی کی خلاف ورزی کرنے والا عذاب الٰہی کا مزہ چکھے ؎

(دلیل دوم) دلیل نفسی۔ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا۔ یعنی قانون توحید کی مخالفت تقاضائے فطرت اور شہادت ضمیر کے بھی خلاف ہے ؎

(دلیل سوم) عقلی۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ الآیۃ یعنی عقل بھی اسکی حقانیت کی معترف ہے۔ اور اس کی مخالف جانب پر حجت تام اور برہان قاطع رکھتی ہے جس کی تشریح آئندہ آنے والی ہے ؎

(دلیل چہارم) آفاقی۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ الآیۃ۔ یعنی نظام عالم بھی اس کی بیّن تصدیق کر رہا ہے ؎

باب چہارم

اجوبہ شبہات

قوانین ترقی بیان فرمانے کے بعد اب ان شبہات کے جواب دیئے جاتے ہیں جو اس تعلیم پر بطور معارضہ پیش کئے جا سکتے ہیں :-

(جواب شبہ اول)

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ کہدے اگر اس کے ساتھ اور معبود

Marfat.com

كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُولُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۚ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو ضرور وہ مالک عرش کی طرف راستہ ڈھونڈ نکالتے ان باتوں سے جو یہ لوگ (خدا کی نسبت) کہتے ہیں وہ پاک اور برتر ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان کے اندر ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح میں مشغول نہ ہو۔ لیکن (انکی تسبیح ایسی کہ) تم انکی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ بیشک وہ بڑے ہی حلم والا اور بڑی بخشش والا ہے۔

مخالفین کی طرف سے پہلا شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ قوانین مذکورہ کا واجب التعمیل ہونا اس وقت ضروری ہے۔ جبکہ تمام کائنات کا سلسلہ ایک ہی معبود کے ماتحت ہو۔ لیکن جب یہ فرض کیا جائے کہ کائنات کے مختلف مالک ہیں۔ تو پھر تو ہمارے لئے ایک معبود کے احکام کی تعمیل ضروری نہیں۔ اس شبہ کا جواب تین طریقوں سے دیا جاتا ہے :-

جوابِ اوّل۔ شہادتِ عقل۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ الآیۃ۔ یعنی یہ شبہ ایک وہم ہے۔ جو خلاف عقل ہے۔ کیونکہ تقاضائے عقل ہے کہ اگر دوسرے الٰہ خدا کی خدائی میں شریک ہوتے تو ضرور وہ اپنی تدابیر سیاسیہ سے ہمارے تخت سلطنت کو الٹا دیتے۔ دوسری جگہ بھی اسی مضمون کی دلیل یوں مذکور ہے :-

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ

اس کے ساتھ اور معبود نہیں (اگر ہوتے تو) اس وقت ہر معبود اپنی مخلوق کو لے لیتا۔ اور

Marfat.com

عَلٰی بَعْضٍ (مومنون: ۹۱) — آپس میں ایک دوسرے پر غالب ہوتے۔

ایک اور موقع پر یوں فرمایا:۔

لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ (انبیاء: ۲۲) — اگر زمین و آسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور معبود ہوتے تو وہ کب کے بگڑ گئے ہوتے۔

(جوابِ دوم) شہادتِ فطرت۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ یعنی یہ اعتقاد مخالفِ فطرت اور خلافِ شہادتِ ضمیر ہے۔ کیونکہ فطرتِ انسانی شاہد حال ہے کہ ایسے شنیع الزام سے خداوند قدوس کی ذات پاک و برتر ہے۔ سُبْحٰنَهٗ کا کلمہ وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کوئی امر ایسا بدیہی البطلان ہو جس کے باطل اور شنیع ہونے کی شہادت ہر شخص کا ضمیر دے رہا ہو۔ صحیح الفطرت طبائع کا ضمیر تو ہر وقت اس کی تصدیق کرتا نظر آتا ہے۔ مگر فاسد الفطرت طبائع جنہوں نے ہوا و ہوس شیطانی کی ظلمت اور آبا و اجداد کی اندھا دھند تقلید کے باعث ورطۂ شرک و ضلالت میں پھنسکر نورِ فطرت کو بجھا دیا یا دھیما کر دیا ہے۔ اُن کا ضمیر اگرچہ عموماً اس شہادت کے ادا کرنے کی جرأت تو نہیں کر سکتا۔ ہاں مگر جب مصائب زمانہ کی تھپیڑیں اُنکے پردہ ہائے ظلماتِ شرکیہ کو چاک کر دیتی ہیں۔ تو اُس وقت ان سے بھی بے تحاشہ اس شہادتِ فطری کی پکار اُٹھتی ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر اس کا ذکر یوں ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط حَتّٰٓی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ط دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ لَئِنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (یونس: ۲۲-۲۳)

وہی اللہ ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے یہانتک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ خوشگوار ہوا کی مدد سے چل رہی ہوتی ہیں اور اس کی وجہ سے سوار خوش ہو رہے ہوتے ہیں۔ (کہ اچانک) ان کشتیوں میں تیز ہوا چل پڑتی ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں چڑھ آتی ہیں اور انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب انہیں تباہی نے آگھیرا۔ تب اس وقت اللہ کو اخلاص سے پکارتے ہیں کہ اگر تو ہمیں اس سے نجات بخشے تو ہم ضرور شکر گذاروں میں سے ہونگے پھر جب انہیں نجات دیتا ہے تو وہ ناحق ملک میں سرکشی کرتے ہیں ۔

Marfat.com

(جوابِ سوم) دلیلِ آفاقی با شہادت واقعات۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ یعنی یہ عقیدہ مخالف عقل و فطرت ہونے کے علاوہ خلاف واقعات بھی ہے۔ کیونکہ واقعات شہادت دے رہے ہیں کہ تمام عالم کا نظام ایک ہی ہستی کے ماتحت ہے۔ چھوٹے سے چھوٹے ذرّہ سے لے کر بڑے سے بڑے کرۂ ارضی وسماوی تک سب اسی کے قوانین کی فرمانبرداری میں لگے ہوئے ہیں۔ تمام رُوحانی ومادی ہستیاں (وَمَنْ فِيْهِنَّ) اور ان کے مرکز (السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ) سیاست الٰہیہ کے ماتحت مجبور و مقہور ہیں۔ اور ہر ایک چیز اس کے نظام اصلح کی شاہد اور اس کے دینِ قیم کی ایسی پابند ہو رہی ہے جس کی حقیقت تک تمہاری عقلوں کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝ (آل عمران: ۸۲)	کیا اللہ کے دین کے سوا انہیں کچھ اور مطلوب ہے، حالانکہ آسمان اور زمین کی ہستیاں خوشی اور ناخوشی سے اسی کی فرمانبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

اور وہ ذات احکم الحاکمین جس کی سیاست میں تمام عالم مقہور ہے۔ قوانین تشریع کی مخالفت کرنے والوں کو بعض اوقات جلد گرفتار نہیں کرتی اسلئے کہ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ اسکی صفتِ حلم کا تقاضا ہوتا ہے کہ انہیں کچھ مدت تک مہلت دی جائے۔ تاکہ اس عرصہ میں اگر غور کرنے کے بعد ایمان لے آویں اور اصلاح اعمال کرلیں تو تمام گذشتہ گستاخیاں ان کی معاف کردی جاویں ؏

(جوابِ شبہ دوم)

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا	اور جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور اُن لوگوں کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک

Marfat.com

مَّسْتُوْرًا ۙ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى — چھپا ہوا پردہ حائل کر دیتے ہیں اور انکے
قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ — دلوں پر پردے ڈال دیتے ہیں تاکہ اسے نہ
وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا — سمجھیں اور انکے کانوں میں بوجھ ڈال دیتے ہیں
ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ — اور جب تو قرآن میں اپنے اکیلے رب کا ذکر کرتا ہے
وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ — تو یہ لوگ نفرت سے اپنی پیٹھیں پھیرتے ہوئے
نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا — چل دیتے ہیں اور جس نیت سے یہ لوگ تیری طرف
يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ — کان لگا کر سنتے ہیں۔ ہم اسے بخوبی جانتے ہیں
اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ — اور ان کو بھی، جب یہ خفیہ مشورے کرتے ہیں جبکہ
يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ — ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے شخص کی
تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ — پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا ہوا ہے۔
اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ — دیکھ کس طرح تیرے متعلق مثالیں مارتے ہیں۔
فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ — پس یہ گمراہ ہو گئے اور کوئی راستہ
سَبِيْلًا ۝ — نہیں پا سکتے۔

مخالفین کی طرف سے دوسرا اعتراض قرآن مجید کی حقانیت پر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ کتاب صحیح روشنی دینے والی اور جاذب قلوب ہے۔ تو اس کا اثر ہم پر کیوں نہیں ہوتا۔ تاکہ اس کی تاثیر سے ہم بھی اس کی حقانیت کا اعتراف کریں۔ اس شبہ کے تین جواب دیئے گئے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ موثر تو بیشک اعلیٰ ہے۔ چنانچہ دیکھ لو عرب جیسی وحشی اور مردہ قوم کو اس نے کس طرح زندہ کر کے مہذب و متمدن بنا دیا جس کی تعلیم و تہذیب کی سطوت کے آگے تمام قوموں کی گردنیں جھک گئیں اور جس نے

متقین کی جماعتیں تیار کر کے مشرق و مغرب کی زمامِ حکومت و خلافت اُن کے قبضہ میں دیدی۔ مگر ان معترضین پر اثر اس لئے نہیں ہوتا۔ کہ ان میں موانع تاثیر موجود ہیں۔ اس لئے جب تک وہ موانع دُور نہ ہوں۔ تب تک اس کا اثر کارگر نہیں ہوتا۔ اور وہ موانع تین ہیں :-

(الف) آخرت پر ایمان نہ لانا۔

(ب) قرآن کی طرف توجہ نہ کرنا۔

(ج) فاسد غرض سے قرآن کا سُننا۔

یہ ہیں اجمالی جواب۔ تفصیلی جواب آیندہ ملاحظہ ہوں :-

(تفصیل اجوبہ)

(جوابِ اوّل) جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ الآیۃ۔ قرآن مجید کی تاثیر ان لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتی۔ جو ایمان بالآخرۃ نہیں رکھتے۔ کیونکہ قرآن مجید سے استفادہ کے لئے ایمان بالآخرۃ[1] شرط ہے۔ پس چونکہ شرطِ استفادہ نہیں رکھتے اس لئے قرآن حکیم کی روشنی سے منور نہیں ہوتے۔ قرآن مجید سے استفادہ اُٹھانے کے لئے ایمان بالآخرۃ ایسی ہی شرط ہے جیسے کالج کی تعلیم کے لئے سکول کی تعلیم شرط ہے۔ کیونکہ قرآن جس مقصد کو مدِ نظر رکھ کر تعلیم دیتا ہے۔ جبتک اس مقصد کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے۔ اس کی تعلیم کی چاشنی کا مزہ کیسے لیا جا سکتا ہے فرض کرو۔ ایک شخص مسئلہ آزادی پر زبردست لیکچر دے رہا ہے۔ اور اس کے فوائد و برکات کا اعلیٰ فلسفہ بیان کر رہا ہے۔ مگر جو شخص محکومی ہی کو اپنی زندگی کا مطمحِ نظر اور غلامی

---

[1] کیونکہ قرآن حکیم کا مقصد اخلاقِ فاضلہ کی تعلیم پیش کرنا ہے اور ان اخلاق کا حصول اسوقت تک ممکن نہیں جبتک اعمال کی جزا و سزا پر پورا یقین نہ ہو۔ حساب اعمال سے غافل شخص اخلاقی معیار پر کبھی بھی پورا نہیں اُتر سکتا۔ اسی مضمون کی طرف قرآن حکیم میں ایک جگہ یوں توجہ دلائی گئی ہے :-

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۔ (الماعون)	کیا تُو نے اس شخص کے حال پر غور کی۔ جو سلسلہ جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے سو یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔

Marfat.com

ہی کو اپنی حیات کا منصب قرار دیتا ہے تو اسے ایسے مضامین کی کب لذت آئیگی بلکہ مسئلہ آزادی کے دلائل وبینات اُلٹے اس کے حق میں شبہات و وساوس کا حجاب مستور بن جاویں گے۔ وہ سمجھے گا کہ آزادی کے بعد ہماری زندگی کا محافظ کون ہوگا۔ کیونکہ وُہ تو اپنی جانوں کا محافظ ظل حکومت کو سمجھتا ہے۔ پس ایسے ہی جو شخص اپنی حیات کا مقصد فقط ترقی دُنیا کو قرار دیتا ہے۔ جس کے ذہن و دماغ کی دوڑ ایک محدود دائرہ میں ہے۔ تو کب وہ ایسی تعلیم کو قبول کر سکتا ہے جس کا موضوع اور نصب العین اس محدود دائرہ دنیا سے وسیع ہو۔ بالخصوص اس تعلیم کے نتائج وثمرات کے ارتقائی منازل کا منظر بھی اُونچا اور دُور ہو بلکہ جب وُہ ایسے مضامین سُنے گا۔ تو شبہات و وساوس کے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے حائل ہو جائیں گے جن کی وجہ سے وہ ایسی روشن تعلیم کی روشنی کو نہ دیکھ سکے گا۔ اور اس کی آنکھیں روشنی میں چندھیا جائیں گی اور اس کے دل پر پردے پڑ جائیں گے۔ جس سے وہ اسکی روشن حقیقت کو سمجھ نہ سکے گا۔ اور اس کے کانوں میں بوجھ پڑ جائیں گے جن کی وجہ سے وُہ ایسے زبردست مضامین کے سُننے کی تاب نہیں لا سکے گا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَہُوْہُ وَفِیْٓ اٰذَانِہِمْ وَقْرًا ۔

اللہ تعالےٰ کے حجاب ڈالنے کا مطلب

چونکہ نظامِ عالم ایک قانون سے وابستہ ہے جو کہ فطرت اللہ اور سنّت اللہ کہلاتا ہے۔ ہر ایک چیز کے آثار ونتائج اور مضار و منافع اسباب سے مربُوط ہیں مثلاً ایک شخص زہر کھاتا یا کلوروفارم سونگھتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا دماغ مختل اور حواس اس کے معطّل ہو جاتے ہیں۔ اس وقت اگرچہ آنکھیں رکھتا ہے لیکن دیکھ نہیں سکتا۔ اور کان رکھتا ہے مگر سُن نہیں سکتا۔ اور دل رکھتا ہے مگر سمجھ نہیں سکتا۔ ایسا ہی جو شخص ان چیزوں کا ارتکاب کرتا ہے جو اس کی رُوحانیت کو تباہ کرنے والی ہیں تو اس کا بھی لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے قوائے رُوحانیہ معطّل و بیکار ہو جاتے ہیں۔ حقائق اشیاء اور حواس روحانیہ کے درمیان شبہات و وساوس کے پردے حائل ہو جاتے ہیں۔ جن کی وجہ سے حقائق اشیاء تک نہ اس کے رُوحانی کانوں

Marfat.com

کی سماعت پہنچ سکتی ہے۔ اور نہ آنکھوں کی بصارت۔ اور نہ دل کی بصیرت۔ چنانچہ ایک موقعہ پر فرمایا:۔

وَلَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ (اعراف: ۱۷۹)

ان کے دل ہیں مگر اُن سے سمجھتے نہیں اور اُن کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں۔ مگر ان سے سُنتے نہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ۔ (حج: ۴۶)

آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ ہاں دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔

اور یہ پردے ایسے نہیں ہوتے۔ جن کا انہیں احساس نہ ہو۔ بلکہ اُن کے ضمیر بھی ان کا پورا احساس کرتے ہوئے اس کی شہادت دے رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کفار کی زبانی ایک موقعہ پر یوں نقل ہے:۔

وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِن بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ ۝ (حٰم السجدہ: ۵)

کفار کہتے ہیں ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ پس تو بھی کام کر ہم بھی کام کرنیوالے ہیں۔

پس یہ ترتب آثار ان بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے جن کا ارتکاب کفار نے پہلے سے کیا ہوتا ہے۔ جیسا آگ کے استعمال سے احتراق۔ اور چونکہ یہ ترتب اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ قانون (سنت اللہ) سے ہوتا ہے۔ اس لئے ان آثار کے ترتب کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف فرمائی ہے۔

چونکہ قرآن حکیم سے استفادہ حاصل کرنے کے لئے ایمان بالآخرۃ شرط ہے اسی لئے انبیاء علیہم السلام تعلیم شرائع سے پہلے ایمان بالآخرت پر زور دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ تعلیم شرائع کے لئے بمنزلہ اصول موضوعہ کے ہے۔ تمام شریعت سے پہلے تین چیزوں کا منوایا جانا ضروری ہوتا ہے۔ توحید۔ نبوت۔ مجازات۔ توحید اعلیٰ نصاب تعلیم ہے۔ یہی تمام ترقیوں کی جڑ ہے۔ نبی اعلیٰ معلم ہے۔ اور مجازات (جزا و سزا)

Marfat.com

اعلیٰ طریق امتحان ہے تمام مکی سورتوں کا روئے سخن بھی یہی تین اصول ہیں۔

(جواب دوم) اور استفادہ کتاب الٰہی کے لئے دوسری شرط۔

وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ کتاب اللہ کی تاثیر حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ پوری ہو۔ کیونکہ تعلیم خواہ کیسی ہی اعلیٰ ہو اور مضامین خواہ کتنے ہی عمدہ ہوں۔ لیکن جب سننے ہی نہ جائیں۔ یا بے توجہی سے سُن لئے جائیں۔ توان کے حقائق وحِکَم کی روشنی سے کب منوّر ہوسکتے ہیں۔ اوران کے فضائل وفوائد سے کیسے مستفید ہوسکتے ہیں۔ پس ان کفار معاندین کی فطرت چونکہ ایسی فاسد ہوچکی ہے کہ توحید جیسی فطری تعلیم سے ان کو اس قدر منافرت ہے کہ اس کے سننے کی بھی تاب نہیں لاسکتے۔ پس اس منافرت کی وجہ سے وہ قرآن مجید کو دل میں قرار ہی نہیں دیتے۔ لہذا اگر اس کے ثمرات سے بے بہرہ ہوں۔ تو یہ قرآن کا قصور نہیں جو معدہ کہ دوائی کو اپنے اندر ٹھیرنے ہی نہ دے وہ اگر شفایاب نہ ہوسکے تو دوائی کا قصور نہیں ؃

(جواب سوم) اور تیسری شرط استفادہ۔

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ - موانع تاثیر کتاب الٰہی میں سے تیسرا مانع یہ ہے کہ معاندین اوّل تو قرآن مجید کو سنتے ہی نہیں۔ لیکن اگر کہیں سنتے بھی ہیں۔ تو اصلاح کی غرض سے نہیں بلکہ استہزاء کی نیت سے سنتے ہیں جس پر ان کا یہ مقولہ شاہد ہے۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا - اور دوسرے موقعہ پر تو کفار کے اس اقرار کی صاف تصریح ہے۔ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (بقرہ)

پس جو شخص دل میں یہ ٹھان لے۔ کہ تعلیم خواہ کیسی ہی اعلیٰ ہو۔ اور دلائل سے اس کی صحت خواہ کیسی ہی ثابت ہوجائے۔ مگر میں اس کو ہرگز نہ مانوں گا۔ اور تعصّب کی پٹی آنکھوں پر ایسی چڑھالے کہ اس تعلیم کی حقانیت اور اس کے معلّم کی صداقت کا یقین خواہ اسے کتنا ہی ہوجائے۔ لیکن اس کا اقرار کبھی نہ کرے تو کیا وہ اس تعلیم سے استفادہ حاصل کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ استفادہ کے لئے یہ شرط ہے کہ خالی الذہن ہوکر اور اپنے پرانے خیالات سے یکسو ہوکر اس تعلیم اور اس کے مضامین کی طرف صدق

Marfat.com

دل سے غور کرے اور اس کے سُننے اور مطالعہ کرنے سے پہلے ذہن میں یہ اعتقاد جما لے کہ اگر اس کے مضامین صحیح نکلے اور میرے ضمیر (کانشنس) نے ان کی صداقت کی گواہی دی۔ تو فوراً ماننے کے لئے تیار ہوں گا۔ خواہ میرے معتقدات اوّلیہ کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں۔ تب وہ ان کی چاشنی کا مزہ لے سکتا اور ان کے فوائد و برکات سے متمتع ہو سکتا ہے ؛

پس یہ مخالفین چونکہ ان شرائط استفادہ کو پورا نہیں کرتے۔ اور نہ تاثیر کتاب الٰہی کے قواعد کی پابندی کرتے ہیں۔ اس لئے نہ یہ کبھی ترقی پا سکتے ہیں۔ اور نہ انہیں صحیح قوانین ترقی سے استفادہ کی توفیق مل سکتی ہے پس وہ بوجہ صحیح تعلیم چھوڑنے کے راہِ ترقی سے ہٹ گئے ہیں۔ فَضَلُّوا۔ اور چونکہ وہ ان قوانین ترقی پر چلنا نہیں چاہتے۔ اس لئے آیندہ بھی راہِ ترقی کو نہیں پا سکیں گے۔ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا۔ جب تک کہ ان فطری قوانین کی پابندی نہ کرینگے جن کا انہیں پاس سبق میں سبق دیا گیا ہے۔ اور وہ بھی ان شرائط سے جن کا تذکرہ پہلے گذر چکا ؛

(جواب شبہ سوم)

وَقَالُوٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا	اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور
وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوثُونَ	چورا ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم نئی پیدائش
خَلْقًا جَدِيدًا ۝ قُلْ كُونُوا	میں اُٹھائے جائیں گے۔ کہدے خواہ تم
حِجَارَةً اَوْ حَدِيدًا ۝ اَوْ خَلْقًا	پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا ایسی مخلوق جو تمہارے
مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ	دلوں میں بڑی (سخت) معلوم ہوتی ہے۔
فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُّعِيدُنَا ؕ	(تب بھی تم زندہ کئے جاؤ گے) پھر کہینگے ہمیں
قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ	کون لوٹائے گا۔ کہہ وہی ذات جس نے تمہیں پہلی
فَسَيُنْغِضُونَ اِلَيْكَ	مرتبہ پیدا کیا۔ تب وہ تیرے سامنے سر ہلا ئینگے
رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتٰى	اور کہیں گے یہ کب ہو گا کہہ شاید قریبا

Marfat.com

هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ	ہی ہو جس دن وہ تمہیں بلائے گا
قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ	تو تم اس کی ثنا خوانی کرتے
فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ	ہوئے فرمان برداری کرو گے اور
وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا	خیال کرو گے کہ تم تھوڑا عرصہ
قَلِيْلًا ۝	رہے۔

مخالفین کی طرف سے تیسرا شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم کے بعض مسائل بعید از عقل ہیں۔ مثلاً مسئلہ بعث بعد الموت۔ کیا کوئی وجہ اس کی معقولیت کی بن سکتی ہے؟

اس کا جواب یوں دیا گیا۔ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا۔ الآیۃ یعنی اگر تم ایسی چیز بھی بن جاؤ جو بظاہر زندگی قبول کر ہی نہیں سکتی۔ جیسے پتھر یا لوہا یا اس سے بھی کوئی زیادہ سخت اور ٹھوس چیز جو تمہارے خیال میں آسکتی ہو۔ تب بھی موت کے بعد تم زندہ کئے جاؤ گے۔ خلاصہ جواب یہ کہ یہ مسئلہ کوئی بعید از عقل نہیں۔ کیونکہ مرنے کے بعد جب تمہاری ہڈیاں گل سڑ کر مٹی بن جائیں گی۔ تو کیا تم پھر اس مٹی سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ جبکہ تم پہلے بھی مٹی سے پیدا ہو چکے ہو۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ (فاطر: ۱۱) بلکہ عقل تو اس سے بھی بڑھ کر یہ ماننے کے لئے تیار ہے کہ اگر تم مٹی سے بڑھ کر ایسی سخت چیزیں ہو جاؤ جن میں حیات قبول کرنے کا مادہ بظاہر نظر نہیں آتا۔ جیسے لوہا پتھر وغیرہ۔ تب بھی تم زندگی پا سکتے ہو۔ کیونکہ تم غور کرو تو ان چیزوں میں بھی تاثیر حیات کا مادہ موجود ہے۔

ماہر علم الطبعیات پر مخفی نہیں کہ پتھر اور لوہے[1] کا مادہ بھی وہی مٹی ہے جس نے پختگی حاصل کر کے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے اور اس میں بھی حیات قبول کرنے کا ویسا ہی مادہ ہے جیسا مٹی میں۔ کیا جب اس میں الیکٹرسٹی (بجلی) سرایت کر سکتی ہے تو وہ روحانی برق جسے روح یا مادہ حیات کہئے قدرت کی اس مشین کے ذریعہ سے

---

[1] آثار قدیمہ نے زمین سے ایک ہڈی کا ٹکڑا ایسا نکالا جو کہ کچھ ہڈی کچھ پتھر اور کچھ لوہا بن چکا تھا۔ یہ قرآنی بیان کی تصدیقی شہادت دنیا کے سامنے ہے۔

Marfat.com

اصطلاح شریعت میں نفخ صور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس میں نفوذ نہیں کر سکتی؟
تحقیقات جدیدہ نے تو یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ انسانی جسم جو حیات حیوانی کا اعلیٰ معدن ہے اس کے ان اجزاء ترکیبی میں سے جو روح کی الیکٹرسٹی پیدا کرنے کا کام دیتے ہیں بعض اجزاء لوہے اور پتھر کے بھی ہیں[1]۔

اور ماہر علم الحیات پر مخفی نہیں۔ کہ خداوند عالم کا قانون قدرت عالم میں یوں جاری ہے کہ عالم جمادات کے مواد لطیفہ جب پوری نشوونما اور نضج پا لیتے ہیں تو وہ ترقی کر کے صنف نباتات میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں روح نباتی پیدا ہو جاتی ہے (خود رَو پودوں پر غور کرو) پھر جب وہ اجزائے نباتی غذائے حیوانات بن کر

[1] زمین کی تہوں میں پتھر اور لوہا تو موجود ہے ہی۔ بلکہ اس سے بھی سخت تر مادے پائے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ ڈرلی یونٹ کے ذریعہ جب زمین کا سینہ چاک کیا گیا۔ تو دھماکہ کے ساتھ ایک ایسا عظیم چہار گوشہ ستون ابھر کر باہر نکل آیا۔ جو کہ دنیا کا سخت ترین مادہ ثابت ہوا۔ اس سے پہلے اس قسم کا مادہ کبھی دیکھا نہیں گیا تھا سائنسدانوں نے سر توڑ کوشش کی کہ اسے کاٹ سکیں۔ لیکن ہر ہتھیار کند ہو گیا۔ بالآخر .... کی مرتکز انرجی سے کام لیا گیا۔ وہ بھی اس کا بال بیکا نہ کر سکا۔ حالانکہ .... کی صرف ایک لہر ہیرے کا سینہ شق کر دیتی ہے۔ اب دھماکہ پیدا کرنے والے آلات یعنی بلاسٹر لائے گئے لیکن بلاسٹنگ کا عمل بھی رائیگاں گیا۔ بالآخر مخصوص پلازما گنوں کے ذریعہ کروڑوں ڈگری حرارت کا جھیب ریلا اس ستون کو توڑنے میں کامیاب ہوا۔ یہ مادہ دنیا کی سخت ترین چیزوں کو ایسے کاٹ دیتا ہے جیسے چھری مکھن کو کاٹتی ہے۔ اس حیرت انگیز انکشاف پر سائنسدان انگشت بدنداں رہ گئے۔

لائف نیچر لائبریری نے ایک مصور کتاب 'THE EARTH' کے نام سے شائع کی ہے اس میں لکھا ہے کہ سمندری چٹانوں کے اجزائے ترکیبی میں حیوانی اجزاء بھی شامل ہوتے ہیں جو کہ لاکھوں سال کے تغیرات کے بعد چٹانوں میں بدل جاتے ہیں۔ پھر لکھا ہے کہ زمین کے بطن میں لوہے کے چشمے ابل رہے ہیں۔

متحجر جانوروں کے ڈھانچے بیشمار مل چکے ہیں زمانہ قدیم کے یہ وہ دیو ہیکل مہیب جانور ہیں۔ جو کہ چٹانوں میں پھنس کر پتھر بن گئے یا اپنا نشان و نقوش بدن چھوڑ گئے۔ پومپئی سے متحجر انسانی ڈھانچے بھی ملے ہیں۔ اس آتش فشانی میں دبے ہوئے انسان دو ہزار سال کی مدت میں لاوے میں ڈوب کر پتھر کی طرح سخت نکلے

Marfat.com

معدۂ حیوانی کی مشین میں پہنچ جاتے ہیں۔ تو وہ مشین ان کے اجزائے کیمیاوی کی تجزی و تحلیل کر کے حیوانی مادہ نئے اشکالات میں تدریج ڈھالنا شروع کر دیتی ہے مثلاً گوشت و پوست و استخوان وغیرہ کے۔ پھر ان مواد حیوانی کے اجزاء لطیفہ سے ایک فاسفورس پیدا ہوتی ہے جسے روح یا نسمہ کہتے ہیں اسی مضمون کی طرف قرآن حکیم یوں توجہ دلاتا ہے:۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔ (نوح) اللہ تعالےٰ نے تمہیں زمین سے اُگایا ہے۔

پس جب اس روح کے پیدا ہونے کا ابتدائی مادہ بھی وہی مٹی ہے۔

بقیہ حاشیہ:۔ اسی طرح انسانی ڈھانچہ لوہے یا کسی سخت تر مادہ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ جیسے زمین کے بے پناہ دباؤ سے سبز درخت کوئلے میں بدل گئے اور کوئلہ ہیرے میں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تفسیر کبیر میں اس قرآنی حقیقت کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے۔ "میں اس آیت سے نتیجہ نکالتا ہوں کہ ممکن ہے کہ انسانی جسم میں لمبے عرصہ کے بعد ایسا تغیر پیدا ہو جاتا ہو کہ وہ کسی دوسرے مادہ کی شکل میں تبدیل ہو جاتا ہو۔ سائنس کی تحقیقات سے تو ثابت ہے کہ کئی درخت جو کسی وقت زمین میں دب گئے تغیرات زمانہ کے بعد پتھر کا کوئلہ بن گئے اسی طرح یہ کہ ہیرا کوئلہ سے ہی بنا ہے۔ پس یہ تعجب کی بات نہیں کہ انسانی جسم مرنے کے بعد زمین میں ایک لمبا عرصہ دفن رہنے پر پتھر بن جائے۔ (تفسیر کبیر جلد سوم صفحہ ۴۲۲)

ف پیدائش روح کے متعلق صحیح عقیدہ یہی ہے کہ پیدائش جسم کے ساتھ ساتھ ہی اس کی پیدائش ہوتی ہے۔ وہ ایک نور ہے جو نطفہ میں پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کے نشو و نما کے ساتھ چمکتا جاتا ہے۔ اور یہ عقیدہ غلط ہے کہ تمام روحیں انسان کے پیدا ہونے سے پہلے پیدا ہو چکی تھیں۔ محققین اسلام نے اس کی تردید کی ہے (دیکھو کتاب دُرر و غُرر سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اور کتاب النفخ والتسویۃ المضنون بہ علی غیر اہلہ مصنفہ امام غزالیؒ)

علامہ سید محمود آلوسی روح المعانی میں یہ لکھتے ہیں کہ روحوں کا جسموں سے پہلے پیدا ہونا قول فاسد ہے۔ درحقیقت یہ فاسد عقیدہ (قدامت خلق ارواح) ہندوؤں اور یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے جس کو انہوں نے یونانیوں اور کلدانیوں سے سیکھا۔

(دیکھو تاریخ رومتہ الکبریٰ مصنفہ گبن باب ۵۴)

Marfat.com

تو انسان کے مرنے کے بعد اس کے اجزائے محللہ جو مٹی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب ان کو قدرت کی مشین کے ذریعہ نضج دیا جائے۔ تو کیا پھر بھی ان میں حیات نہیں آسکتی؟

اسی مضمون کو قرآن حمید متعدد جگہ شواہد قدرت سے مدلل کر کے بیان فرماتا ہے۔

إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ۝ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ۝ فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق)

بیشک وہ انسان کے لوٹانے پر قادر ہے جس دن راز ظاہر ہو جائینگے تب اس کے لئے نہ کوئی قدرت ہوگی اور نہ کوئی مددگار۔ بارش برسانے والا آسمان اور نباتات اگانے والی زمین دونوں گواہ ہیں۔ یقیناً یہ فیصلہ کی بات ہے۔ اور یہ بیہودہ کلام نہیں۔

یعنی انسان کا دوبارہ زندہ ہونا بالکل مطابق فطرت ہے جس کی واقعات شہادت دے رہے ہیں۔ آسمان بارش برسانے والا۔ اور زمین نباتات اگانے والی یہ دونوں مسئلہ بعث کی صداقت پر شاہد ہیں۔ اور اس کی نوعیت وقوع پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ دیکھو جب کبھی بارش ہو۔ اور زمین میں بیج بویا جائے تو نباتات کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح جن قوئے کی وجہ سے انسان پہلے پیدا ہوا۔ اگر دوبارہ ان کو متوجہ کر دیا جائے تو انسان پیدا ہو سکتا ہے۔

ایک اور موقعہ پر فرمایا۔

وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ إِلَىٰ بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَحْيَيْنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَٰلِكَ النُّشُورُ (فاطر ۹)

اللہ وہ ذات پاک ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پس وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر ہم اسے ایک مردہ شہر کی طرف چلاتے ہیں پھر اسکے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرتے ہیں اسی طرح (آخرت کا) جی اٹھنا ہے۔

پس چونکہ مسئلہ بعث بالکل ظاہر موافق عقل اور صحیح شہادت واقعات تھا۔ اس لئے اس کی دلیلیں کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ بلکہ اسے صحیح طبائع کی فطرت سلیم پر حوالہ کیا گیا۔ البتہ اس کی وضاحت ثابت کرنے کے لئے اس سے ایک بڑی چیز کا تذکرہ فرمایا۔ کہ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً الآیۃ۔ یعنی جب عقل اس سے بھی بڑی

چیز کے ماننے کے لئے تیار ہے۔ تو ادنیٰ امر میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہونا چاہئیے لیکن اس مسئلہ کی دلیل فطری کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ بلکہ رکوع ۱۱ میں جب مصلحتاً اس دعویٰ کا پھر اعادہ کرنا پڑا۔ تو وہاں اس فطری دلیل کو بھی ساتھ ہی پیش فرما دیا ملاحظہ ہو آیت ۹۹ چنانچہ وہاں اپنی قدرت تامہ سے استدلال فرما کر اس طرف توجہ دلائی کہ جس ذات نے بڑے بڑے اجرام سماوی و ارضی کو ابتداء میں پیدا کیا اور اب بھی پیدا کر رہا ہے (چنانچہ علم ہیئت کی جدید تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ آسمان پر جو سفید راستہ سا کہکشاں[1] دکھائی دیتا ہے یہ اس لئے سفید معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر کئی ستارے ایسے ہیں جو نئے نئے ہیں اور کئی ابھی مکمل ہو رہے ہیں) تو کیا عقل یہ باور نہیں کر سکتی کہ وہ انسان کے چھوٹے سے جسم کو باوجودیکہ اس کا مادہ بھی موجود رہے پھر پیدا کر سکے؟

پس جب ثابت ہوا کہ یہ مسئلہ بعث بعد الموت موافق عقل[2] ہے۔ جس کا امکان اور وقوع براہین قاطعہ سے ثابت ہے جسے رد کرنے کا مخالف کو موقعہ نہیں مل سکتا۔ البتہ تعنت و عناد کی وجہ سے پہلو بدل کر یہ مطالبہ کر سکتا ہے۔ کہ اتنی زبردست قدرت

---

[1] اب تک کی بصری اور ریڈیائی دوربینوں سے دریافت ہونے والی کائنات میں کروڑوں کہکشانی نظام کا پتہ چلا ہے جن میں باہم کروڑوں نوری سال کا فاصلہ ہے۔ اور بیشمار کہکشانی نظام ایسے ہیں جن کے مشمولہ ستاروں کی روشنی اب تک کرۂ ارض تک نہیں پہنچی اور غالباً آئندہ لاکھوں برس تک بھی نہ پہنچے ۱۹۲۸ء میں کیلیفورنیا کے ایک ماہر فلکیات نے کہکشاؤں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ کائنات پھیل رہی ہے اور کہکشائیں تیزی سے دور ہو رہی ہیں۔ سائنسدانوں نے ایک ایسی کہکشاں کا بھی پتہ چلایا ہے جو ایک لاکھ تیس ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے دور جا رہی ہے یہ سائنٹیفک طریق پر قرآن مجید کی آیت وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ (الذاریات) کی تفسیر کے لئے ایک تصدیقی شہادت ہے۔ ۱۲ منہ

[2] آجکل مسئلہ حیات بعد الموت پر فلاسفروں کی توجہ مبذول ہو رہی ہے۔ چنانچہ جمہور مشاہیر علماء سوائے چند کے بقائے روح کے عقیدہ کی تائید میں ہیں۔ جن میں سے یورپ کے ایک بڑے سائنسدان سر آلور لاج بھی ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ پر ایک سلسلہ لیکچروں کا شروع کیا ہوا ہے انہوں نے ایک

Marfat.com

والی ذات کون ہے جو ہمیں زندہ کرے فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا۔ اس کا جواب یوں دو۔ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ وہی ذات جس نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔ اور پھر جب اس مسکت جواب کو معترضین سن لیں گے۔ تو اس وقت انہیں سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے اور چارہ نہیں ہو گا۔ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ لیکن جب یہ مخالفین اس سوال میں ساکت و مبہوت ہو جاتے ہیں۔ تو ایک دوسرا سوال چھیڑ دیتے ہیں۔ کہ اچھا قیامت آئے گی کب؟ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ۔ لیکن یہ سوال بھی ان کا تعنت و عناد کی رو سے ہے تاکہ کسی صورت میں ان قلوب صالحہ کو جو اس مسئلہ کے ماننے کے لئے تیار ہیں تذبذب و شکوک کا شکار کیا جائے اور ان کی راہِ یقین میں رکاوٹ ڈالی جائے۔ اور یہی معاند طبائع کا شیوہ ہوتا ہے کہ جہاں کہیں بھی اگرچہ کوئی ظاہر و واضح امر پیش آجائے۔ تو اس میں بھی رکاوٹیں ڈالنے کے لئے پس و پیش کے سوالات چھیڑ دیتے ہیں۔ اسرائیلی قوم کو دیکھو۔ جبکہ ان کے رہنما حضرت موسیٰ علیہ السلام قومی روح پیدا کرنے کے لئے انہیں گائے کی قربانی کا حکمِ ربانی سناتے ہیں تو ان کی معاند قوم کن کن حیلوں سے اس کو ٹالنا چاہتی ہے۔ اور کیا کیا سوالات چھیڑ دیتی ہے۔ تاکہ کسی طور تعمیل حکم میں رکاوٹ پڑ جائے۔ مگر وہ مصلحِ اعظم کیسی نرمی اور حکمت سے انہیں برابر جواب دیتا جاتا ہے لہٰذا تمہیں بھی اس معاند قوم پر رنجیدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ نہایت متانت و سنجیدگی سے ان کو جواب دینے رہنا اور ان کے شبہات رفع کرتے جانا چاہیئے۔ پس اس کا جواب بھی دلآویز طریقہ سے

بقیہ حاشیہ:۔ لیکچر میں کہا کہ سائنٹفک اصولوں کی رو سے ثابت ہے کہ طبعی اور عنصری جسم کے ساتھ ہی انسان کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس کے بعد ایک زندگی ہے"

اس سے بڑھ کر ان کا دعویٰ ہے کہ یہ مسئلہ جلد ہی ایسا بدیہی ہو جائے گا کہ بچوں کو بطور کورس تعلیم کے پڑھایا جائے گا۔ جیسے وہ آج زمین کی کرویت اور اسکی حرکت کا یقین رکھتے ہیں۔ اسی طرح حیات بعد الموت کے مسئلہ کو بھی تسلیم کریں گے"

اور ڈاکٹر براؤن جو آجکل آکسفورڈ یونیورسٹی میں ذہنی فلاسفی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ انگریز سائنسدان جو موت کے بعد بقاء کے قائل نہیں وہ اب جلد ہی مٹ جانے والا طبقہ ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

یوں دو۔ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ قَرِیْبًا۔ یعنی وقوع تو اس کا یقینی ہے۔ البتہ زمانِ وقوع بھی قریب ہے۔ کیونکہ نظامِ عالم میں ہر چیز کی پیدائش کے لئے ایک قانون اور سب واقعات کے لئے ایک نظام الاوقات ہے۔ ہر واقعہ اپنے ماقبل و مابعد سے ایسا مربوط اور منظم ہے کہ کبھی اس کا ربط و تسلسل ٹوٹ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی کسی واقعہ کے ظہور و وقوع میں توقف و تاخیر ہو سکتی ہے۔ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ (رعد) مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (ملک)۔ پس جب کسی چیز کا وقوع یقینی ہو جس کے ظہور میں کوئی شے حائل نہ ہو۔ تو گویا وہ قریب اور آنکھوں کے سامنے ہے بنابریں کہا جاتا ہے۔ کُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ قَرِیْبٌ۔ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے کیا تم بادلوں کی گرج سنتے ہی بارش کا آنا قریب نہیں سمجھتے۔ اور موسم خزاں کے دیکھتے ہی قرب بہار کا خیال نہیں رکھتے کسی معمولی سی مرض میں مبتلا ہوتے وقت تم طبیب کی طرف کیوں دوڑ پڑتے ہو؟ اس لئے کہ اس کے مہلک آثار کا نقشہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ یہ سب کچھ کیوں؟ اس فطری اصول کی رو سے جس کی طرف فرقانِ حمید توجہ دلا رہا ہے۔ کہ جس چیز کا آنا قطعی اور یقینی ہو اور جس میں تمہارے افعال و حرکات کے نتائج کا نظارہ ہو۔ اس کو قریب اور آنکھوں کے سامنے سمجھو۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (انبیاء) اگرچہ زمانہ کی کچھ گھڑیاں اس کے درمیان حائل ہوں لیکن انہیں کالعدم سمجھو۔ اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَّنَرٰهُ قَرِیْبًا (معارج)

اور وہ دن جن کے قرب وقوع کی خبر دی جا رہی ہے اس وقت جب پکار الٰہی ہوگی تو کسی فرد بشر کو اس کی اجابت میں دیر و درنگ کی مجال نہ ہوگی یَوْمَ یَدْعُوْکُمْ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ۔ یہ دعوتِ الٰہیہ وہی ہے جس کو دوسری جگہ نفخ صور سے تعبیر کیا گیا ہے ؛

یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا۔ (نبا: ۱۹)	جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم گروہ در گروہ ہو کر آؤ گے ؛
یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝ (ق: ۴۲)	جس روز حق کی آواز سنیں گے وہی نکلنے کا دن ہوگا۔

Marfat.com

اور یہ نفخ صور ایک ایسی رُوحانی برق (الیکٹرسٹی) ہوگی کہ جب اس کی کہربائیت کا اثر آسمان پر پہنچے گا تو اس کو پگھلا کر آتشین شعلہ بنا دے گی۔ اور جب پہاڑوں پر اس کی کرنوں کی تجلی ہوگی تو انہیں ریزہ ریزہ کر دے گی۔ یَوْمَ تَكُونُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ۔ (معارج) اور جب اس کی قوت زمین میں نفوذ کرے گی۔ تو اس میں زلزلہ پیدا کر دے گی۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ (زلزال) اور پھر ایک ایسا انقلاب پیدا کر دے گی جس سے مادہ ارضی کو سرے سے دوسرے مادہ سے بدل ڈالے گی۔ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ (ابراہیم)

اب پھر وہی برق ان اجزائے ارضیہ میں ایسی حرارت و حرکت پیدا کر دے گی جس کے ذریعہ ان میں نفخ ہو کر نباتی اور پھر حیوانی مادہ بنتا ہوا اجزائے ارضی کو چیر کر باہر نکل کھڑا ہوگا۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ (ق:۴۴)

پس یہی ہے حشر جو بالکل آسان اور موافق قوانین فطرت کے ہے۔ کیا تم اس عالم کے نظام شمسی پر غور نہیں کرتے۔ آفتاب کی شعاعیں کیسے زمین پر پہنچتی ہیں۔ اور مسامات ارضی کے ذریعہ اندر داخل ہو کر اندرونی مادہ کو کیونکر نفخ دیتی ہیں۔ اور پھر اپنی قوت جاذبہ کے ذریعہ اندر داخل ہو کر اندرونی مادہ کو کس طرح باہر نکال دیتی ہیں۔ بعینہ عالم آخرت کے نظام شمسی (نفخ صور) کا بھی یہی حال ہے۔

اور جب اس پکار حق پر لبیک کہتے ہوئے وہ ہستیاں نئے عالم میں قدم رکھینگی تو اس عالم کے نظام وسیع پر نظر ڈالتے ہوئے انہیں گذشتہ زندگی کی مدت کا اندازہ تھوڑا سا معلوم ہوگا۔ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اس مقدار کی تشریح دوسرے موقعہ پر آتی ہے۔ کہ ایک دن سے بھی کم مدت کا اندازہ کرینگے چنانچہ سورہ طٰہٰ میں ہے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝	جس دن[1] صور پھونکا جائیگا اور ہم اس دن نیلی آنکھوں والے مجرموں کو اکٹھا کرینگے جو آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہوں گے کہ تم صرف

[1] قرآن حکیم کے مضامین جوامع الکلم کے پیرایہ میں ہوتے ہیں اور اسکی پیشگوئیاں عموماً ذوالوجوہ ہوا کرتی ہیں جن کے مصداق متعدد بار وقوع پذیر ہو کر مومنین کے ایمان کو تازہ کیا کرتے ہیں۔ یہ پیشگوئی بھی اسی قسم کی ہے جس کا انتہائی نظارہ

Marfat.com

نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا (طٰهٰ: ۱۰۲ تا ۱۰۴)

دس (دن) ہی ٹھیرے۔ ہم اسے خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سے اعلیٰ درجہ کے طریق والا کہیگا تم صرف ایک ہی دن ٹھیرے ہو۔

اور سورۂ مومنون میں ہے:-

قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْئَلِ الْعَادِّيْنَ ۝ قَالَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (مومنون: ۱۱۲-۱۱۴)

اللہ تعالیٰ کفار سے کہے گا کہ تم سالوں کی گنتی کے حساب سے کتنا زمین میں رہے۔ کہیں گے ہم ایک دن یا اس کا کوئی حصہ رہے۔ سو گنتی کرنیوالوں سے پوچھیے۔ کہے گا تم تو تھوڑا ہی رہے کاش کہ تم جانتے ہو۔

یہ اندازہ غلط نہیں اور نہ ہی کوئی یہ معمولی خیال یا وہم ہے۔ بلکہ عالم روحانیات کے وقائع کشفیہ کی حقیقی تصویر ہے ۞

بقیہ حاشیہ:- تو عالم آخرت کے نظام روحانی میں نمودار ہوگا لیکن اس پیشگوئی کا ایک مصداق موجودہ دور میں بھی پایا جاتا ہے جس کا نظارہ اہل بصیرت کی آنکھیں کھولتے ہوئے مومنوں کی تازگی ایمان کا باعث ہو رہا ہے چنانچہ اس میں اشارہ ہے کہ زمانہ نزول قرآن کے ایک ہزار سال بعد دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا ہوگا جبکہ اسلام کے مخالف مجرم قومیں فسق و فجور میں منہمک ہو کر دنیا کے گوشوں میں نکل پڑینگی۔ اور اسلام کے مٹانے کے لئے مختلف قسم کی دجالیتیں پیدا کرینگی ان قوموں کی علامت یہ بتلائی گئی کہ انکی آنکھیں نیلگوں ہونگی یہ علامت اقوام یورپ پر منطبق ہو رہی ہے جنکی آنکھیں نیلی ہیں جن کے تروج کا زمانہ بھی اسلام سے ایک ہزار سال بعد ہے جو اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا کے مطابق دس صدیاں ہے۔ اور اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا کی رو سے ایک خدائی دن ہے۔ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (حج) اس وقت اللہ تعالیٰ بمطابق اپنی قدیم سنت کے آسمانی تائیدات کے ساتھ ایک مصلح پیدا کرے گا جس کو احادیث میں مہدی و مسیح کے نام سے یاد دلایا گیا ہے اسی کے ذریعہ اسلام کی حفاظت کے لئے ایک آسمانی روح پھونکی جائے گی۔ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ میں اس طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم کے محاورہ میں صُوْر کا لفظ عظیم الشان تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ گویا جب خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ایک صورت سے منتقل کر کے دوسری صورت میں لاتا ہے تو اس تغیر صُور کے وقت کو نفخ صور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

یہاں سے ایک عجیب نکتہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اس سے عالمِ آخرت کے نظام کا پتہ چلتا ہے۔ کہ وہاں کا نظام یہاں کی نسبت سے اعلیٰ وارفع ہوگا۔ اُس عالم میں انسانی قوتیں بہ نسبت یہاں کے ترقی یافتہ ہونگی۔ جن قوتوں سے یہاں ہم جو مسائل بڑی کاوش کے بعد بمشکل معلوم کر سکتے ہیں وہاں وہ بدیہی نظر آئینگے وہاں کی قوت بصارت اتنی تیز ہوگی کہ جن نتائج اعمال کی حقیقت تک ہمارے قوائے مدرکہ یہاں رسائی نہیں کر سکتے وہاں ہر کسی کے سامنے نظر آئیں گے فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ (ق : ۲۲) یہاں کی قوتِ بصارت کو یہ طاقت نہیں کہ تجلّی الٰہی کے نظارہ کی برداشت کر سکے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا۔ (اعراف : ۱۴۳) مگر وہاں ہر جنتی اس تجلّی کا نظارہ بڑے لطف سے کر رہا ہوگا۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (قیامہ : ۲۲) عالمِ دُنیا میں تو سب اشیاء کے مواد عنصریہ میں محدود طاقت رکھی گئی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ تک نشوو ارتقاء ہوتا ہے بعد ازاں زوال و فنا مگر عالم آخرت میں یہ اصول ہوگا کہ وہاں ہر عنصر میں لامحدود قوت ہوگی جس سے نہ فنا ہوگا اور نہ زوال واضمحلال۔ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (عنکبوت : ۶۴)

اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر قوی بصارت کے ذریعہ کسی چیز کے بُعد کا اندازہ لگایا جائے تو وہ اندازہ بُعد بہ نسبت ضعیف قوتِ بصارت کے بہت ہی کم ہوگا مثلاً جس چیز کو ہم ہزار گز کے فاصلہ پر دیکھتے ہیں اگر دوربین کے ذریعہ اسکو دیکھا جائے تو اس کا فاصلہ بالکل کم دکھائی دیگا یہ تو بُعد مکان کے متعلق قانون ہے بعد زمان کو اس پر قیاس کرو۔ مثلاً جس زمانہ کو ہمارے قوائے مدرکہ ایک صدی خیال رہی ہیں ان سے اعلیٰ قوائے مدرکہ کے نزدیک وہی زمانہ بالکل تھوڑا سا ہوگا۔ اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (حج : ۴۷) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اس حقیقت کے جاننے کے لئے ہمیں واقعات عالمِ رؤیا کی طرف نظر کرنی چاہیئے عالمِ رؤیا نظام روحانیت کا ایک شعبہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

"سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے" (بخاری کتاب الرؤیا)

چنانچہ ہم خواب میں بعض اوقات دیکھتے ہیں کہ کسی کام میں مشغول ہیں۔ اور کئی روز بلکہ کئی ماہ اور سال گذر چکے ہیں لیکن جب بیدار ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ سوائے چند منٹوں یا سیکنڈوں کے کچھ نہیں گذرا۔ تو یہ کیوں؟ محض خیال یا وہم نہیں بلکہ یہ اس عالم غیب

کے نظامِ تکوینی کا اقتضاء ہے۔ عالمِ کشف یا مثال کا بھی یہی قاعدہ ہے۔ حضرت عزیرؑ کا
واقعہ بھی اسی ذیل میں ہے۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ (بقرہ: ۲۵۹)

یا تو نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو ایک ایسے گاؤں پہ گذرا جو ویران تھا۔ اس کی عمارتیں گری ہوئی تھیں اس نے دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ اسے اس کی موت کے بعد کب زندہ کریگا۔ تب اللہ نے اسے ایک سو سال تک مُردہ رکھا۔ پھر اسے اُٹھایا۔ فرمایا تو کتنا ٹھہرا اس نے کہا میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں فرمایا بلکہ تو سو سال ٹھہرا۔

یہ ایک عمدہ نکتہ ہے جس کو سمجھ لینے سے بہت سے پیچیدہ مسائل کا عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ واقعہ معراج نبویؐ کو بھی اسی عالم روحانیت کے نظام کی ایک مثال سمجھو چنانچہ آپ بیت المقدس جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے آسمانوں پر پہنچتے ہیں۔ اور ہر ہر آسمان پر خاص خاص انبیاء علیہم السلام سے مکالمہ فرماتے ہیں۔ بہشت و دوزخ کی سیر کرتے ہیں۔ اور پھر آگے عالم ملکوت اور لاہوت کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ مگر جب آپ اس عالم میں واپس تشریف لاتے ہیں۔ تو بالکل تھوڑا سا عرصہ گذرا ہوتا ہے۔

جب ہم بعض اکابر سلف کے متعلق یہ سنو کہ انہوں نے وقت کے جزوی حصہ میں متعدد بار قرآن مجید کا ختم کیا۔ تو اس خبر کو جلدی سے جھٹلا نہ دینا۔ یہ بھی عالم رُوحانیت کے وقائع کشفیہ کی مثالی تصویر ہے۔

حدیث قراءۃ داؤد علیہ السلام کو بھی اسی پر حل کرو۔ چنانچہ بخاری باب میں ہے:
"حضرت داؤد علیہ السلام پر تورات کی کتاب ایسی آسان کر دی گئی تھی۔ کہ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے تو زین رکھنے سے پہلے اسے ختم کر لیتے۔"

عالمِ دنیا و آخرت کا ارتباط

عالم برزخ اور آخرت اس عالم سے بالکل بے تعلق اور جداگانہ عالم نہیں بلکہ اس

موجودہ عالم کے اصل نتائج اور ارتقائی منازل ہیں۔ جیسے ہماری جسمانیت جمادات و نباتات سے ترقی کر کے حیوانیت اور پھر انسانیت کے درجہ پر پہنچی ہے۔ ایسے ہی ہماری روحانیت اس عالم میں ارتقاء کرنے کے بعد عالم برزخ اور پھر آخرت میں پہنچتی ہے۔ جسے تم فنا کہتے ہو۔ فنا نہیں بلکہ ارتقاء ہے۔

تو اسے روحانیہ انسانی کے لیے اس عالم کو بہ نسبت عالم آخرت کے طفولیت سمجھو اور آخرت کو شباب۔ یا بالفاظ دیگر اس عالم دنیا کو تعلیم روحانیت کے لیے سکول جانو۔ اور آخرت کو کالج۔ چنانچہ اس عالم میں جب انسان تعلیم روحانیت کا ابتدائی نصاب طے کر لیتا ہے۔ تو موت کے بعد روحانیت کی اعلیٰ منازل میں قدم رکھتا ہے لیکن وہاں بھی اس کی رفتار ترقی ختم نہیں ہوتی۔ بلکہ مراحل ترقی کو ہمیشہ تدریجاً طے کرتا رہے گا۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ۔ (انشقاق: ۱۹)

اور چونکہ اس عالم میں روحانیت بالکل ضعیف اور ابتدائی حالت میں ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے نشوو ارتقاء کے لیے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے اور شرائع الٰہیہ نازل ہوتی ہیں۔ اور جب روحانیت ترقی کر کے دوسرے عالم میں جانے کی استعداد پیدا کر لیتی ہے تب اسے زندگی کی دوسری منزل میں قدم رکھنا پڑتا ہے جسے برزخ کہا جاتا ہے۔ وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (مومنون: ۱۰۱)
پھر اس سے ترقی کر کے ایک اور عالم میں پہنچتی ہے جس کی ابتداء نفخ صور سے ہوتی ہے۔

منشاء اختراع عقیدۂ تناسخ

یہیں سے بعض متالقین (حکمائے ہند) کو یہ شبہ ہوا ہے کہ جن لوگوں کی روحانیت نے فسق و فجور کی وجہ سے ارتقاء نہیں کیا ہوتا۔ وہ اس عالم سے منتقل ہو کر عالم برزخ یا آخرت میں کیسے پہنچ سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ عالم تو اس موجودہ عالم کے ارتقاء کا نتیجہ ہے اس لیے انہوں نے اس خدشہ سے نکلنے کے لیے عقیدۂ تناسخ[1] گھڑ لیا۔ کہ جب تک روح کو اس عالم کی فکر

[1] یاد رہے کہ عقیدۂ تناسخ کا ذکر ویدوں میں نہیں بلکہ مدتوں بعد کی اختراع ہے دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم فصل ۲۱۔ یہودیوں میں بھی اسی عقیدہ نے فلسفہ یونان اور کلدانیاں کی بدولت رواج پایا (دیکھو تاریخ روما الکبریٰ مصنفہ گبن باب ۴۷)

Marfat.com

ارتقاء کرنے کی استعداد نہیں ہوتی۔ اس عالم دنیا میں تناسخ کے ذریعہ چکر لگاتی رہتی ہے یہاں تک کہ استعداد پیدا کر کے دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک دھوکہ ہے جس مخمصہ سے نکلنے کی خاطر یہ عقیدہ گھڑا گیا۔ اس سے تو اور بھی پیچیدگی پڑ جاتی ہے کیونکہ جب روح کو اپنی سزا بھگتنے کے لئے انسانی قالب سے نکل کر ادنیٰ ہستیوں کے قوالب میں جانا پڑے گا تو اب تو اسے اتنی استعداد اور نشوو ارتقاء بھی نہیں ہو سکے گی جتنی کہ انسانی قالب کے ذریعہ سے ہو سکتی تھی۔ چہ جائیکہ وہ ایسی استعداد پیدا کرے جس سے وہ عالم آخرت کی منازل میں قدم رکھ سکے۔ علاوہ ازیں قانون فطرت ہے۔ کہ فطرت اشیاء بدل نہیں سکتی۔ فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (روم: ۳۰) پس وہ روحیں جو اس دارِ دنیا میں مبتلائے معاصی رہ کر لمحاتِ حیات گذار دیتی ہیں تو جہاں کہیں بھی وہ روحیں جائیں گی۔ خواہ کسی نسمہ میں ہی سہی اپنے طبعی وجبلی تقاضے سے منفک نہیں ہو سکیں گی۔ اگر تم حنظل و زقوم کو کو بیجو تو لامحالہ وہ اپنے نوعی خواص کے ثمر پیدا کریں گے۔ خواہ انہیں تم ہزار بار بیجو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ چند مراتب کے بعد وہ آم یا سیب کا پھل دینے لگیں۔

ع۔ "گندم از گندم بروید جو ز جو"

لہٰذا ان ارواح کو اس دنیا میں دوبارہ اصلاح کے لئے لانا بے فائدہ ہے۔ اسی لئے جب شقی روحیں میدانِ حشر یا قعرِ جہنم سے دربار ایزدی میں پکار کریں گی۔

رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۝ (سجدہ ۱۲)

اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا۔ اور سن لیا پس ہمیں لوٹا دیجئے ہم اچھے عمل کریں گے اب ہمیں یقین آ گیا۔

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ۔ (فاطر: ۳۷)

اے ہمارے رب ہمیں نکال دے ہم اچھے عمل کریں گے نہ وہ جو پہلے کرتے تھے۔

رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا وَکُنَّا قَوْمًا ضَآلِّیْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ (مومنون: ۱۰۶-۱۰۷)

اے ہمارے رب ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی اور ہم گمراہ قوم تھے۔ اے ہمارے رب ہمیں اس سے نکال دیجئے۔ پھر اگر ہم دوبارہ یہ کام کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔

تو علام الغیوب کی طرف سے یوں جواب ملے گا۔

Marfat.com

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (مومنون ۱۰۸) — دُور رہو اسی میں ذلیل ہو کر رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ (سجدہ ۱۵/۱۴) — سو چکھو اس لئے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا۔ ہم نے بھی تمہیں (آج) بھلا دیا اب اپنے اعمال کے بدلے ہمیشہ کا عذاب چکھو۔

اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۖ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (فاطر: ۳۷) — کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہ دی تھی کہ جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا آیا سو چکھو کیونکہ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

تو یہ کیوں؟ اس لئے کہ حضرت علام الغیوب جانتے ہیں کہ اگر بالفرض ان روحوں کو دوبارہ بھی اعمال کا موقعہ دیا جائے تو یہ بوجہ فاسد مادہ ہونے کے سوائے فسق و فجور کے اور کچھ نہیں کریں گی۔ اس لئے دوبارہ موقعہ دینے کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ ایک مقام پہ فرمایا:۔

وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (انعام: ۲۸) — اور اگر ان کو لوٹا دیا جائے تو پھر بھی وہی کریں گے جس سے وہ روکے گئے تھے۔ اور یقیناً وہ جھوٹے ہیں۔

(جواب شبہ تناسخ)

حقیقت یوں ہے کہ عالم برزخ و آخرت اس عالم کے ارتقاء کا نتیجہ بیشک ہیں لیکن جیسے اس عالم میں اعمال و اخلاق کی نوعیت کی دو قسمیں ہیں۔ خیر و شر ایسے ہی عالم مستقبل میں ان دو نوع کے ارتقائی منازل یا مقر بھی دو ہیں۔ جن کا تذکرہ قرآن حکیم یوں فرماتا ہے:۔

فَرِيْقٌ فِى الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِى السَّعِيْرِ (شوریٰ: ۸)

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝ (الانفطار آیت ۱۴ و ۱۵)

پس وہ سعیر و جحیم یا جہنم و سقر اگرچہ سعادت کے حق میں تو نہایت ہی تنزل کی منازل ہیں اس اعتبار سے انہیں تنزلی منازل کہنا زیبا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ

Marfat.com

اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ - مگر چونکہ وہ شقاوت کی ارتقار کے نتائج ہیں - اس لئے انہیں نوع شقاوت کے منازل ارتقاء کہنا بھی مناسب ہے - اسی اعتبار سے قرآن حکیم کبھی اسے ارتقائی خطاب سے بھی یاد فرماتا ہے - هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ (واقعہ) پس وہ روحیں جو فسق و فجور میں مبتلا رہ کر عمر گذار دیتی ہیں - وہ بھی عالم آخرت کی ارتقائی منازل میں قدم رکھتی ہیں - لیکن کون سے مقر میں ؟ اس کا جواب قرآن مجید یوں دیتا ہے إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ہ (کہف: ۱۰۲)

طریقۂ تبلیغ

سلسلۂ مضامین پر نظر ڈالئے - قوانین ترقی بیان کر دینے کے بعد معاندانہ اعتراضوں کے جواب دیئے جا رہے ہیں - ابھی چند ایک شبہات کا سلسلہ باقی ہے جن کے جواب آئندہ مذکور ہوتے ہیں لیکن قبل ان کے ایک فوری امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید پر چونکہ مخالفین کی طرف سے شبہات و اعتراضات کی بھرمار ہو رہی ہے - خوف تھا کہ مبادا کہیں مبلغ قرآن بمقتضائے بشریت ان کے اس رویہ سے تنگ آ کر مخالفین سے سختی و درشتی کا طریقہ نہ برتنے لگ جائے جس کی وجہ سے قرآن حکیم کی اشاعت اور اس کی فطری تسلیم کی قبولیت میں دقت واقع ہو لہٰذا مبلغ کی اصلاح حال اور اس کے طریقۂ تبلیغ کی طرف توجہ کی جاتی ہے ۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ	اور میرے بندوں سے کہدیجئے کہ وہ بات کہیں جو
هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ	اچھی ہو - کیونکہ شیطان ان کے درمیان
يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ	فساد ڈلواتا ہے - بے شک شیطان
الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ	انسان کا کھلا دشمن ہے - تمہارا
عَدُوًّا مُّبِيْنًا ہ رَبُّكُمْ	رب تمہیں خوب جانتا ہے -
اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ	اگر وہ چاہے تم پر رحم کرے
اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ	اور اگر چاہے تمہیں عذاب دے - اور

Marfat.com

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا۔ اور تیرا رب انہیں خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور البتہ ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور داؤد کو ہم نے زبور دی ۔

مبلّغ کے فرائض میں سے ایک یہ بھی فرض ہے کہ اشاعت و تبلیغ میں حسن اخلاق اور لطافت کلام سے کام لے۔ اور سمجھانے میں نہایت ہی نرمی برتے۔ مخالفین کے سخت سے سخت اعتراض سے رنجیدہ خاطر نہ ہو۔ بلکہ ٹھنڈے دل سے بدلائل احسن انہیں سمجھانے کی کوشش کرے اور اگر کہیں مخالف سے مناظرہ اور مباحثہ کی نوبت پیش آجائے تو اس میں بھی احسن طریق کو مدِّنظر رکھے۔ دوسرے موقعہ پر دعوۃ و تبلیغ کے طرق کے متعلق بھی تفصیل فرمادی گئی ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَىِٕنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ (نحل ۱۲۵/۱۲۶)

اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ۔ اور ان سے ایسے طریق سے بحث کرو جو نہایت عمدہ ہو۔ بیشک تیرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بہکا ہوا ہے، اور وہ سیدھی راہ پر چلنے والوں کو خوب جانتا ہے اور اگر تم انہیں سزا دو۔ تو اسی قدر سزا دو جتنی تمہیں تکلیف دی گئی ہو۔ اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہت اچھا ہے۔

ان آیات میں دعوت و تبلیغ کے اصول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہ وہ حسب ذیل ہوں گے :۔

پہلا طریقہ تعلیم حکمت۔ سب سے مقدم اور بہترین طریقہ یہ ہے کہ حکمت اور

Marfat.com

فلسفہ کے ذریعہ تبلیغ کی جائے۔ یعنی ہر ایک مسئلہ کو ایسے دلائل و بینات سے پیش کیا جائے۔ جن سے اس کی حکمت اور فلاسفی کما حقہٗ سامعین کے ذہن نشین ہو جائے اور اس کی حقیقت حقہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جائے۔ اور یہ تبھی ہو گا۔ جبکہ تبلیغی نظام کا معیار اتنا بلند ہو کہ قوموں کی علمی ترقی کی انتہائی منازل تمہارے تبلیغی پروگرام کی ابتدائی منزل ہوں۔ اس لئے اس امت کا پایہ بھی بلند رکھا ہے۔ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ تَنھَونَ عَنِ المُنکَرِ۔

دوسرا طریقہ۔ تبلیغ کا اَلمَوعِظَۃُ الحَسَنَۃُ ہے یعنی تعلیم الٰہی کو ایسے زبردست اور مؤثر پیرایہ میں دلچسپ مضامین کے ذریعہ پیش کیا جائے۔ جن سے سامعین کے جذبات میں ہیجان اور ان کے قوائے ارادیہ میں نشو و ارتقاء ہو۔ یہی مواعظ حسنہ قوموں کے جذبات ابھارنے میں باران بہاری کا کام دیں گے۔ مواعظ حسنہ سے تو لوگوں کے قوائے ارادیہ کی تسخیر ہو گی۔ اور حکمت سے قوائے عقلیہ و ذہنیہ کی پس ان کی علمی و عملی قوائے کی تسخیر کے یہ دو بہترین ذریعے ہوں گے۔

تیسرا طریقہ۔ وَجَادِلھُم بِالَّتِی ھِیَ اَحسَنُ ہے یعنی جب مخالفین تمہارے دعوۃ و تبلیغ کے کام میں مخالفت کرنے لگیں۔ اور اس میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے میدان مناظرہ و مجادلہ میں اتر پڑیں۔ تو ان کی مدافعت میں تمہیں بھی یہ آخری حربہ علمی مجادلہ کا استعمال کرنا چاہیئے۔ مگر اس میں بھی تہذیب و اخلاق اسلامی کا بہترین نمونہ پیش کرو۔ تاکہ اس وقت بھی تمہاری تبلیغی روح کا اثر نمایاں ہو۔

یہ تیسرا طریقہ اصل میں طریقہ تبلیغ نہیں۔ بلکہ طریقہ حفاظت تبلیغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو اُدعُ کے ماتحت نہیں رکھا۔ بلکہ مستقل جملہ سے ذکر فرمایا۔ پس تبلیغ تو فقط ان پہلے دو طریقوں سے ہو گی لیکن اگر ان میں کوئی رکاوٹ ڈالنے یا تبلیغی نظام کو بگاڑنے لگے۔ تو اس وقت یہ تیسرا طریقہ علمی جنگ کا استعمال کیا جائے گا۔ لیکن اگر مخالفین دائرہ تہذیب سے نکل کر علمی جنگ کی بجائے وحشی جنگ پر اتر پڑیں۔ تو اس وقت قانون حفظ امن و جذبۂ خود داری کے مطابق مسلمانوں کو بھی سیاسی سزا کے ذریعہ انتقام کی اجازت دی جاتی ہے۔ مگر اس میں بھی عدل و

Marfat.com

انصاف بلکہ اس سے بڑھکر احسان کی تاکید کی جاتی ہے اس لئے آگے فرمایا۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۔

یہاں سے مخالفین اسلام کے اس اعتراض کی بھی قلعی کھل جاتی ہے۔ جو اسلام کو بدنام کرنے کے لئے گھڑا ہے کہ وہ بزور شمشیر پھیلا۔

اسلام کو زندہ رکھنے اور اس کی اشاعت کے لئے ان تینوں طریقوں کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن اس تبلیغی نظام کو بلند ترین معیار پر قائم رکھنے کے لئے امت مسلمہ میں سے ایک خاص جماعت کی ضرورت ہے۔ جسے فرقانِ حمید حزب اللہ کا لقب دیتا ہے۔ اور جس کے نظام عمل کی تشریح سورۃ مجادلہ و حشر میں ہے۔

(رابطہ آئندہ)

چونکہ اوپر طریقہ تبلیغ قول احسن بتایا گیا۔ اب آگے اس کی نوعیت کی مثال بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔ مثلاً اگر مخالفین تم سے زیادہ الجھنے لگیں تو زمی سے انہیں یہ جواب دو کہ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمہاری استعداد کو بہتر جانتا ہے کہ کس نقطہ پر پہنچ کر تم مستحق رحمت یا عذاب ہو سکتے ہو۔ اگر تم ہماری تبلیغی سرگرمیوں سے راہ راست پر نہیں آتے۔ تو ہمیں اس کا کوئی غم نہیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آگے نتائج کا مثمر یا غیر مثمر ہونا ہمارے قبضہ قدرت میں نہیں بلکہ یہ طبعی استعدادات پر منحصر ہے جس کا علم علام الغیوب ہی کو ہے۔ اگر چاہے تو تمہیں مرحوموں کے سلسلہ میں داخل فرمائے یا چاہے تو معذبوں میں۔ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ۔ لیکن چونکہ مشیت الٰہی حکمت پر مبنی ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کی نوعیت یوں ظاہر ہوتی ہے۔ کہ جن طبائع میں عمدہ استعدادیں ہوتی ہیں انہیں صحیح تعلیم کی قبولیت کی توفیق دے کر رحمت کرتا اور زندہ قوموں میں شامل فرما دیتا ہے اور جن سے استعدادات صالحہ مفقود ہو جاتی ہیں۔ تو وہ بوجہ فساد طبائع کے صحیح تعلیم سے اعراض کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے انہیں عذاب دیتا اور ذلیل و مردہ اقوام میں شامل فرماتا ہے۔

Marfat.com

(رفع شبہ)

ممکن ہے یہاں کوئی اعتراض کرے کہ پھر تمام انسانوں کو ایک حالت پر کیوں نہیں پیدا کیا گیا تاکہ سب کے سب صحیح تعلیم کو قبول کر کے رحمت الٰہیہ سے یکساں فائدہ اٹھاتے اور ممکن ہے کہ مبلغ کی طبیعت بھی اس شبہ سے متاثر ہو۔ اس لیئے آگے مبلغ کو یہ ارشاد ہوتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا یعنی ان باریکیوں میں پڑنا تیرا کام نہیں تیرا کام فقط دعوۃ و تبلیغ ہے۔ لوگوں کے حالات طبعی کا تجھے نگران نہیں بنایا گیا۔ یہ الزامی جواب ہے۔ اور تحقیقی جواب یہ ہے وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی ان مختلف الاستعداد طبائع کے پیدا کرنے میں اعلیٰ حکمتیں ہیں جن کو ہم جانتے ہیں۔ چنانچہ بعض حکمتوں کی تصریح بھی دوسرے مواقع میں کر دیگئی ہے۔

حکمت اوّل۔ اختلاف اور تفاوت درجات سے دنیا کا کاروبار چل رہا ہے۔

وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (زخرف: ۳۲)

اور ہم نے بعض کے درجے بعض پر بلند کئے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے کام لیں اور تیرے رب کی رحمت اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔

حکمت دوم۔ تفاوت مراتب سے نیکوں کی خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ کیونکہ خوبی مقابلہ سے معلوم ہوتی ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ (کہف: ۷)

ہم نے زمین پر جو کچھ زینت کے سامان بنائے ہیں وہ اس لیئے ہیں کہ تا لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے اچھے عمل کون کرتا ہے۔

حکمت سوم۔ اس اختلاف سے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان قدرتوں کا پتہ چلتا ہے اور اس کی عظمت و وقعت کا سکہ قلوب پر جمتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝ (نوح: ۱۳-۱۴)

تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ سے عزت کی امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں مختلف حالات میں پیدا کیا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ

اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو پانی سے

Marfat.com

مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ	پیدا کیا ہے۔ پس بعض تو ان میں سے
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ	پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض دو پاؤں
وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى اَرْبَعٍ	پر اور بعض چار پاؤں پر۔ اللہ تعالیٰ
يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى	جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بیشک اللہ
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (نور: ۴۵)	ہر چیز پر قادر ہے ۔

اور یہ تنوع طبائع اور اختلاف درجات فقط عوام تک ہی محدود نہیں بلکہ خواص بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ آگے ارشاد ہے کہ بعض نبیوں کو بھی ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ چنانچہ ان مختلف الدرجات خواص نفوس میں سے ایک کڑی حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جنہیں زبور عنایت ہوئی۔ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔

حکمت تخصیص داؤد علیہ السلام

ان انبیاء علیہم السلام میں سے جن کا تذکرہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ہی وہ پہلی ہستی ہیں جنہیں نبوت کے ساتھ مستقل سلطنت بھی عطا کی گئی۔ اور اس طرح نبوت و حکومت کے دونوں منصوبوں کو یکجا جمع کر کے شریعت اسرائیلی کے شیوع و نفاذ کا بہترین موقعہ دیا گیا۔ مگر کیا حضرت داؤد اشاعت ملت میں حکومت کی سیاسی قوتوں سے کام لیتے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ انہیں تبلیغ ملت کا پُرتاثیر طریقہ زبور دیا گیا تھا۔ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ جس کے ذریعہ پتھر اور لوہے جیسے سخت دل بھی موم ہو جاتے۔ چنانچہ سورۃ سبا میں ہے۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔ (السباء: ۱۰)

پس اے مسلم تجھے بھی اشاعت و تبلیغ میں سختی کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ جس طرح حضرت داؤد کو شریعت اسرائیلی کے علاوہ طریقہ تبلیغ زبور دیا گیا تھا۔ اسی طرح تجھے بھی شریعت الٰہیہ کے علاوہ زبور محمدی دیا گیا ہے۔

لہ حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ ان سے پہلے تخت حکومت پر متمکن نظر آتے ہیں مگر مستقل سلطنت نہیں رکھتے تھے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۔ (النساء : ۱۱۳)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"حضرت داؤد کا روحانی باجہ مجھے بھی دیا گیا ہے"

اس کی تاثیر سے سخت سے سخت طبائع بھی موم ہو جائیں گی۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (زمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام اتاری ہے یعنی ایسی کتاب جس کے مضامین باہم ملتے جلتے ہیں۔ اور جو بار بار دہرائی جاتی ہے جس کے سننے سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم ہو جاتے ہیں۔

جواب شبہ چہارم متعلق شفاعت

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہدیجئے انہیں پکارو جنہیں تم اللہ کے سوا (حاجت روا) سمجھتے ہو۔ وہ نہ تو تم سے تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ بدل دینے کا۔ جنہیں یہ پکارتے ہیں۔ وہ تو خود اپنے رب کی طرف (پہنچنے کا) وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ خواہ ان میں سے کوئی کتنا بڑا کیوں نہ مقرب ہو اور اسکی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک نہ کر دیں

Marfat.com

اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ | یا اسے سخت عذاب نہ دیں گے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

مخالفین قرآن مجید کے معارضہ میں جو کچھ شبہ پیش کر سکتے ہیں۔ کہ مانا قرآن مجید کتاب صحیح منزل من اللہ ہے۔ اور یہ بھی مانا کہ سلسلہ جزا و سزا حق ہے۔ مگر ہم یہ نہیں مانتے کہ نجات فقط اسی کتاب کی تعمیل پر منحصر ہے۔ بلکہ اس کے سوا اور بھی نجات کے ذریعے ہیں۔ وہ یہ کہ ہمارے بڑے بڑے اسلاف مثلاً انبیاء و اولیاء غوث و اقطاب۔ ابدال و اوتار۔ رشی و اوتارہ جن کو قرب الٰہی کا درجہ حاصل ہے۔ ہماری امداد کے ضامن ہیں۔ اور ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے جو عذاب ہم پر آنا ہوتا ہے۔ یا جو مصائب و بلیات نازل ہونے کو ہوتی ہیں۔ انہیں ٹال دیتے ہیں۔ کیونکہ کارخانہ قدرت میں ان کو بھی اختیار دیا گیا ہے۔ کہ جسے چاہیں چھڑا لیں خواہ اسباب نجات بھی اس کے اندر نہ پائیں۔ پس یہی مستیاں ہم منکرین نافرمانوں کی شفیع اور ہماری نجات کی ضامن ہیں۔ اس لئے ہمیں صرف ان کی پکار کی ضرورت ہے۔ اسی غلط عقیدہ اور بدترین بہتان کی بنا پر پہلی امتیں بگڑیں۔ اور اس مزعوم ذریعہ سے نجات کے بھروسہ پر محاسبہ اعمال کے لازمی قانون مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (نساء: ۱۲۳) سے غافل ہو کر شرک و کفر، فسق و فجور میں قدم بڑھائے۔ اہل کتاب بھی اسی زعم باطل کے نشہ میں مخمور ہو کر یہ دعویٰ کر بیٹھے۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (بقرہ: ۸۰) اور پروانۂ نجات پیش کرنے لگے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ: ۱۸) آج بھی عموماً مسلمان اسی مرض میں مبتلا ہیں۔ اور حقیقی ذریعہ نجات کو چھوڑ کر مشرکانہ عقائد و رسوم میں گرفتار ہیں۔ اور قرآن حکیم کے صحیح مسئلہ شفاعت اور وسیلے کی غلط تاویلیں کر کے قرآن کے مسلک سے کوسوں دور جا رہے ہیں۔ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (بقرہ: ۱۰۱) حالانکہ قرآن حکیم نے مسئلہ شفاعت کی اس قدر تفصیل و تشریح فرما دی ہے جس سے کسی کو غلط فہمی کا موقع ہی نہیں مل سکتا۔ مگر افسوس اس کا کیا علاج جبکہ قرآن مجید کو چھوا ہی نہ

Marfat.com

جائے۔ غور تو در کنار۔ وہ مزعومہ شفاعت جس پر پہلی امتیں نازاں تھیں اور بدقسمتی سے آج عموماً مسلمانوں نے بھی اسی کو صحیح عقیدہ قرار دیا ہے اس کی تردید قرآن مجید متعدد مواقع پر کرتا ہے:۔

(۱) وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (بقرہ: ۴۸)

اور اس دن سے ڈرو جب کوئی جی کسی جی کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اور نہ اس سے شفاعت قبول کی جائیگی اور نہ اس سے معاوضہ لیا جائیگا اور نہ انہیں مدد دی جائے گی۔

(۲) وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ (انعام: ۷۰)

ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انکو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ نصیحت کر کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنے کرتوت کی وجہ سے محروم ہو جائے جہاں اس کیلئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی شفاعت کرنیوالا۔ اور اگر کوئی کسی قسم کا بدلہ بھی دینا چاہے تو اس سے نہ لیا جائیگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے کرتوت کی وجہ سے محروم ہوئے ان کیلئے کھولتا پانی پینے کو اور دردناک عذاب ہوگا۔ اسلئے کہ وہ کفر کرتے تھے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (بقرہ: ۲۵۴)

اے ایمان والو! اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے خرچ کرو اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ کوئی خرید و فروخت ہوگی اور نہ کوئی دوستی اور نہ کوئی سفارش کام آئیگی اور کافر ہی ظالم ہیں۔

(۴) وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ (انعام: ۵۱)

اس قرآن کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس بات کا خوف ہے کہ وہ اپنے رب کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے جن کے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ شفیع تاکہ وہ متقی بنیں۔

Marfat.com

(۵) وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (انعام: ۹۵)

ہم تمہارے ساتھ وہ سفارشی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا خیال تھا کہ وہ تمہاری نجات میں ہمارے شریک ہیں۔ اب تو یقیناً تمہارے تعلقات ٹوٹ گئے اور جو تمہارے باطل خیال تھے سب جاتے رہے۔

(۶) هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ (اعراف: ۵۳)

کیا وہ اس کے انجام کا انکار کرتے ہیں۔ جس دن اس کا انجام آئیگا وہ لوگ جنہوں نے پہلے اسے بھلا رکھا تھا کہیں گے۔ بے شک ہمارے رب کے رسول حق لے کر آئے تھے تو کیا اس وقت ہمارے کوئی سفارشی ہیں جو ہمارے لئے سفارش کریں یا ہم کو لوٹا دیا جائے تاکہ وہ عمل کریں اسکے خلاف جو ہم عمل کرتے تھے یقیناً انہوں نے اپنا نقصان کیا۔ اور جو کچھ یہ افترا کیا کرتے تھے وہ ان سے جاتا رہا۔

(۷) وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (یونس ۱۸)

اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے حضور ہمارے سفارشی ہیں۔ کہدیجیے کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو نہ آسمانوں میں اس کے علم میں ہے اور نہ زمین میں۔ وہ اس شرک سے پاک ہے اور برتر ہے جو یہ کرتے ہیں۔

(۸) وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (روم ۱۲/۱۳)

جس دن قیامت قائم ہوگی۔ مجرم ناامید ہوجائیں گے اور ان کے شریکوں میں سے کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا۔ اور وہ اپنے شریکوں کا انکار کرنے والے ہونگے۔

(۹) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

اللہ وہ ذات پاک ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ

Marfat.com

آیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ط مَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ط اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ o

دنوں میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر تجلی فرمائی۔ اس کے بغیر تمہارا نہ کوئی کارساز ہے۔ اور نہ شفاعت کرنے والا۔ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

(۱۰) اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ط قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ o قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ط لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ثُمَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ o

(زمر: ۴۳ و ۴۴)

کیا انہوں نے اللہ کے سوا سفارشی بنا رکھے ہیں کہہ دیجئے کیا وہ اس صورت میں بھی سفارش کر سکتے ہیں جبکہ وہ نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہوں اور نہ سمجھ رکھتے ہوں۔ کہہ دیجئے کہ شفاعت تو سب اللہ کے اختیار میں ہے اسی کیلئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے پھر تم اسی کیطرف لوٹائے جاؤ گے۔

(۱۱) وَاَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کٰظِمِیْنَ ط مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ ط یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ o (مومن: ۱۸ و ۱۹)

ان (کفار) کو قریب آنے والے دن سے ڈرا۔ جبکہ دل غم سے بھرے ہوئے گلوں تک آ رہے ہونگے۔ اس وقت ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جا سکے۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے بھی جو سینے چھپاتے ہیں؟

(۱۲) کُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَةٌ o اِلَّآ اَصْحٰبَ الْیَمِیْنِ ط فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ o عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ o مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ o قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ o وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ o وَکُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِیْنَ o وَکُنَّا نُکَذِّبُ بِیَوْمِ الدِّیْنِ o حَتّٰی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ o فَمَا تَنْفَعُهُمْ

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے گروی ہوگا مگر داہنی طرف والے جو بہشتوں میں ہوں گے۔ مجرموں سے پوچھیں گے۔ تمہیں کیا چیز دوزخ میں لائی۔ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے o اور بیہودہ بکواس کرنے والوں کے ساتھ ہم بکواس کیا کرتے تھے اور جزا و سزا کے دن کو ہم جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ اب ہم کو یقین آ گیا سو انکو شفاعت کرنے

Marfat.com

شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ ○ (مدثر ۴۸تا۳۸) والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی ؛

آیات مذکورہ بالا میں تو شفاعت مزعومہ باطلہ کی تردید تھی۔ اب ذیل میں وہ آیات درج کیجاتی ہیں جن میں شفاعت حقہ کا اثبات اور اس کے شرائط و ضوابط کا تذکرہ ہے۔

(۱۳) يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ إِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ○ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مریم ۸۵تا۸۷)

جس دن ہم پرہیزگاروں کو اپنے حضور میں معزز گروہ کی طرح اکٹھا کریں گے۔ اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کیطرح ہانک لے جائیں گے وہ شفاعت کے مالک نہ ہونگے مگر وہی جس نے رحمٰن سے عہد باندھا۔

(۱۴) يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ○ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ○ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ○ (طٰہٰ: ۱۰۹تا۱۱۱)

اس دن شفاعت کسی کو نفع نہ دے گی مگر اسے جس کے لئے رحمٰن کی اجازت ہوگی۔ اور اسکی بات پسند کرے گا۔ انکے آگے اور پیچھے کی سب باتوں کو جانتا ہے۔ اور وہ اسکے علم کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ اور حیّ و قیوم خدا کے سامنے لوگ عاجز ہو جائینگے۔ اور وہ شخص یقیناً نامراد ہوا جس نے ظلم کا بوجھ اٹھایا۔

(۱۵) وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (زخرف: ۸۶)

اللہ کے سوا جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے مگر وہ جس نے حق کی گواہی دی اور وہ اسے جانتے بھی ہوں۔

(۱۶) وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (النجم- ۲۶)

اور کتنے فرشتے آسمانوں میں ہیں جنکی شفاعت کچھ کام نہیں دیتی۔ ہاں اس وقت جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسے وہ چاہتا ہو اور جس پر راضی ہو اجازت ملے ؛

(۱۷) مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ

وہ کون ہے جو دربارِ الٰہی میں بغیر اجازت کے شفاعت کرے وہ سب کچھ جانتا ہے جو ان کے سامنے اور ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم کے

Marfat.com

مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ (بقرہ: ۲۵۵)

کسی حصّہ پر احاطہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اسکے جسے وہ بتلانا چاہے۔

(۱۸) مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (یونس-۳)

اس کے اذن کے بغیر کوئی شفیع نہیں۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے سو اس کی عبادت کرو۔ پس کیا تم نصیحت نہیں لیتے۔

(۱۹) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ (نباء: ۳۸)

جس دن روح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہونگے وہ کوئی بات نہ کرینگے مگر وہ جسے خدائے رحمٰن اجازت دیگا۔ اور وہ درست بات کہے۔

(۲۰) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ (انبیاء: ۲۶ تا ۲۸)

اور کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنا لیا۔ وہ پاک ہے۔ بلکہ وہ معزز بندے ہیں وہ اسکے سامنے بڑھ کر نہیں بولتے اور وہ اسکے حکم پر کام کرتے ہیں وہ جانتا ہے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو انکے پیچھے ہے اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے مگر اسی کی جس سے خدا راضی ہو اور وہ اسکی ہیبت سے ڈرتے ہیں۔

(۲۱) مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝ (نساء: ۸۵)

جو شخص اچھی بات کی سفارش کرے اس کو اس سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے اس کو اس بات کا حصہ ملیگا۔ اللہ تعالے ہر چیز پر قابو رکھنے والا ہے۔

ان آیات سے حسب ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:۔

(۱) آیت ۲۱ سے معلوم ہوا کہ شفاعت کی دو قسمیں ہیں۔ شفاعت حسنہ اور شفاعت سیّئہ۔ چنانچہ ہر ایک قسم کی شفاعت سے شفاعت کرنے والے کو بھی حصّہ اجر یا جرم کا ملتا ہے۔

(۲) آیت ۲۰ سے معلوم ہوا کہ شفاعت سیّئہ کے تین اقسام ہیں جن کے نفاذ

Marfat.com

کا امکان دربار ایزدی میں نہیں۔

قسم اوّل۔ شفاعت محبوبیت۔ یعنی محبوب کی شفاعت محب کے پاس۔ جیسے بیٹا باپ کے پاس سفارش کرے۔ تاکہ باپ جذبۂ محبت پدری سے مجبور ہو کر بیٹے کی سفارش کو پورا کرے۔ اس کی تردید میں فرمایا۔ وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ؕ

قسم دوم۔ شفاعت تحقیق یا فیصلہ کی نظر ثانی۔ مثلاً ایک مجسٹریٹ کسی مقدمہ میں غلطی کرنے کے باعث غلط فیصلہ دیتا ہے۔ جس کی غلطی سے وہ واقف نہیں ہوتا اس پر اپیل کے ذریعہ اسے غلطی پر متنبہ کرکے منسوخی فیصلہ کی سفارش کی جاتی ہے۔ یہ شفاعت اگرچہ لوگوں میں تو جائز ہے لیکن شانِ ایزدی کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ نقص علم پر دال ہے۔ جس کی تردید آیت ۱۴ و ۱۷ و ۲۰ میں یوں کر دی گئی ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔

قسم سوم۔ شفاعت وجاہت۔ بڑا آدمی چھوٹے کے پاس۔ افسر اپنے ماتحت سے سفارش کرکے اپنی وجاہت سے بات منواتا ہے۔ اس کی تردید آیت ۱۴ و ۲۰ میں یوں کر دی۔ وَ عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۔ وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ؕ

(۳) آیت ۲۰ سے معلوم ہوا کہ شفاعت حسنہ کا مرتبہ اصل میں اللہ تعالےٰ کے لئے ہی مخصوص ہے ؕ

(۴) آیت ۱۳ و مابعد سے معلوم ہوا۔ کہ یہ رتبہ نیابۃً عزت بڑھانے کے لئے کسی وقت ان لوگوں کو بھی عطا ہوگا۔ جنہوں نے تخلق باخلاق اللہ کے ذریعہ تقرب الٰہی حاصل کیا ہوگا۔ مگر بشرائط ذیل:۔

(الف) اذن الٰہی کے بعد شفاعت کا اختیار ہوگا۔ آیت ۱۴ و ۱۷ و ۱۸ و ۱۹

(ب) شفاعت کا اختیار انہیں ملیگا جنہوں نے عہد الٰہی کو پورا کیا ہوگا۔ آیت ۱۳

(ج) انکی شفاعت موافق مشیت و رضاء الٰہی ہوگی۔ آیت ۱۴ و ۱۶ و ۲۰۔

Marfat.com

(د) ان کی شفاعت طریق حق اور اصول صحیحہ پر ہوگی۔ آیت ۱۵ و ۱۹۔

(ھ) شفاعت کنندہ دربارِ الٰہی سے خائف ہوگا۔ آیت ۲۰

(و) شفاعت ان کے حق میں ہوگی جن کے ایمان یا نیکیوں کا شفیع کو علم ہوگا۔ آیت ۱۵

(۵) آیات ۳، ۵، ۶، ۱۱ و ۱۲ سے معلوم ہوا کہ مجرمین ذیل کے حق میں شفاعت نافع نہیں ہوگی:

(الف) کفار و مشرکین ۳ و ۵ (ب) تارکین صلوٰۃ ۱۲ (ج) مانعینِ زکوٰۃ ۱۲

(د) خائضین یعنی یاوہ گوئی کرنے والے ۱۲ (ھ) منکرینِ قیامت ۱۲ (و) ظالمین ۱۱ (ز) بدنظری کرنے والے ۱۱ (ح) عملِ حسنہ نہ رکھنے والے ۶

(۶) آیت ۱۵ شفاعت حسنہ کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے کہ وہ درحقیقت ایک قسم کی شہادت ہوگی۔ یعنی جن اعمالِ حسنہ مشفوع لہٗ کی خبر شفیع کو ہوگی اُنکی شہادت ہی شفاعت کا رنگ اختیار کرے گی۔

یہ تو کتاب الٰہی کے ارشادات مذکور ہوئے جن میں شفاعت کی حقیقت اور اس کے اقسام اور شرائط و ضوابط بیان فرما دیئے گئے۔ اب ان احادیث کو لو۔ جن میں شفاعت کا ذکر آیا ہے۔ ان میں تم کسی ایسی جداگانہ شفاعت کا ذکر نہ پاؤ گے جو قانونِ محاسبہ[1] اور سزائے اعمال سے مستغنی کر سکے۔ بلکہ احادیث میں انہیں

---

[1] قانونِ محاسبہ کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں ہے:۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ (نساء)	مسلمانو! نجات نہ تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو شخص بھی بُرا کریگا اس کی سزا پائے گا۔
فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۞	جو شخص ذرّہ بھر بھی نیکی کرتا ہے اُسے دیکھے گا اور جو شخص ذرّہ بھر بھی بُرائی کرتا ہے۔ اسے دیکھے گا۔

البتہ اس قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے بھی قرآن حکیم نے ایک دستور پیش کیا ہے وہ یہ کہ خلوص قلبی سے توبہ استغفار کی جائے اور گذشتہ سیئات کی نجاست کو آئندہ حسنات کے پاک پانی سے

[1] یہ حاشیہ صفحہ ۲۷۷ پر دیکھئے

Marfat.com

ارشاداتِ قرآنیہ کی شرح و تفسیر ہے:۔

مجرمین پر فردِ جرم قائم ہو کر واصلِ نار ہونے اور بداعمالیوں کی سزا پانے کے بعد ان نفوس کے لئے دروازہ شفاعت کھلے گا۔ جن کے تودہ ہائے سیئات کے نیچے چند ریزے حسنات کے دبے ہوں گے۔ اور حقیقت میں شفاعت کا باعث بھی یہی حسنات ہونگی۔ چونکہ ان کا فیضان و اکتساب دارِ دنیا میں انفاسِ قدسیہ انبیاء و اولیاء، عُبّاد و زُہّاد کی تأسی و اتباع کا نتیجہ تھا۔ اس لئے یہی روحانی نسبت عالمِ آخرت میں برنگِ شفاعت نمودار ہو گی۔ پس اصل میں شفاعت کی علتِ ایمان و اعمالِ صالحہ ہیں۔ نہ کہ معاصی اور فسق و فجور۔ جیسا کہ متبعینِ اہوائے شیطانیہ نے سمجھ رکھا ہے۔ اسی علت کی طرف شفیع المذنبین صلے اللہ علیہ وسلم یوں اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ

"قیامت کے دن میری شفاعت کا مستحق وہ ہو گا جس نے خلوص دل سے کلمۂ توحید پڑھا ہو گا۔" (بخاری کتاب العلم)

دھو یا جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ (انعام: ۵۴)

تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ کہ جو کوئی تم میں سے نادانی سے برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرے۔ تو وہ بخشش دینے والا رحم کرنے والا ہے۔

وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۔ (نساء: ۱۱۱)

جو شخص بدی کر بیٹھتا ہے یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتا ہے پھر اللہ سے بخشش چاہتا ہے تو وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ۔ (طٰہٰ: ۸۲)

اور میں اسے یقیناً بخش دیتا ہوں جو توبہ کرتا ہے اور ایمان لاتا ہے اور اچھے عمل کرتا ہے۔ پھر ہدایت پر قائم رہتا ہے۔

إِلَّا مَن ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ (نمل: ۱۱)

لیکن جو ظلم کرتا ہے پھر بدی کے بعد اپنے رویہ کو نیکی سے بدل دیتا ہے تو میں بخشنے والا رحم کرنیوالا ہوں۔

Marfat.com

اور چونکہ شفاعت مشفوع لہٗ کی قوتِ ایمانی کا نتیجہ ہو گی۔ اس لئے حسب مراتب ایمان شفاعت بھی تدریجی اطوار سے ہو گی۔ جیسا کہ احادیث میں ہے۔ پہلے اُن کے حق میں جن کا ایمان جَو کے قدر ہو گا۔ پھر ان کے حق میں جن کا ایمان رائی کے دانہ کے برابر ہو گا۔ ازاں بعد اُن کی جن کا ایمان رائی کے ادنیٰ سے ادنیٰ حصّے کے مساوی ہو گا۔ اور بعض روایات میں ہے۔ کہ اوّل ان کی نجات ہو گی جن کا ایمان دینار کے برابر ہو گا۔ پھر ان کی جن کا نصف دینار کے برابر۔ پھر انہیں نکالا جائے گا جن کی ذرہ بھر بھی نیکی ہو گی۔

ماسوی اللہ کی حدود شفاعت تو یہاں تک ختم ہو جائیں گی۔ اب آگے ارحم الراحمین کی رحمت کا میدان ہو گا۔ جوشِ رحمت ایسی قوموں کو نکالے گا جن کی ذرہ بھر بھی نیکی نہیں ہو گی۔ بعض اور روایات میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عرض کریں گے۔ یارب جس نے تیری توحید کی گواہی دی ہو۔ اس کی شفاعت کا اذن ہو۔ ارشاد ہو گا اس کا اختیار تم کو نہیں لیکن مجھے اپنی عزت وجلال اور اپنی عظمت وکبریائی کی قسم ہے کہ میں دوزخ سے ہر اس شخص کو نکالوں گا جو میری توحید کا مُقر رہا۔ اور جس نے اپنے لئے دوسرا معبود نہیں بنایا۔ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ (بخاری)

پس ان روایات سے بھی ثابت ہُوا کہ شفاعت کا فیضان ابتداءً اور انتہاءً بھی ارحم الراحمین کی ذات سے ہے۔ اور یہی مفہوم وَلِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا کا تھا اور اس فیضان کا باعث بھی ایمان باللہ اور توحید ہے اور جو لوگ شفاعت کی صحیح حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور انہیں شفاعت کی باطل تاویل کے لئے

نتیجہ سعی

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (فرقان: ۷۰)	مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کرتا رہا تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔
اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔ (ہود: ۱۱۴)	یقیناً نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔

Marfat.com

غلط قیاسات سے کام لینا پڑتا ہے۔ دربار احکم الحاکمین کو سلاطین دنیا پر قیاس کرتے ہیں جس طرح ان کے ہاں امراء وزراء کے اعزازات اور مراتب ہوتے ہیں۔ اور حسب مراتب انہیں اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ جن کے ماتحت رعایا کے فیصلے اور ان کی حاجات روائی کرتے ہیں۔ اور جب کہیں اوپر کی طرف رجوع کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو جب تک انہیں افسران کی رپورٹ اور سفارش نہ ہو حکومتِ اعلیٰ میں مقدمہ قابلِ سماعت نہیں ہوتا اسی طرح دربارِ الٰہی میں بھی یہ لوگ انبیاء و اولیاء کو شفیع جان کر قضائے حاجات اور رفع بلیّات کا انہیں ضامن قرار دیتے ہیں؂

یہ شرک ابتداءً مسئلہ شفاعت کی غلط تعبیر کی وجہ سے پیدا ہوا۔ پھر یہی شرک فی الشفاعت، شرک فی الدعاء کی طرف منجر ہوا۔ کیونکہ جب انہیں حاجت روا شفیع سمجھا۔ تو اپنی شفاعت کے لئے انہیں پکارنے لگے۔ یَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّہٗ وَلَا یَنْفَعُہٗ ذٰلِكَ ھُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ہ

پھر اس شرک سے ایک قدم آگے شرک فی العبادت میں بڑھایا۔ کیونکہ جب دیکھا کہ ہر کسی کی درخواست قبول نہیں ہوتی۔ تو انہیں راضی کرنے کے لئے ان کی پرستش شروع کی۔ تاکہ وہ ان کی عبادت سے راضی ہو کر دربارِ الٰہی میں شفاعت کریں۔ اسی لئے جب مشرکین سے غیر اللہ کی عبادت کی وجہ پوچھی جاتی۔ تو یوں کہتے ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ۔ یہ اللہ کے حضور ہمارے شفیع ہیں؂

(عود الی المقصد)

اب ان مخالفین کو جو قرآن مجید سے اس لئے رُوگرداں ہیں کہ ہماری نجات کے ذریعے اس کتاب کے سوا کچھ اور بھی ہیں۔ اگر اس کے اعراض و انکار سے کچھ گناہ ہوا۔ تو ہمارے اکابر جو ہماری امداد کے ضامن ہیں اس کی سزا سے بری کرا دینگے۔ ان کو یوں جواب دو۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا یَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِیْلًا ہ یعنی جن غیر اللہ کی امداد کے بھروسے پر تم قانونِ الٰہی سے بے پرواہی کر رہے ہو۔ ذرا انہیں پکار کے تجربہ کر لو۔ وہ نہ تو تمہاری آئی ہوئی مصیبت کو ٹال سکتے ہیں اور نہ آنے والے عذاب سے بے نیاز کر سکتے

Marfat.com

ہیں۔ بلکہ وہ تو خود ہی ان کی طرح محتاج ہیں۔ چنانچہ آگے فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ یَبۡتَغُوۡنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الۡوَسِیۡلَۃَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ وَ یَرۡجُوۡنَ رَحۡمَتَہٗ وَ یَخَافُوۡنَ عَذَابَہٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ کَانَ مَحۡذُوۡرًا ۔ یعنی جن ہستیوں کو راہِ توحید سے ہٹنے والی قومیں پکارتی ہیں وہ تو خود ہی نجات کے لئے وسیلہ کی طلبگار ہیں۔ خواہ ان میں سے کوئی کتنا ہی کیوں نہ مقرب بارگاہِ الٰہی ہو۔ اس کی رحیمیت کے باعث رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور اس کے قہر و جلال کے رعب سے خائف بھی ہیں۔ کیونکہ اس کے عذاب سے کوئی شخص نڈر نہیں رہ سکتا ؂

مقربانِ الٰہیہ میں سے اعلیٰ صنف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور نبیوں کے سرتاج خاتم النبیین ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم)، مگر آپ کی زبان سے بھی یوں کہلوایا جاتا ہے۔

قُلۡ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ۔ (انعام ۱۵)

کہدو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں۔ تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

قُلۡ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا قُلۡ اِنِّیۡ لَنۡ یُّجِیۡرَنِیۡ مِنَ اللّٰہِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنۡ اَجِدَ مِنۡ دُوۡنِہٖ مُلۡتَحَدًا ۔ (جن: ۲۱ و ۲۲)

کہدیجیے میں تمہارے لئے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ نفع کا کہو مجھے اللہ کے مقابل پہ کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور نہ میں اسے چھوڑ کر کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں ؂

اور یہ اس لئے تاکہ اُمت اس پہ مغرور نہ ہو کہ ہمارا نبی سید الانبیاء ہے۔ ہم جو چاہیں کریں ہمیں عذاب الٰہی سے بچا لے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسی خطرہ کو محسوس کرتے ہوئے اپنی زندگی کے آخریں لمحات میں بھی جبکہ آپ سفرِ آخرت کی تیاری فرما رہے تھے۔ اُمت کی راہِ عمل کے لئے ایک جامع خطبہ دیتے ہیں جو آپ کی زندگی کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ اس میں آپ فرماتے ہیں:۔

اے پیغمبرِ خدا کی بیٹی فاطمہ اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہ خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔" (کتاب الام امام شافعی ج)

پس جب مقربانِ خداوندی کسی کو عذابِ الٰہی سے مطمئن نہیں کر سکتے۔ وہ خود بھی خائف ہیں اور نجات کے لئے وسیلہ کے طلبگار۔ تو پھر انہیں پکارنے کی کیا حاجت

Marfat.com

بلکہ انہیں خواص کی طرح عوام کو بھی اصل ذریعہ نجات اور صحیح وسیلہ تقرب الی اللہ کی طلب ہونی چاہیئے جس کی طرف قرآن حکیم یوں توجّہ دلاتا ہے:۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو
وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا	اور اسکی طرف (پہنچنے کا) وسیلہ ڈھونڈو اور اس
فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (مائدہ: ۳۵)	کی راہ میں مجاہدے کرو تاکہ تم کامیاب بنو۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی جو دُعا اُمّت کو تلقین فرماتے اس میں اپنے لئے وسیلہ کی ضرورت کو یوں عیاں فرماتے ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ	اے اللہ! اس کامل دعوۃ کے رب۔
التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ	اور قائم رہنے والی نماز کے رب
مُحَمَّدَ اِلْوَسِیْلَۃَ ۔	محمدؐ کو وسیلہ عطا فرما۔

(تفسیر وسیلہ)

الوسیلۃ التوصل الی الشیٔ برغبۃٍ	وسیلہ کا معنی کسی چیز کی طرف رغبت سے پہنچنا
وھی اخص من الوصیلۃ لتضمنہا معنے	ہے اور وہ لفظ وصیلہ (یعنے پہنچنا) سے خاص ہے
رغبتہ وحقیقۃ الوسیلۃ اِلی اللّٰہ	اس لئے کہ وہ رغبت کے معنے کو متضمن ہے اور اللہ
تعالیٰ مراعاۃ سبیلہ بالعلم والعبادۃ	تعالیٰ کا وسیلہ لینے کی حقیقت یہ ہے کہ اسکی راہ
وتحری مکارم الشریعتہ۔	(شریعت) کی رعایت علم اور عبادت اور مکارم
(مفردات راغب)	شریعت کے ذریعہ کی جائے۔

قرآن حکیم چونکہ مفصّل کتاب ہے اس لئے وسیلہ کی تفسیر کے لئے بھی وہ کسی دوسری کتاب کا محتاج نہیں۔ بلکہ اپنی تفسیر آپ ہی پیش کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے وسیلہ کی دو تفسیریں غلط اور صحیح مفصل بیان کردی ہیں تاکہ حق و باطل میں امتیاز واضح نظر آجائے۔

(۱) وسیلہ کی ایک تو وہ باطل تفسیر ہے جو بُت پرستوں اور قبر پرستوں کی اختراع کا نتیجہ ہے جس کا تذکرہ قرآن حکیم یوں فرماتا ہے:۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۔ وَالَّذِیْنَ	خالص فرمانبرداری اللہ تعالے کے لئے ہی

Marfat.com

اِتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ (الزمر: ۳)	ہے اور جو لوگ اس کے سوا کارساز بناتے ہیں (کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے نزدیک کر دیں۔

یعنی مشرکوں کا یہ طریقہ ہے کہ انہوں نے دینِ خالص کو چھوڑ کر غیر اللہ کو کارساز بنا رکھا ہے۔ ان کے ذریعہ قضائے حاجات چاہتے ہیں اور ان کے مجسموں، بتوں، یا قبروں پوجا کر دعائیں مانگتے اور ان کی پرستش کو تقرب الی اللہ کا وسیلہ سمجھتے ہیں چنانچہ ان سے جب غیر اللہ کی پرستش کی وجہ پوچھی جاتی ہے۔ تو کہتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا سے قریب کرنے کا وسیلہ ہیں ؛

(۳) دوسری وسیلہ کی وہ صحیح تفسیر ہے جس پر آیات ذیل روشنی ڈالتی ہیں:

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۡ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَزَاۗءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۔ (السباء: ۳۷)	تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ مگر (مقرب) وہی ہوتا ہے) جو ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے پس ایسے شخصوں کے لئے ان کے اعمال کے باعث دوہرا اجر ہے اور وہ امن و اطمینان سے بلند مقامات میں ہوں گے ؛
فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۔ (الکہف: ۱۱۰)	پس جو شخص اپنے رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اُسے چاہیئے کہ اچھے عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے ؛
وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ (توبہ: ۹۹)	اور دیہاتیوں میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قرب کا وسیلہ اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں سو بیشک وہ ان کے لئے قربی کا موجب ہوگا عنقریب اللہ انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا بیشک اللہ معاف فرمانے والا اور بڑے انتہا رحم والا ہے۔

Marfat.com

نصوص بالا سے معلوم ہوا کہ قرب الی اللہ کا وسیلہ ایمان اور عمل صالح اور اجتناب عن الشرک اور انفاق فی سبیل اللہ اور ادعیۃ الرسول ہیں۔ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہیں۔ اسی طرح دفع مصائب دنیا اور عذاب الٰہی سے نجات کا بھی وسیلہ ہیں۔ چنانچہ حدیث غار اس پر بیّن شاہد ہے۔

(ملاحظہ ہو بخاری کتاب الانبیاء)

پس عذاب الٰہی سے بچاؤ کی صورت سوائے ایمان اور اعمال صالحہ کے وسیلہ کے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ آگے اسی مضمون کی صداقت کی دلیل ایک مستقبل کی پیشگوئی کے ضمن میں پیش کی جاتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

یعنی آخری زمانہ میں دنیا پر ایک ایسا دور آئے گا۔ جس میں ایمان اور اعمال صالحہ مفقود ہو جائیں گے۔ امانت و دیانت اُٹھ جائے گی۔ دین و ایمان ثریّا تک جا پہنچے گا۔ فتنۂ کفر و شرک اور دجّالی عقیدہ تثلیث عالمگیر اشاعت پالیگا فحش و بداخلاقی زوروں پہ ہوگی۔ احادیث میں ہے کہ یہ ایسا فتنہ ہوگا جس کی نظیر دنیا کی ابتداء سے نہیں ملے گی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ کو فیج اعوج اور اس فتنہ کو فتنۂ دجّال اور فتنۂ صلیب اور فتنۂ تموج کموج البحر فرمایا ہے۔ اس عالمگیر فتنہ کے وقت طبائع اقوام میں زیغ و قساوت۔ دہریت و الحاد اور خدا کی ہستی کا انکار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوگا۔ اور مادہ پرستی اور دنیا کی ترقی ان کی زندگی کا نصب العین ہوگا۔ روحانیت سے عناد۔ مذہب اور مذہبی پیشواؤں پر استہزاء اور تبرے اور فحش حملے کئے جاوینگے۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت بھی کچھ اچھی نہ ہوگی۔ ارشاد نبوی ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں اسلام برائے نام ہوگا۔ اور قرآن کی تلاوت رسمی ہوگی۔ مساجد ہدایت سے خالی ہوں گی اور اس وقت کے علماء بھی بدترین مخلوقات ہوں گے۔ ایسے عالمگیر فتنہ کے وقت اللہ تعالےٰ کی جلالی تجلی کے ساتھ اپنا ظہور فرمائے گا۔ اور قہر و غضب کا ہاتھ بڑھا اپنے جلالی و جبروت کا ثبوت دے گا۔ جس کا ذکر آیت بالا میں ہے۔ یعنی اس

Marfat.com

وقت خطۂ ارضی پر کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہ ہو گا جو ہلاکت کبریٰ اور عذاب شدید کا مشاہدہ نہ کرے گا۔ اس وقت باوجودیکہ پرستارانِ مادیت جن کا شیوہ الحاد وبے دینی اور روحانیت کا انکار ہو گا اپنی دماغی طاقتوں اور عقلی و ذہنی قوتوں کے بھروسے پر ان مہلک عذابوں سے بچاؤ اور انسداد کے لئے مختلف قسم کی تدابیر سوچنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگادینگے اور عبادانِ طاغوت والہانہ استمدعاؤں سے اپنے معبودانِ باطلہ کو پکارینگے

لہ چنانچہ جب یہ موعود عذاب طاعون وغیرہ کی صورت میں نمودار ہوا۔ تو حکماء اور ڈاکٹروں نے ان مہلک عذابوں سے بچاؤ کے لئے کئی قسم کے طریقے ایجاد کئے۔ طاعون وغیرہ کے ٹیکے تجویز کئے۔ گورنمنٹ نے ازراہِ ہمدردی ان کے نفاذ میں مساعی کیں حفظانِ صحت کے محکمے قائم کئے دوائیاں مفت تقسیم کیں جنگوں اور بغاوتوں کے انسداد میں بھی ان تھک کوششیں کیں۔ زلزلوں اور آتش فشانیوں کے اسبابوں کی گہرائیوں تک کھوج لگایا گیا۔ قوموں اور رعیتوں کو متنبہ کیا گیا قحط و فلاکت کے مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ بخارتوں کا عالمگیر سلسلہ قائم ہوا۔ مگر جو ہونا تھا سو ہوا۔ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۵ ۱۲ مؤلف۔

لہ چنانچہ اس موعود عذاب کے نزول کی خبر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تو الہامِ الٰہی کے ماتحت آپ نے بھی ایک آسمانی ٹیکا اپنی جماعت کے لئے ایجاد کیا اور طوفان عذاب الٰہی سے بچاؤ کے لئے "کشتی نوح" تیار کی۔ اس میں ان عبادانِ طاغوت کو ان الفاظ سے مخاطب کر کے للکارا کہ:۔

"جیسا کہ میں نے خدا سے الہام پاکر ایک گروہ انسانوں کے لئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کے لئے خوشخبری پائی ہے اور اس کو شائع کر دیا ہے ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ بھی اپنے ہم مذہبوں کے لئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے۔ بلکہ یہ موقعہ عیسائیوں کے لئے بھی بہت خوب ہے وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے پس اب ان کا بھی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلاویں۔ ان تمام فرقوں سے جس کی زیادہ سنی گئی وہی مقبول ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ نخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں اپنی قبولیت بڑھ کر دکھلاویں تا طاعون سے بھی بچیں اور ان کی سچائی بھی کھل جائے" ذرا آگے فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

اور مزعومہ وسیلوں کی طلب و استمداد میں چیخ و پکار کریں گے۔ مگر پھر بھی انہیں اس عالمگیر عذاب الٰہی سے نجات دلانے والا کوئی نہیں مل سکے گا۔ یہ سچی پیشگوئی ہے جو ہو کر رہے گی جو پہلے ہی سے قرآن حکیم میں تحریر شدہ ہے۔ وَكَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝

واضح ہو کہ اس پیشگوئی کا ذکر صحف اولیٰ میں بھی موجود ہے۔ (دیکھو یسعیاہ باب ۲۴-۱۳-۵۹-۲۔ دانیال باب ۱۱-۱۲۔ یوایل ۲: ۳۰۔ زکریاہ باب ۱۴-۱۔ متی ۲۴: ۶۔ لوقا ۲۱: ۱۰ و ۱۱۔ مرقس ۱۳: ۷ تا ۹۔ اعمال ۲: ۱۵ تا ۲۰۔ مکاشفہ ۲۰: ۹-۱۰)

یہ ہلاکت کبریٰ اور عذاب شدید جس کا ذکر قرآن مجید اور صحف اولیٰ میں ہے کس شکل میں نمودار ہوگا اس کی تشریح اناجیل میں یوں ہے:۔

"قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کرے گی۔ اور بڑے بڑے بھونچال آئیں گے اور جابجا کال اور مری پڑے گی اور آسمان پر بڑی بڑی

"برٹش انڈیا کے مختلف فرقے جو اپنے اپنے مذہب کی سچائی پر بھروسہ رکھتے ہیں اپنے گروہ کے بچانے کے لئے اور طاعون سے نجات دلانے کے لئے یہ انتظام کریں کہ اپنے اس خدا سے جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں یا اپنے کسی اور معبود سے جس کو انہوں نے بجائے خدا سمجھ لیا ہے ان مصیبت زدوں کی شفاعت کریں اور اس سے کوئی پختہ وعدہ لے کر اشتہارات کے ذریعہ سے شائع کر دیں جیسا کہ ہم نے یہ اشتہار شائع کر دیا ہے" (کشتی نوح صفحہ ۹)

ظاہر ہے کہ اس چیلنج پر عبادان طاغوت نے کس قدر آہ و زاری اور تضرع و بکا سے اپنے مزعوم حاجت رواؤں کو پکار کی ہوگی۔ مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا وہی جو پہلی امتوں کا ہوا۔ حَتّٰی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ۝ لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝ مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۔ (المؤمنون ۶۴ تا ۶۷) (ترجمہ) یہاں تک کہ جب ہم ان میں سے آسودہ حال لوگوں کو عذاب میں گرفتار کر لیتے ہیں تو اچانک وہ فریادیں کرنے لگ جاتے (اس وقت ہم ان سے کہتے ہیں) آج فریادیں نہ کرو ہماری طرف سے تمہیں کوئی مدد نہ پہنچے گی میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں مگر تم ان سے بے پرواہی کا اظہار کرتے اور بیہودہ باتیں کرتے ہوئے اپنی ایڑیوں کے بل پھر جایا کرتے تھے۔

Marfat.com

دہشتناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہوں گی" (مرقس ۱۳: ۱۱)

دیدۂ بصیرت رکھنے والے دیکھیں اور گوشِ ہوش سے سننے والے سنیں کہ جس پیشگوئی کا ذکر قرآن حکیم اور صحفِ اُولیٰ میں تھا اس کے ظہور و مصداق کا زمانہ موجودہ عہد ہے واقعات زمانہ نے ان آسمانی باتوں کو کس صفائی سے پورا کر دکھایا۔ کیا روئے زمین پر کوئی خطہ یا ملک ایسا ہے جو جنگوں۔ بغاوتوں۔ شورشوں۔ سیلابوں۔ بیماریوں انفلوئنزا۔ طاعون۔ قحط۔ وبا۔ بخار۔ زلازل۔ آتش فشانیوں اور دوسرے زمینی اور آسمانی عذابوں کے سبب ہلاکت کلی یا عذاب شدید میں مبتلا نہ ہوا ہو؟

پس مقام غور ہے کہ ان تعذیبات اور مصائب شدیدہ کا نزول کیوں ہے اس کے متعلق بھی ارشاد ربانی سن لو۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (آل عمران: ۱۸۲)	یہ تمہارے ہاتھوں کی کرتوت سے ہے اور اللہ بندوں پر ظالم نہیں۔
وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝ (ہود: ۱۱۷)	تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے نیکوکار ہوں۔
وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝ (القصص: ۵۹)	ہم بستیوں کو یونہی ہلاک نہیں کرتے ہاں اس وقت جبکہ وہاں کے لوگ ظلم پر دلیر ہو جاتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ جب کسی شہر یا ملک پر عذاب نازل ہوتا ہے تو وہاں کے باشندے اکثر شریر اور نافرمان اور ظالم ہو چکے ہوتے ہیں اس وقت ان بدکاروں کی حالت سیئہ ہی جاذب عذاب ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ باب دوم میں گذر چکا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا دائمی قانون یوں ہے کہ عذاب نازل کرنے سے قبل لوگوں کو متنبہ و بیدار کرنے اور ان پر اتمام حجت کے لئے رسول بھیجا کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے:۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱۵)	ہم کسی قوم کو اس وقت تک عذاب نہیں دیتے جب تک اس کے پاس رسول نہیں بھیج دیتے۔
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا ۔ (القصص: ۵۹)	تیرا رب بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جب تک ان کے مرکز میں کوئی رسول نہیں بھیج دیتا۔

Marfat.com

وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (القصص: ۴۷)

ہم رسول اس لئے بھیجتے ہیں کہ جب انکو اپنے ہی کرتوتوں کے بدلے میں کوئی مصیبت پہنچے تو مبادا اس وقت یہ کہنے لگیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیرے نشانوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے ؛

پس ان ارشادات کے مطابق لازم تھا کہ عہد حاضر کے موعود عذاب سے قبل بھی ایک موعود رسول مبعوث کیا جاتا۔ اور جس طرح اس موعود عذاب کی پیشگوئی کی گئی تھی اسی طرح اس موعود رسول کی بھی پیشگوئی کی جاتی۔ اور جب ہم قرآن حکیم میں غور کرتے ہیں تو ٹھیک اسی اصل کے مطابق اس میں ایسے رسول کی بعثت کی پیشگوئی بھی موجود پاتے ہیں۔ چنانچہ سورہ جمعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے بیان میں ایک ایسے رسول کی بعثت کی بشارت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مظہر اور بروز ہوگا۔ وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ اور سورہ مُرسلات میں ذکر ہے کہ وہ رسول اور بھی بہت سے رسولوں کا بروز ہوگا۔ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ اور سورۃ بروج میں اسے مشہود کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی بعثت کی شہادت بہت سے نبیوں نے دی ہے اور اسی سورۃ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس کی بعثت الیوم الموعود میں ہوگی۔ اور سورہ صف میں حضرت مسیح علیہ السلام اس کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا نام احمد ہوگا۔ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے

ہر ایک قوم کو اس آخری زمانہ میں اپنے نبی کی بعثت کی انتظار ہے۔ اور وہ انکے نبی کی بعثت ثانیہ ہوگی یہود ایلیا کے منتظر ہیں اور نصاریٰ مسیح کے اور ہنود کرشن کے اور پارسی زرتشت کے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل کے مسلمان حضرت عیسیٰ کی دو بعثتوں کو تو مانتے ہیں لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دوسری بعثت کو نہیں مانتے۔ حالانکہ قرآن حکیم میں اس کا ذکر موجود ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مہدی کے پیرایہ میں اپنی آمد کی خبر دیتے ہیں۔ ۱۲ مؤلف ؛ ۲ اسکی تصدیق کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوتا ہے۔ انا خلقنا الانسان فی یوم موعود۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۶)

Marfat.com

متعلق فرماتے ہیں کہ وہ اس اُمت کا مہدی اور مسیح ہوگا۔ (ابن ماجہ) اور اس کا نام میرا نام ہوگا۔ (ابوداؤد) اور اس کا مقامِ ظہور مشرق بتایا گیا۔ (طبرانی) اور اس کے تبلیغی مشن کے لئے غزوۂ ہند کی بشارت دی (نسائی) اور بعض اربابِ کشف نے بھی اسے ہندوستانی تلوار بتایا۔ (شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ باب ۳۶۶) قرآنِ حکیم میں بھی ہے کہ جب وہ رسول موعود مذہب اسلام کی اشاعت و تبلیغ اور اس کی عالمگیر منادی کے لئے مبعوث ہوگا تو ایسے مقام میں مبعوث ہوگا جو دوسرے ملکوں کی بہ نسبت مذہبی تحریک کے زیادہ قابل اور روحانی تعلیمات سے بہت دلچسپی رکھنے والا اور قریب الی الروحانیت ہوگا۔ چنانچہ سورۂ ق میں ہے:۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ[1] يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ۔ (ق: ۴۲،۴۳)

اور سُن جس دن پکارنے والا نزدیک جگہ[2] سے پکارے گا۔ اس دن لوگ سچی پیشگوئی کے مطابق پُرشوکت آواز سُن لیں گے یہ نکل پڑنے کا دن ہوگا۔

اس آیت میں موعود منادی کے متعلق تین علامتیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس کا

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔ "اس ملک پر رحمت ہے کہ آسمان زمین سے نزدیک ہوگیا ہے ورنہ دوسرے ملکوں میں اس کی نظیر نہیں۔" (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ ص ۳۶)

[2] مکانِ قریب سے مراد عموماً مفسرین نے بیت المقدس لیا ہے۔ اور قریب کی تفسیر بعض صحابہ سے قریباً الی السماء منقول ہے اس پر بعض جدت طرازوں نے یہ حاشیہ آرائی کی کہ بیت المقدس روئے زمین سے بلند ترین خطہ ہے جو آسمان سے اتنا قریب ہے کہ اس سے آسمان صرف چند میلوں کے فاصلہ پر رہ جاتا ہے۔ "سخن شناس نہ دلبرا خطا ایں جا است۔" یہ غلطی سلف کے مذاق کو نہ جاننے اور استعارات روحانیہ کے اصول کو نظرانداز کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے اقوال میں قرب سے مراد ظاہری و بلحاظ قرب نہیں بلکہ روحانی قرب مراد ہے اور سماء سے مراد منبع روحانیت ہے اور بیت المقدس سے مراد اسرائیلی یروشلم نہیں بلکہ اسلامی یروشلم ہے جو قدیم اسرائیلی یروشلم کے علاوہ نیا یروشلم ہے صحفِ اولیٰ میں بھی اسے نیا یروشلم کہا گیا ہے (مکاشفہ یوحنا ۳: ۱۲) میں ہے کہ "یہ نیا یروشلم خدا کے پاس سے آسمان سے اُترنے والا ہے۔" پہلے یروشلم کے متعلق آیا کہ "وہ ویران اور سنسان ہے (یسعیاہ ۶۴: ۱۰) مگر اس نئے یروشلم

مقامِ بعثت اور مرکزِ تبلیغ ایسا ملک ہوگا جو رُوحانیت سے قریبی تعلق رکھتا ہوگا۔ جہاں سے اعلاءِ کلمۃ اللہ کی تحریک تمام دنیا میں آسانی سے ہوسکے گی۔ اور یہ خطّہ یقیناً ہندوستان ہے۔ جو مذہبی حیثیت سے دوسرے ملکوں سے ممتاز ہے جس میں ہر مذہب وملت کی قومیں بستی اور مذہبی تحریکوں سے دلچسپی رکھتی ہیں اور آزادی کے باعث ہر قوم وملت کو تبلیغ واشاعت کے ذرائع اس ملک میں آسان اور وسیع ہیں۔ دوسری علامت یہ کہ اس وقت لوگ پُر رعب حقانی آواز سُنیں گے یہ جلالِ الٰہی والی آواز وہی موعود عذاب ہے جس کی پیشگوئی آیت زیرِ تفسیر میں ہے۔

تیسری علامت یہ کہ وہ وقت یوم الخروج ہوگا۔ یعنی اس وقت دنیا کی مختلف

(بقیہ حاشیہ) کے متعلق ہے "اے یروشلم میں نے تیری دیواروں پر نگہبان بٹھلائے ہیں وہ سارے دن اور ساری رات کبھی چپ نہ رہیں گے۔ تم جو خداوند کا ذکر کرتے ہو چپکے نہ رہو اور جب تک وہ یروشلم کو قائم نہ کرلے اور اسے دنیا میں ستودہ کرائے اسے چین کرنے نہ دو" (یسعیاہ۔ ۶۲: ۶ و ۷) اس یروشلم کے متعلق لکھا ہے کہ "یہ ایک نئے نام سے کہلایا جائے گا جسے خداوند کا منہ خود رکھ دے گا" (یسعیاہ۔ ۶۲: ۲) سو یہ نیا یروشلم قادیان ہے جس کا الہامی نام القادیان ہے۔ اور سورۂ ق کے ابتدائی حرفِ مقطع ق میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا محل وقوع مشرق کی طرف بتلایا۔ صحفِ اولیٰ میں بھی اس کی تصدیق موجود ہے دیکھو (یسعیاہ۔ ۴۱: ۲ و ۲۵) اگر اس نئے یروشلم کی تفصیلی کیفیت جاننا چاہتے ہو تو مکاشفہ یوحنا باب ۲۱ کا بغور مطالعہ کرو۔ اور یوایل نبی کی کتاب میں ہے کہ خداوند اسی یروشلم ہی سے اپنی آواز بلند کرے گا۔ (۳/۱۶) اسی کتاب میں اس نئے عہد کی علامت یہ بتائی کہ اس وقت سورج اور چاند اندھیرے ہو جائیں گے اور ستارے اپنی روشنی بخشنے سے باز آئیں گے (۳/۱۵) یہ قرآن شریف کی پیشگوئیوں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ کی طرف اشارہ ہے جو زمانہ بعثتِ مہدی کی علامات ہیں۔ ۱۲ مؤلف۔

لہ غیر مذاہب کی آنکھیں بھی اس خطۂ ہندوستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ تھیوسوفیکل سوسائٹی کے بانیان میڈم بلاوٹسکی اور کرنل آلکٹ نے ہندوستان کا سفر محض اس غرض سے کیا کہ اس ملک کو مدتِ دراز سے روحانیت کا مرکز ہونے کا فخر حاصل ہے اور یہی ملک ہے جہاں نہ صرف روحانیت کا چرچا بلکہ تمام دنیا کے ادیان وملل کے پیرو بھی موجود ہیں (اپر مڈل اردو کورس حصہ دوم صفحہ ۲۵۸)

مسٹر ڈبلیو جے کل صاحب ایم اے اپنی کتاب ([illegible]) یعنی

قومیں اپنے وطنی حدود اور نسلی قیود کو توڑ کر دوسرے ملکوں میں نکل کھڑی ہونگی اور تمام دنیا سے گہرے تعلقات پیدا کر لیں گی۔ دوسرے مقام پر اس کا یوں ذکر ہے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔

اور دجالی اقوام یاجوج و ماجوج کا طوفانِ عظیم بھی اس وقت جوش مارتا ہوا ہر بلندی سے نکل پڑے گا۔ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ اور وہ دن یوم الخروج اس لحاظ سے بھی ہوگا کہ اس وقت زمین اپنے تمام خزانے اگل دے گی۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ اور آسمانی اور زمینی باتوں کے متعلق بھی نئے نئے انکشافات حاصل کئے جائیں گے اور بڑی کدوکاوش سے ان کی بال کی کھال نکالی جائیگی۔ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ۔ نیز آسمانی علوم اور روحانی معارف وحقائق کے خزانے بھی اس وقت کھول دیئے جائیں گے۔

یہ سب علامتیں پوری ہو چکیں مگر کیا وہ یوم الخروج میں منادی کرنے والا مناد اور الیوم الموعود میں آنے والا الشہود اور حضرت عیسٰیؑ کے بتائے ہوئے نام والا احمد مسیح اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمنام وہی مہدی نہ آیا؟ نہیں نہیں!! بلکہ میں بڑے زور کی آواز سے منادی کرتا ہوں کہ بے شک وہ موعود آیا۔ اور ٹھیک وعدہ کے مطابق وہ معہود رسول ہندوستان کے خطہ پنجاب کی بستی قادیان میں مبعوث ہوا۔ اس کا نام نامی غلام احمد ہے جس نے احمدؐ کی غلامی کے طفیل آسمانوں اور آسمانی صحیفوں میں الہامی نام احمد پایا۔ اَللّٰهُمَّ

[illegible] " نا قابلِ اعتبار بائیبل " میں یہ لکھتے ہوئے کہ ہمیں ایک نئے مذہب کی ضرورت ہے صفحہ ۲۶۶ پر لکھتی ہیں کہ ہماری امید ہندوستان سے ہی پوری ہوگی " امریکہ کی مس ایلین گنشفن جو ڈرامہ کی نہایت قابل آرٹسٹ ہیں۔ اخبار برقی میں یہ لکھتی ہیں " میں نہایت صاف الفاظ میں یہ کہتی ہوں کہ میرا اعتقاد یہ ہے کہ آخری عالمگیر مذہب کے متعلق پہلی نورانی شعاع ہندوستان سے پیدا ہو گی۔ کیونکہ ہندوستان وہ سرچشمہ ہے جس سے ہمیں بہت سی اچھی باتیں حاصل ہوئی ہیں۔ ہمیں اس سے روحانیت ملی ہے۔ وہیں سے اس خیال کا آغاز ہوگا۔ جو آئندہ مذہب کی بنیاد کا کام دے گا۔ جو تمام دنیا کو گھیر لیگا۔ اور وہ ہر جگہ ہر شخص کے دل اور دماغ پر قبضہ کر کے اسے اپنا گرویدہ بنا لے گا۔ (اخبار پرتاپ ۲۹ر اکتوبر ۱۹۳۲ء)

Marfat.com

صلی و سلم علیہ و علیٰ مطاعہ النبی الکریم ۔ یہی وہ مقدس ہستی ہے جسے حضور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی سلام بھیجا (صحیح مسلم) اور امت کو ان کی بیعت کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

سعید روحوں نے تو اگرچہ اسے پہچانا اور اس کی آواز پر لبیک کہا۔ مگر افسوس کہ اکثر دنیا نے اسے نہ پہچانا اور جیسا کہ پہلے نبیوں سے معاملہ کیا۔ اسی طرح اس کے ساتھ بھی کیا۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

جس کے باعث بالآخر اسے اس موعود عذاب کی گھڑی بھی دیکھنی پڑی جس کا ذکر قرآن حکیم میں تھا۔ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۔

جواب شبہ پنجم

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ	اور ہمیں کسی چیز نے نشانات بھیجنے سے
بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا	نہیں روکا مگر (اس) پہلوں نے بھی انہیں
الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ	جھٹلایا۔ اور ہم نے قوم ثمود کو
النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا	اونٹنی بصیرت پیدا کرنیوالا نشان دیا سو انہوں نے
بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ	اس پر ظلم کیا اور ہم نشان صرف ڈرانے
اِلَّا تَخْوِيْفًا ۞ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ	کو بھیجتے ہیں۔ اور جب ہم نے تجھے کہا کہ
اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ	تیرے رب نے لوگوں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔
وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا	اور ہم نے اس رؤیا کو جو تجھے دکھایا صرف لوگوں کے لئے

Marfat.com

فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۞

آزمائش بنایا اور اس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے اور ہم انہیں خوف دلاتے ہیں۔ مگر اس سے ان کی سخت سرکشی اور بھی بڑھتی ہے۔

مخالفین کی طرف سے پانچواں شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ قرآن منزل من اللہ ہے اور اس کے لانے والا نبی سچا ہے۔ تو ہمیں اپنی صداقت کے لئے معجزات دکھائے۔ اعجازی نشان کے دیکھنے پر ہم ضرور ایمان لائیں گے چنانچہ انکی اس استدعا کی تصریح بھی دوسرے موقع پر ملتی ہے۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا۔ (انعام: ۱۱)

وہ بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشان آئے تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے۔

(جواب اول)

وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ ۞

یعنی اعجازی نشانات کے بھیجنے سے ہمیں کوئی چیز مانع نہیں جس طرح گزشتہ انبیاء کے عہد میں نشان دکھلائے گئے۔ اسی طرح خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بھی دکھائے جائیں گے۔ مگر معاندین اس وعدے میں جھوٹے ہیں کہ ہم

ل واضح ہو کہ یہاں آیت کے ترجمہ میں بعض لوگوں سے غلطی واقع ہوئی ہے۔ اور آیت کا مفہوم یہ لیا ہے کہ چونکہ پہلوں نے معجزات کو جھٹلایا ہے۔ اس لئے ہم آئندہ معجزات نہیں بھیجیں گے۔ گویا ارسال معجزات کا انکار ثابت کیا ہے۔ اور قرآن حکیم میں غور اور تدبر نہ کرنے سے شبہ کی مزید تقویت آیات ذیل سے لی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞ (عنکبوت: ۵۰)

اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشان کیوں نہ اتارے گئے۔ کہہ نشان تو صرف اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے نشان کیوں نہیں اتارا جاتا تو صرف ڈرانے والا ہے۔

Marfat.com

انہیں دیکھ کر ضرور ایمان لائیں گے۔ پہلی قوموں نے بھی وعدہ کیا مگر معجزات دیکھنے پر انہیں جھٹلا دیا۔ دوسرے مقامات میں فرمایا۔

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّھَآ اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ٥ (انعام : ۱۰۹)

کہہ دو نشان تو اللہ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر ہے جب وہ آئیں گے تو یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

وَّلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد : ۷)

اور ہر قوم کے لئے راہ دکھانے والا ہے۔

حالانکہ یہ مفہوم خلاف درایت ہونے کے علاوہ خود نصوص قرآنیہ کے بھی مخالف ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم نے متعدد جگہ وقوع معجزات کی خبر دی ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل۔

(۱) وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ٥ (انعام : ۳۷)

اور کہتے ہیں اس پر اپنے رب کی طرف سے نشان کیوں نہ اتارا گیا۔ کہو بیشک اللہ تعالیٰ نشان اتارنے پر قادر ہے۔ لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

(۲) خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ط سَاُورِیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ٥ (انبیاء : ۳۷)

انسان جلد بازی سے پیدا ہوا ہے۔ عنقریب میں تمہیں اپنے نشان دکھاؤں گا سو تم مجھ سے جلدی نہ مانگو۔

(۳) سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ ط (حم السجدۃ : ۵۳)

عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی ذاتوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے یہ امر کھل جائے کہ وہ حق ہے۔

(۴) وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ سَیُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ فَتَعْرِفُوْنَھَا ط وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ (نمل : ۹۳)

اور کہو سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو عنقریب وہ تمہیں اپنے نشان دکھائے گا۔ پس ان کو تم پہچان لوگے اور تیرا رب اس سے غافل نہیں جو تم عمل کرتے ہو۔

(۵) وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ (انعام : ۱۲۵)

اور جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہم کو دیا جائے جیسا اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔

(۶) اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا

عذاب کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر کوئی نشان دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔

Marfat.com

مَا آمَنَتْ قَبْلَهُم مِّن قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝ (انبیاء: ۶)

ان سے پہلے کوئی بستی ایمان نہیں لائی جسے ہم نے ہلاک کیا کیا یہ ایمان لائیں گے۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (انعام: ۴، ۵)

اور کوئی نشانی اپنے رب کی نشانیوں میں سے ان کے پاس نہیں آتا مگر وہ اس سے منہ پھیرنے والے ہو جاتے ہیں اور جب ان کے پاس حق آیا تو یقیناً انہوں نے اسے جھٹلا دیا۔ سو ان کے پاس اسکی خبریں بھی آ پہنچیں گی جس پر وہ ہنسی کرتے تھے۔

وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ (انعام: ۲۵)

اور اگر یہ سارے نشان بھی دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے جھگڑتے ہیں۔ کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو فقط پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (القمر: ۲)

اور کہتے ہیں یہ بڑا جادو ہے۔

نصوص بالا سے ثابت ہے کہ ان کفار کو حسب فرمائش نشانات دکھانے کا وعدہ تھا جو ضرور ہی پورا ہوا۔ پس اس قدر تصریحات کے ہوتے ہوئے نزول آیات کا انکار کرنا کس قدر غلطی ہے۔ وَإِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وغیرہ کو اپنے مدعا کے استدلال میں پیش کرنا بھی صحیح نہیں کیونکہ ان کا مطلب صرف یہ ہے کہ معجزات کا وقوع مشیت و ارادہ الٰہی کے ماتحت ہے۔ نبی کی ذات کو ان کے اظہار میں براہ راست کوئی اختیار نہیں۔ ملاحظہ ہوں حسب ذیل۔

(۱) وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ ۝ (رعد: ۳۸)

کسی رسول کی طاقت میں نہیں کہ وہ اللہ کے اذن کے سوا نشان لائے ہر میعاد کے لئے ایک حکم معین ہے۔

(۲) وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ (انفال)

اور جب تو ان کے پاس نشان نہیں لاتا تو کہتے ہیں کہ تو خود اسے کیوں نہیں بنا لاتا۔ کہو میں تو صرف اسکی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے یہ تمہارے رب کی طرف سے بصیرت کی باتیں ہیں اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کیلئے جو ایمان لاتے ہیں۔

(۳) وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝ (یونس: ۲۰)

اور کہتے ہیں اس پر اسکے رب کی طرف سے نشان کیوں نہیں اتارا جاتا کہو غیب صرف اللہ کیلئے ہے سو انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ ۱۲ مؤلفہ

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ۔ (الانعام ۱۱۱)

اور اگر ہم ان پر فرشتے نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور سب چیزوں کو ہم ان کے سامنے لا اکٹھا کرتے تو تب بھی وہ ایمان نہ لاتے سوائے اس کے کہ خدا چاہے لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔

وَلَئِن جِئْتَهُم بِآيَةٍ لَّيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ۔ (الروم ۵۸)

اور اگر تو ان کے پاس نشان لائے تو جو کافر ہیں وہ کہہ دیں گے کہ تم تو دھوکا باز ہو۔

ان ارشادات کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان لانے کے لئے اعجازی نشانات کا طلب کرنا ٹھیک نہیں۔ بلکہ معیار صداقت نبی در اصل اس کی تعلیم ہے۔ جو بصیرت افزا قوانین اور روشن حجج و براہین کے ذریعہ دیتا ہے مگر یہ بھی قانون الہی ہے کہ جب ایسی بصیرت پیدا کرنے والی صداقت اور واضح تعلیم کی مخالفت پر معاند ہستیاں اتر آتی ہیں، اور شریعت النبی کی توہین اور شعائر اللہ کی تذلیل پر کمربستہ ہو جاتی ہیں۔ تو اس وقت انہیں اعجازی نشانات اور قہری تجلیات کا نظارہ بھی کرا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی قوم ثمود ہے جنہیں بصیرت پیدا کرنے کے لئے شعائر الہی (اونٹنی) دیا گیا۔ تاکہ اس کے ذریعہ ان میں اطاعت حکم الہی اور تعظیم ملت حقہ کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اسی مقصد کا تذکرہ دوسرے موقعہ پر یوں ہے وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج ۳۲) مگر اس بدبخت قوم نے بجائے تعظیم کے اس کی بے حرمتی کی۔ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا۔ پس اس وقت انہیں بھی قہری نشانات کا نظارہ کرا دیا گیا چنانچہ سورۃ شعراء میں فرمایا۔ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ۔

(تنقید)

ناقۂ صالح علیہ السلام کے متعلق جو مشہور ہے کہ وہ قوم کی فرمائش پر پہاڑ سے گابھن نکلی اور اس نے فوراً بچہ جنا۔ یہ روایت اسرائیلی مخترعات سے ہے قرآن و

Marfat.com

حدیث سے بلکہ صحیح تاریخی روایات سے بھی اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ قرآن مجید میں فقط یہ مذکور ہے۔ کہ یہ اونٹنی اللہ تعالیٰ کے نام پر چھوڑی ہوئی شعائر اللہ تھی۔ چنانچہ اللہ کے نام پر ذبح ہونے والے اونٹوں کو شعائر اللہ کہا جاتا ہے۔ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (الحج - ۳۶) پس اس شعار الٰہی (اونٹنی) کی عزت واحترام کی تاکید قوم کو کی گئی تھی۔ اور اس کی ہتک و ایذا پر وعید سنایا گیا تھا۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ (ہود ۶۴)

اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیے ایک نشانی ہے سو اسے چھوڑ دو اللہ کی زمین چرتی پھرے اور اسے کوئی دکھ نہ پہنچاؤ ورنہ تمہیں نزدیک ہی عذاب آپکڑے گا۔

دوسرے موقع میں فرمایا گیا۔

اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ (القمر ۲۷)

ہم اونٹنی کو ان کی آزمائش کے لئے بھیجتے ہیں۔ پس تو صبر سے ان کا انتظار کر۔

یعنی اس اونٹنی کے ذریعہ ان پر قانونی پابندی عائد کر کے ہمیں ان کی آزمائش لینی ہے۔ کہ کہاں تک وہ قانونِ الٰہی کی پابندی کر کے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور یہ قانونی پابندی کس قسم کی تھی؟ اس کو اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ تقسیم پانی کے بارہ میں تھی۔

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ (القمر ۲۸)

انہیں خبر دے کہ ان کے درمیان پانی تقسیم شدہ ہے۔ ہر فریق اپنی باری پر حاضر ہوا کرے۔

اور سورۂ شعراء میں ہے۔

لہ یہ اونٹنی کس اعتبار سے نشان تھی۔ عام طور پر جو یہ مشہور ہے کہ پیدائش کے اعتبار سے قدرت الٰہی کا نشان تھی۔ اس کا تو ثبوت نہیں ملتا۔ البتہ اس کا وجود بایں طور نشان امتیازی تھا کہ جو شخص اسے مارے گا وہ خود تباہ کر دیا جائیگا جس طرح بیت اللہ کا وجود نشان امتیازی ہے کہ جو قوم اسے برباد کرنا چاہے وہ خود برباد ہو جائیگی اسی بنا پر بیت اللہ کی طرح ناقہ کی نسبت بھی اللہ کی طرف ہوئی۔ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ ۱۲ مؤلفہ

Marfat.com

قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ (الشعراء ۱۵۵)

حضرت صالح نے کہا یہ اونٹنی ہے اس کے لئے پانی پینے کی باری مقرر ہے اور تمہارے لئے بھی معلوم دن میں پینے کی باری مقرر ہے اور اسکو چھیڑو نہیں ورنہ تمہیں بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایمان لانے کے لئے معجزات کا طلب کرنا صحیح نہیں۔ کیونکہ پہلی قومیں بھی معجزات دیکھ کر ایمان سے محروم رہیں۔ لہٰذا اگر صدق دل سے نبی کی صداقت کو جانچنا چاہتے ہو تو اس کی ذاتی لائف اور اس کی تعلیم میں جو کچھ دلائل و براہین کے ذریعہ سے وہ پیش کرتا ہے غور کرو۔ اسی مضمون کی طرف کئی ایک اور مقامات میں بھی توجہ دلائی گئی ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۔ (طٰہٰ ۔ ۱۳۳)

اور کہتے ہیں ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا۔ کیا انکے پاس اسکی کوئی کھلی دلیل نہیں آ چکی جو پہلے صحیفوں میں ہے۔

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (عنکبوت ۔ ۵۱)

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر وہ کتاب اتاری ہے جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ (شعراء ۱۹۷)

کیا ان کے لئے یہ نشان نہیں کہ بنی اسرائیل کے عالم اسے جانتے ہیں۔

جواب دوم

فلسفہ معجزات

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۔ یہ دوسرا جواب ہے جس میں معجزات کے فلسفہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یا یوں کہو کہ پہلے جواب پر ایک شبہ وارد ہوتا تھا۔ اس کا دفعیہ کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ جب معجزات معیار فیصلہ نہیں تو انہیں معجزات دیئے کیوں جاتے ہیں؟ گویا یہ فلسفہ معجزات کا سوال ہے جس کا جواب دیا

Marfat.com

دیا جاتا ہے کہ معجزات کا نزول بے قاعدہ اور فرمائشی نہیں ہوتا کہ جب کسی نے کسی قسم کا معجزہ طلب کیا فوراً اسے دکھا دیا گیا۔ خواہ اس سے نتیجہ برآمد ہو یا نہ ہو ایسا نہیں بلکہ معجزات کا وقوع ایک خاص مقصد کے لئے ہوتا ہے۔ جو خاص قانون کے ماتحت ہوتا ہے جب تک اس مقصد اور قانون کی اقتضاء سے معجزہ کے ظہور کی ضرورت نہ ہو۔ معجزہ وقوع پذیر نہیں ہوتا اور وہ مقصد تخویف ہے یعنی ان مخالفین اور معاندین کو اعجازی نشانات کے ذریعہ مرعوب کر دینا جب معاندین کی سرکشی اور طغیانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے اور وہ اپنے مادی و ظاہری ہتھیاروں سے کامل طور مسلح ہو کر نبی اور اس کی جماعت کے مٹانے اور اس کی شریعت کی بیخکنی پر تُل جاتے ہیں۔ ادھر نبی کے پاس نہ تو فوجی جمعیت ہوتی ہے۔ اور نہ ظاہری آلات و سلاح کی نمود۔ تو اب ایسے وقت میں نبی اور اس کی جماعت کی حفاظت کے لئے عالم غیب سے ان زبردست افواجِ روحانیہ کا نزول شروع ہوتا ہے۔ جن سے معاندین کی قوت متخیلہ کو مرعوب کیا جاتا اور ان کی فرعونیت کو توڑا جاتا ہے۔ پس اس وقت یا تو وہ اپنے عزائم سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یا اگر مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں تو ان روحانی قوتوں کے ذریعہ پاش پاش کر دیئے جاتے ہیں۔ سورہ انبیاء میں اس کا ذکر ہے۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْــَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ (الانبیاء)	کتنی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا جن کے لوگ ظالم تھے اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو کھڑا کر دیا۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب محسوس کیا تو اس سے بھاگنے لگے (جب ہم نے کہا) مت بھاگو اور رہیں جاؤ جہاں تمہیں آرام دیا گیا تھا اور اپنے مکانوں کی طرف تاکہ تم سے سوال کیا جائے کہنے لگے ہائے ہم پر افسوس ہم ظالم تھے سو یہی ان کی پکار رہی یہاں تک کہ ہم نے انہیں کاٹ کر ٹھنڈا کر دیا۔

انہیں اعجازی نشانات اور روحانی اقتدارات کی بنا پر یہ وعدے دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ ۶۷) — اللہ تعالیٰ تمہیں لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى (طٰہٰ ۶۸) — مت ڈر یقیناً تو ہی غالب ہے۔

سَنُلْقِىْ فِىْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ۔ (آل عمران ۱۵۰) — عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رُعب ڈال دیں گے۔

قانونِ معجزات

معجزات کا قانون یہ ہے کہ جو استعداد نبی میں ہوتی ہے اس کے مطابق روحانی قوتوں کے ذریعہ مادی اسباب میں تغیر پیدا ہو کر واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے تقریب ذہنی کے لئے اُسے یوں سمجھو کہ جس طرح انسان کی قوتِ ارادیہ میں ایسی تاثیر ہے کہ جب اس پر زور دیا جائے تو اس کے ذریعہ سے ایسے امور پیدا ہو سکتے ہیں جو طبعی اسباب کی رُو سے خوارق کہلائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی رُوحانی توجہات جب متضرعانہ دعاؤں سے استانۂ الوہیت پر گرتی ہیں تو عالم روحانیات میں زبردست انقلاب پیدا کر دیتی ہیں۔ پس روحانی انقلاب کے تاثرات سے مافوق الطبیعی اصول کے ماتحت اعجازانہ طور سے طبعی اسباب کی ناسازگاری دور ہو جاتی ہے۔

نظرِ دقیق سے غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ معجزات سلسلۂ اسباب سے خارج نہیں۔ بلکہ ان کے واسطے ایسے دقیق و لطیف اسباب ہوتے ہیں جن پر عام عقولِ بشری کی نظریں نہیں پڑ سکتیں۔ اس لئے عوام انہیں خوارق سمجھتے ہیں۔ مگر حقیقت بین نگاہوں کے نزدیک وہ خوارق نہیں ہوتے بلکہ سلسلۂ روحانیت کے روابط ہوتے ہیں۔ اور یہی محققین کا مذہب ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ تفہیماتِ الٰہیہ میں فرماتے ہیں:۔

ومن المتحقق عندنا انہ لم یترک الاسباب ولن یترک — ہمارے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ اسباب اب تک نہ کبھی ترک ہوئے ہیں اور نہ

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا — آئندہ ترک ہوں گے۔ اور تُو اللہ تعالیٰ کی سنت میں

Marfat.com

انما المعجزات والكرامات امور اسبابية غلب عليها السبوح فباينت سائر الاسبابيات انتهى۔

تبدیلی ہرگز نہیں پائے گا۔ معجزات اور کرامات تو صرف اسبابی امور ہیں جن پر کمال غالب ہوتا ہے سو اس وجہ سے دوسرے اسبابیات سے مغائر نظر آتے ہیں

اور تاویل الاحادیث میں ذرا توضیح سے فرماتے ہیں۔

والحق ان كل مايسمى خرقًا فانه من الامور العادية لكن لما كان اسبابها قليلة الوقوع لايظهر الا قليلاً وحيث كان العامة لا يتوقعونها سميت خوارق وربما كان للخارق نظير مالوف عندهم اوما هو اتم منه في الخرق فلا يلتفت اليه العامة واذا كان الخارق وقع عندهم بموقع عظيم وتعجبوا منه وانطلقت به السنتهم وكتبوه في التواريخ مثل صيرورة الماء في لمحة واحدة رخامًا فلا يلتفتون اليه فاذا صار جسمًا آخر حيث كانوا لايتوقعون ذلك ولا ينقل فيهم استعظموه وربما كان شئ خرقًا في جنس دون جنس كالفراسة العميقة وطي الارض والتشكل باشكال مختلفة والتاثير في نفس الأخر فانها مالوفة في الجن ولا يستبعد منهم كثيرا استبعاد فاذا كان

اور حق یہ ہے کہ ہر وہ امر جسکو خرق کہا جاتا ہے سو وہ امور عادیہ سے ہے لیکن چونکہ ان کے اسباب قلیل الوقوع ہوتے ہیں جن کا ظہور بہت تھوڑا ہوتا ہے جنکی عوام کو توقع نہیں ہوتی اس لئے انہیں خوارق کہا جاتا ہے اور بسا اوقات امر خارق کی نظیر ان کے نزدیک مطابق عقل ہوتی ہے یا خرق میں اس سے بڑھکر سو اس وجہ سے عوام اس کی طرف التفات نہیں کرتے اور جب کوئی خارق ان کے ہاں کسی عظیم الشان موقعہ پر واقع ہوتا ہے اور اس سے تعجب کرتے ہیں اور ان کی زبان زد ہو جاتا ہے اور اسے کتب تاریخ میں لکھ جاتے ہیں جیسے ایک ہی ساعت میں پانی کا پتھر بن جانا تو اس کی طرف التفات نہیں کرتے پھر جب وہ دوسرا جسم بن جاتا ہے جس کی انہیں توقع بھی نہیں ہوتی اور نہ ان میں اسکی کوئی نقل ملتی ہے تو اسے بڑا سمجھتے ہیں اور بسا اوقات کسی چیز کا ایک جنس میں تو خرق ہوتا ہے مگر دوسری جنس میں نہیں جیسے فراست اور زمین کا سفر جلدی طے کرنا اور مختلف شکلوں میں بدلنا اور دوسرے

Marfat.com

شیءٍ من ذٰلک لفرد من الانسان استعظموہ وبالجملۃ فیحدث ھذہ الحوادث فیجعلھا اللّٰہ تعالیٰ معجزۃ النبی من الانبیاء بوجہ من الوجوہ۔ انتہٰی

(تاویل الاحادیث ۱۳۔۱۴)

کے بدن میں "تاثیر ڈالنا سو یہ باتیں عنقریب مشہور ہیں اور ان سے ان کا وقوع بعید معلوم نہیں لیکن اگر ان میں سے کوئی بات کسی فرد انسانی سے ظاہر ہو جائے تو اسے مشکل جانیں گے حاصل یہ کہ ان حوادث کو اللہ تعالیٰ کسی طور پر کسی نبی کا معجزہ بنا دیتا ہے۔

عہد حاضر کے آسمانی حکم امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"شق القمر یا نار کو فی بردًا و سلامًا کے معجزات بھی خارج از اسباب نہیں بلکہ وہ بھی بعض مخفی در مخفی اسباب کے نتائج ہیں۔ اور سچے اور حقیقی سائنس پر مبنی ہیں۔ کوتاہ اندیش اور تاریک فلسفہ کے دلدادہ اسے نہیں سمجھ سکتے .... نادان فلاسفر کیوں ان اسباب کی بے علمی پر جو ان معجزات کا موجب ہیں۔ اصل معجزات کی نفی کی جرأت کرتا ہے۔ ہاں ہمارا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو اپنے کسی بندے کو ان اسباب خفیہ پر مطلع کر دے"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء)

جواب سوم

وَاِذْ قُلْنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ معجزات لوگوں کی استعداد کو مدنظر رکھ کر دیئے جاتے ہیں۔ ہر قرن میں جن معجزات سے استفادہ حاصل کرنے کی قوم میں استعداد ہوتی ہے اسی قسم کے معجزات دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں چونکہ سحر کا عام چرچا تھا۔ اس لئے ان کو اسی قسم کے معجزات دیئے گئے جو سحر سے مشابہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں طب کا نہایت زور تھا اس بناء پر ان کو وہ معجزات عطا کئے گئے جن کا تعلق طب سے تھا۔ عرب کو اپنی زبان آوری اور فصاحت پر ناز تھا قرآن مجید کے اعجاز بیان نے ان کے اس غرور کو توڑ دیا۔ ایسا ہی موجودہ زمانہ میں جبکہ دہریت والحاد کا زور اور مادی علم و حکمت کا شور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو اعجازی نشانات کے ساتھ مبعوث فرما کر حقیقی حکمت کے وہ راز بتائے جن کی تاثیر سے مرکز الحاد (یورپ) سے بھی اعتراف و تحسین کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

Marfat.com

پس جب معجزات استعدادات کے مطابق دیئے جاتے ہیں۔ اور ہم اوّل (رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ) میں بتا چکے ہیں کہ تمہاری استعدادوں کو ہم ہی بخوبی جانتے ہیں۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ چونکہ تمہاری استعداد ان معجزات کے قابل نہیں جو تم چاہتے ہو[ل]۔ اس لئے وہ معجزے نہیں دیئے جاتے۔ اور تفصیل اس کی یوں ہے۔ کہ معجزات سے اصل مقصود تو قوم کو خوف دلانا اور مرعوب کرنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ گزرا لیکن اس تخویف کے دو نوع ہیں۔ اوّل وہ جس کا ذکر اوپر ہوا یعنی وہ تخویف جس کے ذریعہ نبی اور اس کی جماعت کی حفاظت منظور ہو۔ دوئم وہ تخویف جس سے مقصود فقط ان اشخاص کی قوتِ متخیّلہ کو متأثر و مرعوب کر کے نورِ ایمان کی چمک دکھانا ہو۔ جن کی قوتِ عاقلہ تو دلائل یقینیہ کی وجہ سے اس نبی کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو مگر قوتِ متخیلہ اس کے ایمان لانے میں سدِّ راہ بنے اور چونکہ متخیلہ عموماً عاقلہ پر اپنا اقتدار رکھتی ہے۔ اس لئے قوتِ عاقلہ اس کے مقابلہ میں مغلوب ہو کر تسلیم کرنے سے باز رہتی ہے۔ اسی بناء پر جب انبیاء علیہم السلام کی تعلیم لوگوں کے قلوب میں اثر کرنے لگتی ہے اور باوجودیکہ عقل بھی باور کرنے پر تیار ہوتی ہے لیکن چونکہ متخیلہ کے شبہات و وساوس کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے قوتِ عاقلہ جن نتائج پر پہنچتا ہے۔ ان کو مضمحل کرنے کے لئے ان شبہات کا زور پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ کفّار نبی کو ساحر کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی تعلیم دلوں پر پورا اثر کرتی ہے لیکن ساتھ ہی ان کے آباؤ اجداد کی تقلید کے شبہات بھی پیش آتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے لامحدود علم سے جانتے ہیں کہ وہ کونسی طبائع ہیں۔ جن میں فقط متخیّلہ کے شبہات مانع ہیں۔ اگر ان کی متخیلہ کو متأثر کیا جائے تو وہ بھی مطیع ومنقاد ہو سکتی ہیں۔ اس لئے جن میں زیادہ صلاحیت دیکھتے ہیں۔ تو بمقتضائے حکمت ان طبائع کو جن کی قوائے عقلیہ تو مطیع ہو چکی ہیں۔ لیکن فقط قوائے متخیّلہ متمرّد ہیں ان کی سرکشی

ل ابن جریر وغیرہ تفاسیر میں روایت ہے کہ کفّار نے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ کوہِ صفا کو سونا بنا دیا جائے جس طرح آجکل جہلاء ایسے وظیفوں کی تلاش میں پھرتے نظر آتے ہیں جن سے روزانہ چند روپے تخیر کے ذریعہ مصلوں کے نیچے سے برآمد ہوا کریں۔ نعوذ باللہ من تلک التوهمات۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

توڑنے اور ان پر اثر ڈالنے کے لئے معجزہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ سب طبائع کی متخیلہ معجزہ سے متاثر ہو کر منقاد نہیں ہو سکتی بلکہ وہ جن کے قوائے متخیلہ اور عاقلہ میں ایسی نسبت ہو کہ معجزہ کے متخیلہ پر اثر ڈالنے کے بعد اس کی قوت کے نمبر عاقلہ کے نمبروں سے کم رہ جائیں۔ مثلاً معجزات کے ذریعہ ۵۰ درجہ کا اثر پڑتا ہے۔ اور عاقلہ میں ۸۰ درجہ کی قوت ہے۔ اور متخیلہ میں ۱۰۰ کی۔ تو اس وقت معجزہ کے اثر ڈالنے کے بعد متخیلہ کی قوت ۵۰ درجہ رہ جائے گی جو عاقلہ کی قوت سے کم ہے پس اس وقت یہ معجزہ مفید ہوگا۔ اور اگر متخیلہ میں ۱۵۰ نمبر کی قوت ہو تو اس وقت معجزہ مفید ثابت نہ ہوگا۔ اس لئے اس کے نزول کی بھی ضرورت نہیں۔ اور بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں۔ کہ ان کی عاقلہ متخیلہ سے ابتداءً ہی غالب ہوتی ہے اور متخیلہ کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا پس جب وہ اپنے ضمیر کا تشنں سے کسی چیز کی حقانیت کو معلوم کر لیتے ہیں۔ تو فوراً اس کے آگے سر تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ اور ان کی راہ تسلیم میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔ پس ان کے لئے بھی معجزہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں ان کے ایمان کی زیادتی کا باعث ضرور ہے۔ نوع انسانی کے ان مختلف اصناف کا ذکر دوسرے موقع پر یوں ہے۔

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ (فاطر: ۳۲)	اور بعض ان میں سے اپنی جان پر ظلم کرنیوالے ہیں اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض نیکیوں میں سبقت کرنے والے ہیں۔

پس چونکہ طبائع مختلف ہیں۔ ان کا حقیقی مزاج شناس اور ان کے مختلف قوائے کے پورے طور پر تناسب اعداد سے واقف سوائے ذات علام الغیوب کے کوئی دوسرا نہیں۔ اس لئے معجزات کے حقیقی نقطۂ نزول کو بھی اس ذات کے سوا دوسرا کوئی نہیں جان سکتا۔ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ رہا یہ امر کہ معجزات سے کون لوگ فائدہ اٹھاتے اور کون محروم رہتے ہیں اس کی تفصیل بھی قرآن مجید نے کر دی ہے جو حسب ذیل ہے:۔

(۱) قسم اوّل معجزات سے مستفید وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر نور ایمان اور جذبۂ اطاعت و انقیاد ہو۔ فرمایا:۔

Marfat.com

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيٰتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ (السجدہ: ۱۵)

ہمارے نشانوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ یاد دلائے جاتے ہیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے گر جاتے ہیں اور حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

(۲) قسم دوم۔ وہ لوگ جو نشانات اعجازی دیکھنے پر بھی نعمتِ ایمان سے محروم رہتے ہیں حسب ذیل ہیں۔

(الف) وہ لوگ جنہوں نے جذبۂ فطری اور نورِ ایمانی کو بجھا دیا ہو۔

وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (یونس: ۱۰۱)

نشانات الٰہی اور ڈرانے والے امور ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آتے جو ایمان نہیں لاتے۔

(ب) جن کے دلوں پر جذبۂ فطری کو ضائع کرنے کی وجہ سے جہالت کی تہیں پڑھ کر مہر الٰہی لگ گئی ہو۔

وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُوْنَ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (روم: ۵۹، ۶۰)

اگر تو ان کے پاس نشان لائے تو جو کافر ہیں کہدینگے کہ تم تو صرف دھوکا دینے والے ہو۔ اسی طرح اللہ تعالے ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو نہیں جانتے۔

(ج) جنہوں نے عناد و تکبر سے دل کو قبول حق سے عمداً پھیر رکھا ہے۔

سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا (اعراف: ۱۴۶)

میں اپنے آیات سے (استفادہ حاصل کرنے سے) ان لوگوں کو پھیر دوں گا۔ جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔ اور اگر وہ ہر ایک نشان بھی دیکھ لیں تو اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔

ازالہ شبہ فلسفہ معراج

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۝ وَنُخَوِّفُهُمْ یہاں سے جواب گذشتہ پر جو شبہ وارد

Marfat.com

ہوتا تھا اس کا جواب دیا جاتا ہے۔ تقریر شبہ یہ کہ جب معجزات سے مقصود تخویف ہے۔ اور ان کے نزول کے لئے یہ دو شرائط لازم ہیں۔ ایک تو افق قوت نبی۔ دوسرا استعداد قوم۔ تو ان ہر دو امر یعنی معراج اور شجرہ ملعونہ میں جس کا نظارہ معراج کے ضمن میں کرایا گیا۔ کونسی حکمت اور کونسی معجزات کی شرط پائی جاتی ہے جس کی بناء پر ہم انہیں معجزات قرار دے کر ان کا ماننا ضروری سمجھیں۔ گویا یہاں سے خاص معجزہ (معراج اور اس کے ضمنی نظارہ) کے فلسفہ کا سوال ہے جیسا کہ گذشتہ آیات میں مطلق معجزات کے فلسفہ کا سوال تھا۔ خلاصہ جواب یہ کہ یہ ہر دو معجزات قوم کی استعداد معلوم کرنے اور ان میں سے کامیاب اور ناکام افراد میں امتیاز کرنے کے لئے بطور پرچہ امتحان کے ہیں۔ ایک الرؤیا یعنی معراج ہے جس میں قوم کی اعلیٰ ترقی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔ اور دوسرا شجرہ ملعونہ[1] ہے۔ جو گویا قوم کے تنزل و ادبار کی

---

[1] شجرہ کے معنی خاندان یا قبیلہ کے بھی ہیں۔ لغت میں ہے شجرة النسب ما يتفرع فيها من الجد الاعلىٰ الى اولاده ثم الى اولادهم ثم الى ثم جرّاً (اقرب) یہ شجرہ ملعونہ قوم یہود ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے بھی اس کی یہی تفسیر کی ہے (دیکھئے تفسیر فتح البیان نواب صدیق حسن خان) قرآن مجید میں اس قوم کو بار بار ملعون قرار دیا گیا ہے۔ فرمایا۔ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ (بقرہ ۸۸ و نساء ۴۶) أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ (نساء ۵۲) فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ (مائدہ ۱۳) غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا (مائدہ ۶۴) حضرت داؤد اور عیسیٰ علیہما السلام کی زبانوں سے بھی ان پر لعنتیں ڈالی گئیں۔ فرمایا۔ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (مائدہ ۷۸) سورۂ فاتحہ میں اس قوم کو مغضوب علیہ قوم قرار دیا ہے۔ جو غضب الٰہی کی چکی کے نیچے پس رہی ہے۔ اس قوم کی بدنیاں کردار اور فتنہ و فساد ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی جماعتوں کے خلاف جاری رہا ہے۔ یہانتک کہ انبیاء کرام کے قتل تک کے ارتکاب جرائم سے ان کے ہاتھ نہیں رک سکے۔ فرمایا وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (بقرہ ۶۱ و آل عمران ۲۱) كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ (مائدہ ۷۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی حیات طیبہ کے اکثر اوقات ان کی ریشہ دوانیوں کے توڑنے میں گزارے ہیں۔ یہودی

Marfat.com

حالت کا فوٹو ہے۔ ان ہر دو معجزات یا پرچہ ہائے امتحان سے مقصود ان لوگوں کی استعدادات کا امتحان لینا ہے۔ فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ۔ جیسے اعلیٰ استعداد کے طلبہ سوالات کے سنتے ہی ان کے اصلی جواب اور صحیح نتائج تک پہنچ جاتے اور ناقص استعداد والے ان کی الجھن میں پھنسکر حیران و پریشان رہ جاتے ہیں۔ ایسے ہی قوم میں سے اعلیٰ استعداد والے نفوس جو اپنی اصل فطرت صحیحہ پر قائم ہیں ان دونوں معجزات اور بصیرت افروز واقعات کے سنتے ہی فوراً ان پر ایمان لاتے ہوئے ان کے اصل مقصد اور نتیجہ تک پہنچ جائیں گے۔

(تفسیر صغیر ص ۱۴۰)

بغض و عداوت کے جذبہ سے بھرپور ہو کر ہر طرف اسلام کے خلاف فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا رہے تھے۔ ایک طرف یہ لوگ صناوید قریش سردارانِ مکہ کو مرکز اسلام مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے چڑھا لائے۔ دوسری طرف قیصرِ روم کو اسلام کے خلاف مشتعل کر کے آخر اسے مسلمانوں سے ٹکرا دیا۔ تیسری طرف شاہِ ایران کو اُکسا کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے احکام جاری کرا دیئے۔ یہ اس ملعون قوم کی بے شمار شیطانی کارروائیوں کی چند مثالیں ہیں۔ احادیث میں ہے کہ آخری زمانہ میں بھی یہ قوم دجّال کا آلۂ کار بن کر اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرے گی۔ اس فتنہ پرداز قوم کی اسلام کے خلاف سازشیں تو مشہور ہیں ہی۔ اس عقرب سیرت قوم کی نیش زنی سے دوسری اقوام بھی محفوظ نہیں۔ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"دیکھ لو کہ گذشتہ جنگِ عظیم بھی یہود کی دخل اندازی کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اور موجودہ جنگ (یعنی دوسری عالمگیر جنگ۔ ناقل) بھی انہی کی وجہ سے ہے۔ پہلی جنگ میں یہود نے منظم طور پر جرمن قوم کے خلاف کام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب جرمنوں نے یہود پر ظلم کرنا شروع کیا اور ربدلہ لیا۔ انہوں نے پھر ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اور موجودہ جنگ شروع ہوئی۔ روس کے انقلاب میں بھی کہ وہ اس عذاب کا ایک حصہ ہے یہود کا سب سے بڑا دخل ہے۔ اور روس کے کئی بڑے بڑے لیڈر یہودی النسل ہیں۔ پہلی جنگِ عظیم سے پہلے بعض اخبارات نے یہود کی بعض تحریرات شائع کی تھیں کہ یہود سازش کر رہے ہیں کہ ایک بڑی جنگ کرا کے فلسطین واپس جانے کے سامان پیدا کریں۔ آئندہ واقعات نے اس کی تصدیق کر دی۔" (تفسیر کبیر جلد ۳ سورۃ بنی اسرائیل ص۸۵)

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کے اس فتنہ کے متعلق بھی پہلے سے خبر دے دی تھی۔ فرمایا۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین جنگ نہ ہوگی

Marfat.com

اور وہ انہیں اپنی زندگی کے ارتقاء کا پروگرام سمجھ کر اپنی حیاتِ ملّیہ کے نظامِ عمل پر علیٰ وجہ البصیرت واقف ہو جائیں گے۔ اور قوم کے ناقص افراد جو اپنی استعدادات کو فاسد اور فطرت صحیحہ کو تباہ کر چکے ہیں۔ ان کے لئے یہ واضح اور فطری مضامین باعثِ تشویش بن جائیں گے اور شبہات و وساوس کے پردے ان کے درمیان حائل ہو کر انہیں توفیقِ ایمان سے محروم اور صحیح نتائج کے دیکھنے سے نابینا کر دینگے۔

آخر اس جنگ میں مسلمان یہودیوں پر غالب آجائینگے۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن) شجرہ ملعونہ کی تفسیر جمہور مفسرین نے شجرۃ الزقوم سے کی ہے اور یہ روایت مسند احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی وغیرہ میں ابن عباس سے مروی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِیْمِ (دخان ع ۳ پ ۲۵)

چونکہ ارضِ ملعونہ جہنم کی پیداوار ہے۔ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ۔ (صافات) مگر چونکہ جہنم جذبات نفسانیہ کے اشتعال ہی سے پیدا ہوتا ہے۔ لہذا شجرہ ملعونہ بھی جس کو اُخروی اصطلاح کی رو سے شجرہ زقوم کہا گیا ہے کسی نفسانی اشتعال ہی کا نتیجہ اور مظہر ہونا چاہیئے۔

واضح ہو کہ ہر ایک نبی کی بعثت کے وقت بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے قلوب صالح اور فطرتیں صحیح ہوتی ہیں۔ ان کے اندر ایمان و اطاعت الٰہی کا جذبہ پاک بیج کی مانند مخفی ہوتا ہے جو اس نبی کی روحانی توجہ و تعلیم اور وحی الٰہی کی بارش سے نشو و نما پا کر شجرہ طیبہ بن جاتا ہے۔ جس کے خوشگوار ثمرات سے مؤمنین کی جماعت ہر وقت متمتع ہوتی رہتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۙ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ (ابراہیم)

اور ان کے مقابل ایک دوسری جماعت کفار و معاندین کی بھی ہوتی ہے جن کی طبیعت میں تمرّد اور سرکشی کا خبیث بیج مخفی ہوتا ہے۔ جن کی بدی اور خباثت نبی کی بعثت پر ظاہر ہو جاتی ہے اس وقت تمرّد و عصیان کی خباثت جو بطور بیج کے ہوتی ہے اس نبی کی مخالفت اور انکار کی وجہ سے بڑھتے بڑھتے آخر میں وہ ایک شجرہ خبیثہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس وقت نفاذ اصلح کے قانون کی رو سے قہر الٰہی کا ہاتھ بڑھ کر اس خبیث درخت کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ دیتا ہے۔ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔ (ابراہیم)

Marfat.com

پس ان ہر دو معجزات سے ایک مقصد تو امتحان ہے۔ لیکن جیسے بعد امتحان کے یہ ضرور ہے۔ کہ کامیاب شدہ افراد کو ترقی کے اعلیٰ مناصب پر پہنچایا جائے اور ناکام افراد اِن مراتب عالیہ سے محروم رہ کر تنزل کے گڑھے میں جا گریں۔ ایسا ہی اس امتحان کے بعد بھی ضروری ہے۔ کہ فیل شدہ اشخاص کو ایسے مضامین پیش کئے جائیں جن سے ان کی قوت ارادیہ پر اثر پڑے۔ اور ان کے جذبات باعثہ علی التحریکات بمقابلہ جماعت حقّہ کے مغلوب ہوں۔ اس لیئے دوسرا مقصد ان معجزات سے نُخَوِّفُهُمْ بھی ہے۔ یعنی ان کے قوائے ارادیہ کو مرعوب کرنا ہے۔

تخویف کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ امتحان کے بعد جب دو قسم کے لوگ ہو جائیں گے۔ ایک عمدہ استعداد والے یا کامیاب افراد۔ دوم۔ ناقص استعداد والے یا ناکام اشخاص۔ صنف اوّل تو اپنی عقل و ضمیر اور ایمان کی ہدایت سے ان علوم صحیحہ اور تعلیمات مفیدہ کو اختیار کر کے بام ارتقاء پر پہنچے گا۔ لیکن صنف دوم اپنی کم استعدادی اور نقص جبلّی کے باعث اگرچہ ان علوم حقّہ کو اپنے عقلی اقتضاء اور طبعی تمنّاء سے تو قبول نہیں کر سکتا۔ لیکن صفت ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اسے خارجی اثرات سے بھی متاثر کیا جائے۔ تاکہ اس ذریعہ سے علوم حقّہ کی طرف توجّہ اور میلان طبعی ہو سکے۔ وَ نُخَوِّفُهُمْ۔ لیکن یہ ان اشخاص کے حق میں ہے جو متوسط الحال اور قابل اصلاح طبائع ہیں۔ اور وہ طبائع جن کی سرکشی اور طغیانی حدِ اعتدال سے تجاوز کر چکی ہے۔ ان کے لئے اس تخویف کے ذریعہ اتمام حجت ہے۔ اور وقوع عذاب کی پیشگوئی ہے کیونکہ جب یہ لوگ ان خبروں کو سنکر ان سے متنتج ہونے کی بجائے اُلٹے سرکشی اور مخالفت میں بڑھ جائیں گے۔ تو ان پر جلد عذاب کا آنا بھی لازم ہے۔ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝

Marfat.com

تتمہ باب چہارم

(ضرورت قوانین ماسبق)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ
اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا
اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ
لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۚ﴿۶۱﴾ قَالَ
اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ
كَرَّمْتَ عَلَيَّ ز لَئِنْ
اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ
لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ
جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾
وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ
مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ
عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ
وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ
وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا
کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تو سوائے ابلیس کے
سب نے سجدہ کیا۔ ابلیس نے کہا۔ کیا میں
اس شخص کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا
کیا اور کہا بتا تو یہی وہ ہے جسے تو نے
مجھ پر بزرگی دی ہے۔ اگر تو مجھ کو
قیامت کے دن تک مہلت دے
تو میں سوائے تھوڑوں کے اسکی نسل کو ضرور
ہلاک کردوں گا۔ فرمایا چلا جا جو کوئی
ان میں سے تیری پیروی کریگا۔ تو دوزخ
تمہاری پوری سزا ہے۔
اور ان میں سے جس پر تو قابو پاسکے
اسے اپنی آواز سے بہکا۔ اور ان پر
اپنے سواروں اور اپنے پیادوں کو اکٹھا
کرلا اور ان کے مالوں اور اولاد میں شریک
ہو جا اور ان سے وعدے کر اور شیطان
جو ان سے وعدے کرتا ہے صرف دھوکا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا۝۶۵

یقیناً میرے بندوں پر تجھے کوئی غلبہ حاصل نہیں۔ اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔

ان آیات میں انسان کی انتہائی حدود ترقی کا نقشہ پیش کر کے گذشتہ قوانین کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

آیت ۶۱ سے واضح ہوا کہ فطرت انسانی اس قدر اعلیٰ و بلند مرتبہ پر پیدا کی گئی ہے۔ کہ تمام کائنات (روحانیات و مادیات کے تمام سلسلے) اسکی خدمت و اطاعت میں مصروف ہو کر اسے نیکیوں کی طرف تحریک دلاتے رہیں گے۔ اور بقیہ آیت میں موضح ہیں کہ دوسری طرف ایسی خبیث ہستیاں (ابلیس و جنود) بھی موجود ہیں جو انسان کو اسکے رتبۂ اعلیٰ سے گرانے اور معتوب بنانے کی کوشش میں ہیں۔ تو گویا انسان ان دو ہستیوں کی کشمکش کے مابین ہے جیسا کہ احادیث میں بھی وارد ہے۔ پس جب ہر دو قوتیں اصول تنازع للبقاء کی رو سے ٹکرائیں گی تو ان کی اس کشاکش سے انسان ضرور متاثر ہوگا۔ لہذا اب اسے ایسے قانون کی ضرورت پڑے گی جس کے ذریعہ وہ اس مخمصہ سے نکل کر بلا خدشہ ترقی کی راہ (صراط مستقیم) سے کر منزل مقصود پر پہنچے۔ قانون کی ضرورت بھی تب پڑتی ہے۔ جبکہ متضاد قویٰ کی تاثیرات میں انسان مبتلا ہو جائے۔ مذہب اسی قانون کا نام ہے۔ اسی کے چند دفعات کا تذکرہ گذشتہ باب میں ہو چکا۔ پس جب انسان اس قانون کی پیروی و اطاعت کرتا ہے۔ تو اسے وہ قوت اور شوکت عنایت کی جاتی ہے کہ شیطان اور شیطانی تحریکات اس کے پاس تک نہیں پھٹک سکتیں۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ ۝ کیونکہ اس وقت ربوبیت الٰہیہ اس کی متکفل و ذمہ دار بن جاتی ہے۔ وَکَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلًا ۝

Marfat.com

مادی ترقی سے روحانی ترقی کی طرف انتقال

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ
الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا
مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ
رَحِيمًا ﴿۶۶﴾ وَإِذَا مَسَّكُمُ
الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ
تَدْعُونَ إِلَّا إِيَّاهُ ۖ فَلَمَّا
نَجَّاكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ ۚ
وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا ﴿۶۷﴾
أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمْ
جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا
تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا ﴿۶۸﴾
أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ
فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ
عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ الرِّيحِ
فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ
ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ عَلَيْنَا
بِهِ تَبِيعًا ﴿۶۹﴾

تمہارا رب وہ ہے جو تمہارے لئے
دریا میں کشتیاں چلاتا ہے۔ تاکہ تم اس
کے فضل کو طلب کرو بیشک وہ تم پر بڑا ہی
رحم کرنے والا ہے اور جب تمہیں دریا میں مصیبت
پہنچتی ہے تو سوائے اس (ایک اللہ) کے
باقی سب گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم پکارتے ہو
پھر جب وہ تمہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو
تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اور انسان ناشکر گذار ہے۔
تو کیا تم (اس سے) نڈر ہو کہ وہ تمہیں خشکی کے
قطعہ پر دھنسا دے یا تم پر کنکر برسانے والی
آندھی بھیج دے۔ پھر تم اپنے
لئے کوئی کارساز نہ پاؤ۔
یا تم اس سے نڈر ہو کہ پھر دوبارہ
تم کو اسی دریا میں لے جائے۔ پھر تم پر
(کشتی) توڑ دینے والی تیز ہوا چلا کر تم کو
غرق کر دے۔ اس لئے کہ تم نے ناشکری
کی۔ پھر تم اپنے لئے ہمارے مقابل اس
(معاملہ) کی کوئی پیروی کرنے والا نہ پاؤ۔

اب یہاں سے روحانی ترقی کی ضرورت کو مادی ترقی کے پیرایہ میں سمجھایا جاتا ہے۔ یعنی جیسے صفت ربوبیت کے تقاضا سے تمہارے لئے مادی ترقی

Marfat.com

کے اسباب پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ عمیق دریاؤں اور خونخوار سمندروں کے ورطہ ہائے مہالک سے بچنے کے لئے کشتیاں اور جہاز بنا دیئے گئے ہیں۔ جن کے ذریعے تم نہ فقط اپنی جانوں کو حفاظت کے ساتھ صحیح سلامت پار لے جا سکتے ہو بلکہ سیاحت و تجارت وغیرہ کے ذریعہ بہت سے فضل و انعامات الٰہیہ میں سے بھی بہرہ لیتے ہو۔ ایسے ہی تمہارے لئے روحانیت کے بحر ظلمات کے طوفانوں سے بچنے کے لئے روحانی کشتیاں (شرائع) بھی بنا دی گئی ہیں تا کہ انکی وساطت سے روحانیت کے انعامات الٰہیہ بھی حاصل کرو۔ کیا یہ عقل میں آسکتا ہے کہ وہ رحیم ذات (اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا) تمہاری مادی ترقی کے لئے تو اس قدر سامان بنائے لیکن روحانیت کو پستی میں چھوڑ دے اور اسکی ترقی کے سامان نہ بھیجے۔ نہیں نہیں بلکہ تمہاری تو فطرت ہی قانون ترقی کی متقاضی ہو رہی ہے کیونکہ (وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ) جیسے تم جب کبھی مادی دریا کی طغیانی میں مبتلا ہو جاتے ہو۔ اور اپنے خیالی ناصروں اور من گھڑت مددگاروں سے ناامید ہو کر مخلصی کے لئے ہماری طرف التجا کرتے ہو۔ تو تمہیں اس سے بچا یا جاتا ہے۔ ایسے ہی جب تنزل و ادبار کے گڑھوں اور فحشاء و بدکاریوں کے دریاؤں میں تمہاری پاک روحیں غرق ہونے لگتی ہیں۔ اور دنیا کا کوئی رہبر اس مخمصہ سے نکالنے میں تمہاری دستگیری نہیں کر سکتا۔ تو اس وقت ان کی آہ و بکا کی فریادیں بھی ہم تک پہنچتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انہیں غرق ہونے سے بچانے کے لئے روحانی کشتیاں اور ان کے ناخدا (قوانین تشریع اور ان کے لانے والے انبیاء) بھی ضرور بھیجے جاتے ہیں۔ لیکن جیسے ناشکر ہستیوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب انہیں مصائب و مہالک سے نجات کا موقع دیا جاتا ہے۔ تو پھر فوراً اعراض کر جاتے ہیں۔ (فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ) ایسے ہی جب انہیں تنزل و ادبار کی لعنت سے نجات دینے اور ارتقاء کے بہترین مقام پر پہنچانے کے لئے ان کے پاس انبیاء علیہم السلام بھیجے جاتے اور ان پر شرائع الٰہیہ نازل کی جاتی ہیں تو ایسی نعمتِ عظمیٰ کے بھی ناشکر اور ان کی برکات ارتقائیہ سے محروم رہ جاتے

Marfat.com

ہیں۔ اور اُن کا یہ کفران و حرمان جیسا نعمائے مادیہ میں ہوتا ہے۔ اسی طرح نعمائے روحانیہ میں بھی ہوتا ہے۔ اور تعجب یہ کہ ان نعمائے رُوحانیہ (بعثت نبی اور انزال شریعت) کی خود انہیں بھی پہلے ہی سے تلاش ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ سورۃ فاطر میں ہے:۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝ (۳۵: ۴۲)

اور بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھاتے تھے کہ اگر ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو وہ دنیا کی ہر ایک قوم سے بڑھ کر ہدایت والے ہونگے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آیا تو اُلٹے اس سے وہ دُور بھاگنے لگے۔

اور سورۃ بقرہ میں ہے:۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۲: ۸۹)

اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی اسکی تصدیق کرتی ہوئی جو ان کے پاس ہے حالانکہ وہ پہلے کافروں پر فتح چاہتے تھے مگر جب اُن کے پاس وہ آیا، جسے انہوں نے پہچانا تو اس کا انکار کر دیا پس انکار کرنیوالوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(حالات شخصی سے حالات قومی کیطرف انتقال اور عواقب کلی کا عواقب جزئی پر قیاس)

جیسے ناشکر ہستیاں ورطۂ ہلاکت سے نجات پانے کے بعد اپنے حقیقی دستگیر اور صحیح ذریعۂ نجات سے اعراض کرنے لگ جاتی ہیں۔ ایسے ہی نوع بشر میں سے ناشکر قوموں کا بھی یہ شیوہ ہے کہ جب انہیں مقربانِ خداوندی نوامیس الٰہیہ کے ذریعہ تنزل و ادبار کے گڑھوں سے نکال کر ترقی و عروج کے پاک میدانوں میں لاتے ہیں۔ اور تمام عالم کی مادی و رُوحانی برکات کے خزانوں کے وارث بننے کے بول دعدے دیتے ہیں وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (اعراف: ۹۶)

Marfat.com

تو اب وہ یہ سمجھ کر کہ چونکہ اُن کے اسلاف تنزل و ادبار کے ورطۂ ہلاکت سے نجات پا چکے۔ اس حقیقی ذریعۂ نجات اور ترقی کے اُن اصول سے جو کہ مقدس قانون دین کے مسلک زندگی ہے۔ اعراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (مریم)، گویا وہ مذہب کے قوانین کلیہ کو ایک خاص حد تک محدود سمجھتے ہیں۔ جبکہ انہیں اسباب مادیہ میں سے ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آرہی ہو (مصرعہ) جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا۔ لیکن جونہی انہوں نے اس موقعہ یاس و حرمان سے نجات پائی۔ فوراً اپنے اعمال حیات کو شرائع کی قیود سے آزاد بنا لیا۔ بدقسمتی سے آجکل مسلمانوں کی یہی حالت ہے۔ بلکہ ان میں سے ایک فرقہ (جدید تعلیمیافتہ)، تو زبان حال سے گذر کر زبان قال سے یوں کہتے سنائی دیتا ہے۔ کہ قرآن عرب جیسی وحشی قوم کے لئے تو مفید تھا لیکن اب دنیا چونکہ دور تہذیب میں قدم رکھ چکی ہے۔ اس لئے قرآن کی پابندی سے مستغنی ہے اس سے اتر کر اگر ذرا کسی نے پاس ادب کیا تو یہ کہدیا کہ قرآن سیاسی قوانین میں مداخلت نہیں کرتا۔ اور نہ اس نے سول لا کے متعلق کوئی خاص قواعد وضع کئے ہیں۔ قرآن میں بذریعہ وحی کے مذہبی اصول اور اخلاق کے عام قواعد سکھائے گئے ہیں لیکن او بدقسمت نفوس کیا تمہیں خبر نہیں کہ مذہبی قوانین تو ایسے کلی اور جامع ہیں کہ حیات انسانی کا ہر ایک لائحہ عمل انہیں سے وابستہ ہے۔ یہی وہ ارتقاء کی صراط مستقیم ہے جس کے باہر قدم رکھنا تنزل و ادبار کے گڑھوں میں پڑنا ہے۔ اگرچہ اسلاف تمہیں ان نوامیس الٰہیہ کے ذریعہ قعر ادبار سے نکال کر ترقی کے میدان میں لا چکے ہیں۔ لیکن کیا تم اس میدان میں پہنچ کر موت اور تباہی کے

لے دیکھو اعظم الکلام مصنفہ مولوی چراغ علی صفحہ [illegible] افسوس! ہنود کی تو یہ حالت اور غیروں کی یہ شہادت دفعہ کہ قرآن میں صرف فقہی مسائل ہی نہیں، بلکہ قوانین دیوانی و فوجداری وغیرہ بھی ہیں۔ (اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن) اور سموئیل جانسن لکھتا ہے۔ کہ یہ قرآن پارلیمنٹ کی روح ہے۔ قانون اساسی ہے اور بہ لحاظ اصول مذہب کے بہتر ہے بلکہ احکام تمدنیہ تمدن اور ان قوانین کے لئے کافی جن پر سلطنت اور تمرانیت کا نظام موقوف ہے اور جن سے نوع انسان کی حیات وابستہ ہے اور بعد شخصیت ہو کہ ایک دانشمندانہ اصول اور اس قسم کے عظیم الشان قانونی ذرائع پر مرتب ہوئی کہ تمام عالم میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی

Marfat.com

خطرہ سے مامون ہو چکے ہو۔ نہیں بلکہ یہاں بھی بہت سے اسباب ہلاکت اور خطرات تباہی موجود ہیں۔

(پہلا خطرہ) یہ کہ تم اس مذہبی قانون (جو کہ تمہاری قومیت کے اتحاد[1] کا مضبوط رشتہ ہے اور تمہاری حیات قومی کے تحفظ و بقاء کے لیے محفوظ قلعہ ہے) کی پابندی چھوڑنے کی وجہ سے آپس میں افتراق و شقاق کا شکار ہو کر ذلیل و مردہ اقوام میں داخل ہو جاؤ گے۔ ءَ اَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

---

[1] واضح ہو کہ اتحاد اقوام کے مختلف ذریعے ہیں۔ مثلاً قومیت[1]، وطنیت[2] اور مذہب[3]۔ لیکن سب سے زیادہ مستحکم اور مضبوط رشتہ اتحاد مذہبی ہے دیکھیے قوم عرب جس کو نہ رشتہ قومیت و عصبیت متحد کر سکا اور نہ جامعہ وطنیت۔ فقط مذہب ہی نے انہیں اتحاد کے اس اعلیٰ پایہ پر پہنچایا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نایاب ہے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (بقرہ)۔ قومیت اور وطنیت کے علمبردار ذرا اس پر غور کریں۔ اور الحاد و مغربیت کے نشہ و خمار سے ذرا آنکھ کھولیں۔ افسوس کہ اسلام نے جس شجرۂ خبیثہ کی جڑ اکھاڑ دی تھی اور ذات رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زہریلے بیج کو عربوں کے اندر قلوب سے نکال کر باہر پھینک دیا تھا اور اقوام عالم کے لیے انہیں نہایت پاک نمونہ اور قدوسی جماعت بنا دیا تھا۔ صد افسوس کہ انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی۔ اور عہد حاضر میں دجال کی سحر آفرینیوں اور ملمع سازیوں سے مسحور ہو کر آخر جال میں پھنس گئے۔ اور اس زہریلے تھوکے ہوئے طاغوتی بلغم کو اٹھا کر پھر سے منہ میں ڈال لیا جس کے باعث آج وہ طرح طرح کے مصائب و تہالک کے عذاب الیم میں گرفتار ہو گئے ہیں۔

[2] واضح ہو کہ عرب قومیت کی تحریک ۱۸۴۷ء میں بیروت میں قائم ایک تنظیم [illegible] نامی Society of Arts and Sciences نے شروع کی۔ اس تنظیم کے کرتا دھرتا عیسائی تھے۔ ۱۸۶۶ء کے بعد بیروت کے Syrian Protestant College سے فارغ التحصیل طلبہ نے اس تحریک کو شب و روز کی محنت سے پروان چڑھایا۔ یہی کالج بعد میں امریکی یونیورسٹی میں تبدیل ہوا۔ عیسائی آبادی نے خفیہ سوسائٹی قائم کی۔ شام میں فری میسنری تحریک نے زور پکڑا۔ اور بالآخر انہی اداروں کی خفیہ سرگرمیوں سے ترکی حکومت میں انقلاب آیا۔ اور ۱۹۲۴ء میں ترکی ایک سیکولر ریاست بن گیا۔ یورپی سامراج کی تحریک قومیت خلافت عثمانیہ کے طول و عرض میں آہستہ آہستہ پھیل رہی تھی اور انجمن اتحاد و ترقی

Marfat.com

(دوسرا خطرہ) یہ ہے کہ تمہاری اس خصوصیت مذہبی و قومی کے چھوڑ دینے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ غالب[1] اقوام جو بمقتضائے اس قانونِ خداوندی کے جو تنازع للبقاء کے نام سے مشہور اور اس عالم میں نہایت زوروں سے چل رہا ہے، ہمیشہ کمزور اقوام کے انقلابی حالات کے مطالعہ میں مشغول ہوتی اور خلّاقِ عالم کے وعدہ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ کی انجام دہی کے لئے ہمیشہ گھات میں لگی رہتی ہیں۔ قہر الٰہی کا مظہر بن کر غضب الٰہی کے پتھروں اور گولوں کی طرح تم پر ٹوٹ پڑیں گی۔ اور تمہاری قومی ہستی کو ملیامیٹ کر دیں گی۔ یہاں تک کہ تم جیسی بدبخت قوم کا نہ کوئی وکیل بن سکے گا اور نہ مددگار۔ آؤ یُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا کا ارشاد اسی طرف توجّہ دلاتا ہے۔

یہود کے حالات سے عبرت پکڑو جن کو حضرت موسیٰ و داؤد و سلیمان علیہم السّلام جیسی مقدس ہستیاں کس اوج و عزّت پر پہنچا گئی تھیں۔ لیکن اس بدبخت قوم نے جب ان اصول ارتقاء سے قدم ہٹایا۔ جو اُن کی قومی حیات کی رُوح رواں تھا۔ تو کس طرح ان پر بابلی اقوام قہر الٰہی کا مظہر بن کر ٹوٹ پڑیں۔ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا

بقیہ حاشیہ صفحہ ...

کے نام سے ایک جماعت انہی مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کوشاں تھی۔ بظاہر یہ جماعت مذہبی لبادہ اوڑھ کر اتحاد و ترقی کا شور مچا رہی تھی۔ مگر بباطن فری میسنری کے زیر اثر تھی۔ انجمن اتحاد و ترقی میں بہت سے سادہ لوح مسلمان اور علماء و مشائخ کا ایک گروہ کثیر ان کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس انجمن کی پشت پناہ در پردہ یہودی تھے۔ جن میں سے ان کا ایک بڑا سرمایہ دار قرصو نام یہودی تھا۔ اس انجمن اتحاد و ترقی کے خلاف دردمندانِ اسلام نے "اتحادِ محمدی" کے نام سے ایک اصلاحی تنظیم جاری کی جس میں مسلم نوجوان طبقہ بڑے جوش سے حصہ لینے لگا۔ اس پر اتحادیوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس انجمن تحریک اسلامی کا سرکردہ مرحوم بدیع الزمان سعید نورسی تھا۔ اس پر مقدمہ چلا۔ دوران مقدمہ سربراہ عدالت نے پندرہ افراد کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا۔ فیصلہ سنانے کے بعد نورسی مرحوم سے جج یوں مخاطب ہوا "کیا تم بھی اسلام کا نفاذ چاہتے ہو" ۱۲ منہ

[1] غالب اقوام سے مراد ظاہری و مادی آلات سے مسلح شدہ قومیں نہیں بلکہ اس سے مراد وہ اقوام ہیں جن میں ارادہ الٰہیہ کے مطابق ترقی کی استعداد ہوتی ہے اور منشاء الٰہی تکوینی کے پورا کرنے کیلئے انکے سینوں میں جذبات مشتعل ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

لَنَا اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ۔ ایسے ہی جب مسلمانوں میں اس تباہی خیز منظر کا دور آیا تو دیکھئے کس طرح ان پر گزشتہ دور میں تاتاری اقوام اور موجودہ عہد میں اقوام یورپ صاعقۂ الٰہی کا مصداق بن کر وعدہ الٰہی کی تصدیق کے لئے امڈ پڑیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔

پس اے مسلم کیا ابھی تیرا دیدۂ بصیرت اور گوش عبرت اس قیامت خیز منظر کے دیکھنے اور سننے کے لئے تیار نہیں جس کا ذکر بطور پیشگوئی کے اول سورۃ میں یوں کیا گیا تھا۔ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ۔ اور جس کی انذاری تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ (بخاری کتاب الاعتصام)۔ (ترجمہ) تم پہلے لوگوں کی پیروی میں ایسے پورے اترو گے، جس طرح جوتی کا ایک پیر دوسرے کے مطابق ہوتا ہے۔

(تیسرا خطرہ) ہلاکت کا یہ ہے کہ تمہاری حالت قانون الٰہی (کتاب اللہ) کی ناقدری کرنے اور اس کی پابندی چھوڑنے اور بداخلاقیوں اور فحشاء میں انہماک کے باعث ایسی ذلیل ہو جائے گی جس سے تم ترقی و تہذیب کے دائرہ سے نکل کر بدویت و وحشت کے گڑھے میں پہنچ جاؤ گے۔ جہاں تم اپنی ہستی کی آپ حفاظت نہ کر سکو گے۔ یہاں تک کہ غالب و آزاد اقوام تم کو اپنے پنجۂ غلامی میں لا کر تمہاری قومی حیات کو ذلت و شکست کے دریا میں ہمیشہ کے لئے غرق کر دیں گی۔ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَکُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی۔ اسی کے متعلق تنبیہ فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ قومی ارتقاء کے تین دور ہیں۔ بدویت، مدنیت اور سیاست پہلے اور دوسرے دور میں اگر کوئی قوم اپنے اصول ارتقاء کی خلاف ورزی کرے گی تو اس کا نتیجہ تو فقط یہی نکلے گا کہ وہ تیسرے دور کی طرف ترقی نہ کر سکے گی لیکن وہ قوم جو تیسری منزل میں قدم رکھ چکی ہوتی ہے اسے نہایت ہی خطرات کا سامنا ہوتا ہے اگر وہ اپنے درجہ کے اصول ارتقاء کی خلاف ورزی کرے گی تو فقط یہی نہ ہوگا کہ اس کی آئندہ ترقی رک جائے گی بلکہ قدرت کا زبردست قانون اسے ایسی سزا

Marfat.com

دلائے گا۔ جس سے وہ اپنی قومی ہستی تک کو بھی آزادی سے سنبھال نہیں سکیگی۔ بلکہ دوسری اقوام کی محکومی اور غلامی کے پنجہ میں گرفتار ہو کر ذلّت کی زندگی بسر کرنا ہوگی۔ اسی بناء پر سیاستِ الٰہیہ کے ماہر سلطنت مصر کے انقلاب کن اسرائیلی قوم کے قائدِ اعظم حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو مصر کی انقلابی حالت یاد دلاتے ہوئے ارشادِ ربانی سناتے ہیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (ابراہیم - ۷)

اور جب تمہارے رب نے بتا دیا کہ اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسان اپنے دورِ حیات میں قانونِ ارتقاء (شریعتِ الٰہیہ) سے کسی وقت بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ اگر اس نے کسی درجۂ زندگی میں اس قانون کی خلاف ورزی کی۔ تو اسکی سزا دہی کے لئے بقاءِ اصلح کا زبردست قانون موجود ہے۔

مدارجِ ارتقاءِ انسانی

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا

اور ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور ہم ان کو خشکی اور تری میں اٹھاتے ہیں اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیتے ہیں اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی ہے۔ جس دن ہم سب لوگوں کو ان کے اپنے اپنے امام کے ساتھ بلائیں گے تو جسے اس کی کتاب اس کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی۔ وہ اپنی کتاب کو پڑھیں گے اور ان پر

Marfat.com

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

ذرہ بھر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور جو کوئی اس (دنیا) میں اندھا رہا۔ تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ اور راہ (نجات) سے بہت ہی بھٹکا ہوا ہوگا۔

مخالفین کے اعتراضات کی قلعی کھول دی گئی۔ انسان کی انتہائی حدود کی ترقی کا نقشہ پیش کردیا گیا۔ اور اس راہ میں جو شیطانی منصوبوں کے دریا اور سمندر واقع ہیں۔ ان کے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے ان آلات و ذرائع کا بھی ذکر فرمایا جن کے ذریعہ ان عوائق و موانع ترقی کے ظلماتی بحار کو بخوبی عبور کیا جاسکتا ہے۔ اب یہاں مختلف حیثیات و مدارج ارتقاء انسانی کے بیان کئے جاتے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت کیا جائے کہ ان تمام حیثیات ارتقاء کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کو اپنی مہذب زندگی کے اعمال میں کس قانون کی پابندی کی ضرورت ہے۔ اور یہ کہ وہ اپنی طبعی فطرت سے کس دستور اساسی کا محتاج ہے۔

چنانچہ آیت ہٰذا اس موضوع پر یوں روشنی ڈالتی ہے کہ انسانی ترقی کے چار درجات حسب ذیل ہیں۔

پہلا درجہ۔ كَرَّمْنَا۔ یعنی اخلاقی پہلو سے ترقی کرنے کا مادہ انسان میں ودیعت رکھا گیا ہے۔ پس ایسا قانون جو اس کی اخلاقی ترقی میں حارج ہو۔ وہ کبھی فطرت انسانی کے مطابق نہیں آسکتا۔

دوسرا درجہ۔ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی سیاسی حیثیت سے ترقی کرتا ہے۔ چنانچہ فطرت انسانی میں برّ و بحر کی حکومت کرنے اور تمام اشیاء کو مسخر و مقہور بنا کر ان سے استفادہ اٹھانے کا مادہ رکھا ہوا ہے۔ پس جو قانون انسان کی اس سیاسی آزادی میں خلل انداز ہوگا۔ وہ بھی اس کی فطری پیاس کو بجھا نہیں سکتا۔

تیسرا درجہ۔ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ۔ یعنی اقتصادی ترقی کا ہے۔ ہر

Marfat.com

ایک حلال و طیب چیز جو فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ اس سے نفع اٹھانا مقتضیاتِ طبیعت بشری سے ہے۔ پس جو قانون اس کے اس فطری اقتضاء کو روکتا چاہیے۔ وہ بھی اس کے لیے قابلِ عمل نہیں ہو سکتا۔

چوتھا درجہ۔ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝ یعنی رُوحانی ترقی کا ہے۔ پس جو قانون انسان کی رُوحانی پیاس کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور اس کے قوائے رُوحانیہ کے نشو ونما کے لئے کوئی غذا مہیّا نہیں کر سکتا۔ وہ بھی حقیقت میں نشأۃ انسانیہ کے اصلی مقصد ارتقاء کے لئے کارآمد نہیں۔ پس ان تمام حیثیات ترقی کو مدِّ نظر رکھکر قانون وضع کرنا انسانی دماغ کا کام نہیں بلکہ یہ اس قدوس ذات کے شایان شان ہے۔ جو علیم بذات الصدور ہے جو فطرتِ انسانی کی خلاق اور اس کی طبعی رفتار کی پوری نبض شناس ہے۔ دنیا کے بہترین سے بہترین انسانی دماغ اگر قانون سیاسی وضع کریں گے۔ تو ممکن نہیں کہ اسے صحیح فلسفہ اخلاقیات کے مطابق کرسکیں (یورپ کے قوانین سیاست اور اسکی اخلاقی حالت کے حیا سوز واقعات ملاحظہ ہوں) یا اگر انسان اخلاقیات کی طرف انہماک کرے تو ممکن نہیں کہ اسے فلسفہ سیاست یا طبعی حالت بشری کے موافق کر سکے (عیسائیت اور ہندوازم کی اخلاقی تعلیم ملاحظہ ہو)

پس ثابت ہوا کہ انسانی ترقی کا صحیح ذریعہ یہ ہے کہ انسان ایسے قانون کی اتباع کرے جو تمام مدارج ارتقاء حیات انسانی کو مدِّ نظر رکھکر وضع کیا گیا ہو اور وہ فقط دینِ اسلام ہی ہے۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ۔ اسی کے دستور عمل کا نام قرآن حکیم اور کتاب مبین ہے۔

۱؎ جرمن کا مشہور فلاسفر اور سیاسیات کا اعلیٰ ترین ماہر بیان اور ڈی جب فلسفہ و فوائد جنگ بیان کرنے لگتا ہے تو اس جوش میں اسکی حرارت دماغی اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ بے تحاشا اس سے یہ الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ کہ زندگی جنگ کے لئے ہے۔ اور میں ان کو پاگل سمجھتا ہوں جو امن کے دلدادہ ہیں" بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہدیتا ہے کہ "امن بداخلاقی ہے" بس اگر ایسے دماغوں کے اختراعی قوانین دنیا میں نافذ ہو جائیں۔ تو کیا نتائج پیدا کریں۔ لقد صدق اللہ تعالیٰ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۝ (المؤمنون: ۷۱)

Marfat.com

(ربطِ آئندہ)

اگر کوئی شخص اس ترقی کے نتائج کا خواہاں ہے۔ تو اسے اس موسم کی انتظار کرنی چاہیئے جو نتائج اعمال انسانی کے لئے یَوْمُ الْفَصْلِ ہے لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ه لِیَوْمِ الْفَصْلِ[1]۔ (المرسلات)

جیسے کاشتکار تخم ریزی کے بعد اپنے ثمرات عمل کی انتظار پختگی فصل کے موسم پر کرتا ہے اسی طرح نوع انسانی کے مجموعہ اعمال کے ثمرات کی انتظار اس وقت تک کرنی چاہیئے جس کا نام یَوْمُ الدِّیْنِ ہے۔ پس عالم آخرت میں جبکہ نتائج ارتقاء کے ظہور کا وقت ہوگا۔ تو اس وقت ہر قوم کو اس کی زندگی کے نصب العین[2] کے ساتھ بلایا جائے گا۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ۔

معیار تہذیب انسانی یہ ہے کہ انسان دائرہ دیانت کے تمام اعمال کو ایک اصل اور ایک قانون سے وابستہ رکھے۔ جس قدر اس کے اعمال زندگی میں قانونی پابندی ہوگی۔ اسی قدر اس کی تہذیب میں ترقی ہوگی۔ پس وہ قانون جو تہذیب انسانی کا دستور العمل اور نوع بشری کے مجموعہ اعمال کا قانون اساسی ہوگا۔ وہی امام الاقوام ہے۔ اور یہ امام وہی ناموس الٰہی ہے۔ جو مختلف زمانوں میں بمقتضائے استعداد ات اقوام بذریعہ انبیاء کرام کتاب و شریعت کی منظم صورت میں پیش ہوتا آیا ہے۔ یہاں تک کہ ارتقاء عالم کا وہ دور بھی آیا۔ جس میں تمام اقوام عالم کی استعداد ارتقاء کے اس نقطہ پر پہنچ چکی تھی کہ بلا تخصیص و تفریق ایک قانون کی پابند ہو سکے۔ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت منہ۔ (بخاری)

---

[1] یہ ترجمہ جامع اور وسیع لفظ میں ہم نے اس لئے کیا تا کہ مفسرین کے مختلف اقوال کی تطبیق دی جا سکے نیز امام المفسرین ابن جریر کی بھی یہ رجحت قال اولی هٰذه الاقوال عندنا بالصواب قول من قال الذی کانوا یقتدون به ویأتمون به فی الدنیا لان الاغلب من استعمال العرب الامام فیما ائتم واقتدی به وتوجیه معانی کلام اللّٰه الی الاشهر اولی ما لم تثبت حجة بخلافه یجب التسلیم لها۔ انتہیٰ ۱۲ مؤلف۔ [2] ابن زید سے یہ تفسیر مروی ہے اور ابن جریر نے بھی اسے اختیار کیا ہے ۱۲

پس اس وقت بمقتضائے طبیعت عالم ایک جامع قانون اور واضح کتاب (کتاب مبین) عطا کی گئی جس کو دوسری جگہ امام مبین کہا گیا ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (یٰس)

اس سے پہلے کتاب موسیٰ بھی امام تھی۔ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَّرَحْمَةً (ہود و احقاف) لیکن اس میں یہ فرق ہے کہ کتاب موسیٰ فقط امام تھی۔ امام مبین نہ تھی۔ کیونکہ اس کا موضوع محض بنی اسرائیل کی ترقی تھا۔ اور قرآن حکیم کا موضوع چونکہ وسیع ہے جو تمام اقوام عالم کے لئے شاہراہ ترقی ہے جس پر بلا تخصیص و امتیاز ہر قوم چل سکتی ہے اس لئے یہ إِمَامٌ مُّبِينٌ ہے۔ اسی بناء پر فرقان حمید نے اس وسیع راستے کو بھی امام مبین کہا ہے جس کی کشادگی میں تمام لوگ بآسانی چل سکتے ہیں۔ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ۔ (حجر)

(امام کا دوسرا معنی)

چونکہ نبی کی ذات بھی عملی معیار کتاب الٰہی کی ہوتی ہے گویا کہ وہ شرح کتاب ہے[1] اس لئے وہ بھی امام ہے جس قدر اتباع قانون الٰہی میں قابلیت ہوتی ہے اسی قدر استحقاق امامت کی قابلیت ہوتی ہے۔ ابو الملت حضرت ابراہیم علیہ السلام جب پابندی قوانین الٰہیہ کے امتحان میں کامیاب اُترتے ہیں تو مرتبہ امامت پر بھی فائز ہوتے ہیں۔ وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا۔ (بقرہ) پس امام کی تفسیر نبی اور رسل سے بھی کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ نبی ناموس الٰہی کا کامل نمونہ ہوتا ہے۔ لہذا سلف[2] نے امام کی تفسیر نبی سے بھی کی ہے۔

پس جیسا کہ یہ کتاب (قرآن) امام الکتب ہے ویسا ہی یہ نبی امام الرسل ہے اور چونکہ یہ کتاب اُم الکتاب بھی ہے اس لئے اس کا نبی بھی اُمی ہے۔ منسوب الیٰ اُم الکتاب و اُم القریٰ و اُم الالسنہ (زبان عربی)۔ تو خلاصہ یہ کہ انسان کی

---

[1] بتفسیرہ قولہ تعالیٰ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (نحل)

[2] ابن جریر و ابن کثیر میں مجاہد و قتادہ سے یہ تفسیر مروی ہے۔ ۱۲

Marfat.com

ترقی کا بہترین معیار یہ ہے کہ اسکی زندگی کا نصب العین کتاب الٰہی اور اس کی صحیح شرح یعنی سنت نبوی ہو۔ چنانچہ ایک موقع پر یوں فرمایا گیا۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ (مائدہ: ۱۸)

پس اس قانون کے مطابق جس کی سوانح حیات نتائج اعمال کے دور میں صحیح اتری تو وہ اپنے ارتقاء کے کامل ثمرات اور نتائج کا بخوبی مطالعہ کرے گا۔ چنانچہ فرمایا۔ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ یعنی جن شخصوں نے اپنی سیرت زندگی کو داہنے ہاتھ میں لیا یعنی مطابق فطرت پایا تو وہ اپنی احسن لائف کا مطالعہ کریں گے اور اس کے بہترین ثمرات حاصل کرنے میں کچھ کمی نہ پائیں گے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ اور جن ہستیوں نے اپنے مسلک زندگی کو اسی دنیا میں ان گذشتہ اصول ارتقاء کے مطابق نہیں کیا۔ وہ بوقت نتائج اعمال ثمرات ارتقاء سے محروم رہیں گی۔

باب پنجم

سیاسی تدابیر اور اُنکے جواب

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ	اور یقیناً قریب تھا کہ کفار تجھے اس
عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ	بہکا دیں جو ہم نے تیری طرف وحی کی۔ تاکہ تو
لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ	اس کے خلاف ہم پر افترا کرے۔ تب اس
وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا	وقت یہ لوگ ضرور تجھے دوست بنا لیتے۔
وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ	اور اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ رکھا ہوتا
كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ	تو ضرور تھا کہ تو تھوڑا سا ان کی طرف

Marfat.com

شَيْئًا قَلِيلًا ۝ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ	جھک جاتا اور اگر تو ان کی طرف جھک جاتا، تو
ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ	اس وقت ہم تجھے دگنا (عذاب) زندگی میں
الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ	اور دگنا مرنے پر چکھاتے۔ پھر تو ہمارے
عَلَيْنَا نَصِيرًا ۝ وَإِن كَادُوا	مقابل پر کوئی مددگار نہ پاتا۔ اور یقیناً قریب
لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ	تھا کہ یہ لوگ تجھے اس زمین (مکہ) سے دل برداشتہ
لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَّا	کر دیں تاکہ تجھے وہاں سے نکال دیں اور اس وقت
يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا	یہ بھی تیرے پیچھے فقط تھوڑے ہی (دن) رہتے
قَلِيلًا ۝ سُنَّةَ مَن قَدْ	یہی ہمارا طریقہ ان رسولوں کے بارہ
أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا	میں رہا جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے بھیجا اور
وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝	تو ہمارے طریقہ میں کوئی تبدیلی نہ پائے گا۔

گزشتہ باب میں مخالفین نے اس قانون ارتقاء (قرآن الحکیم) پر مختلف اعتراضات اور شبہات کے ذریعہ گویا قلمی اور زبانی مقابلہ کیا تھا۔ چنانچہ وہاں ان کے شافی جوابات دیکر انہیں پوری شکست دیگئی اور فقط جوابوں پر ہی اکتفا نہ کیا گیا۔ بلکہ تعلیم و تکمیل الترقی ان جوابوں کے بعد فطرت انسانی اور اس کے مدارج ارتقاء کا تذکرہ فرما کر ان قوانین کی ضرورت کو بھی ثابت کیا گیا۔ پس جب مخالفین اس تقریری مقابلہ میں ناکام ہو چکے۔ تو اب دوسری دفعہ عملی طور سے مقابلے کے لئے میدان میں آتے ہیں۔ یہ مقابلہ پہلے مقابلے کے اعلیٰ پیمانہ پر ہے کیونکہ اس کے لئے عملی کارروائیوں اور سیاسی تدبیروں کے آلات سے مسلح ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ عملی تدابیر جو اس مقابلہ کے لئے کام میں لاتے ہیں پانچ ہیں۔

(تدبیر اوّل)

(۱) وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ الآیۃ یعنی ایسی تدبیروں سے حامل قرآن کو بہکا دیں جن سے اسکی توجہ قانون الٰہی کو نصب العین رکھنے سے ہٹ جائے اور اس کی اشاعت و تبلیغ میں مداہنت برتنے لگے۔

Marfat.com

(تدبیر دوم)

(۲) وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ ۔ یعنی کوئی ایسا قانون پاس کیا جائے جس سے مسلم کو حقوق وطنیت سے بے دخل کر کے اسے اپنی سلطنت سے خارج کر دیا جائے۔ تاکہ اس کی مذہبی اشاعت و تبلیغ اور اس کی ملی تحریک پروپیگنڈا کا اثر ملک میں نہ پھیلے۔

(تدبیر سوم)

(۳) فلسفیانہ سوالات اور مذہبی نکتہ چینیاں کی جائیں۔ تاکہ اس ذریعہ سے مسلم کی قوت ایمانی کو تذبذب و شکوک کا شکار کر کے کمزور کیا جائے اس کا ذکر يَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ میں ہے۔

(تدبیر چہارم)

(۴) اس کتاب کو کسی طرح مسلم کے قبضہ حفاظت سے نکال کر صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے ان کی اس تدبیر کا جواب وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ میں دیا گیا ہے۔

(تدبیر پنجم)

(۵) ان قوانین کے مقابل اپنے قوانین وضع کر کے مقابلہ کیا جائے مگر یاد رہے کہ اس میں بھی ناکام رہیں گے۔ چنانچہ اس کا جواب قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ الخ کے ذریعہ دیا گیا ہے۔

ناظرین ان آیات کے مضامین سمجھنے میں ذرا دقت نظر سے کام لیں۔ یہ آیات ان قوموں کے اصول تبلیغی پر روشنی ڈال رہی ہیں جن کا مقصد حیات دنیا کو حقیقی ترقی سے محروم رکھنا ہے۔ تاریخ جیسے اپنے اسباق گذشتہ کو دوہراتی ہے قوانین فطرت بھی اپنے شواہد مصداق کو دہراتے ہیں۔ آج سے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے جو سازشیں قوانین الٰہیہ کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے مقابل جماعتیں کر رہی تھیں آج بھی ان کی مقلد جماعتیں اور تہذیب شیطنت کی شیدائی قومیں جو ارتقاء انسانی کے صحیح فلسفہ سے نابلد ہیں۔ وہی سازشیں کر رہی ہیں۔ اور ٹھیک انہیں پانچ اصول پر

Marfat.com

(پہلی تدبیر) یہ کہ الحاد و زندقہ کے تجربے ہوئے فلسفہ کو رائج کر کے نوخیز طبائع کو مذہب سے متنفر کیا جائے۔ یا کم از کم ان کی توجہ مذہب سے ہٹا کر مادی علوم کی طرف کر دی جائے تاکہ مذہب کی چاشنی سے محروم رہ سکیں۔ چنانچہ سکولوں اور کالجوں[1] کی موجودہ تعلیم اس پر شاہد[2] ہے۔ مرحوم اکبر الہ آبادی کیا ہی خوب فرما

---

[1] اس کا اعتراف فخریہ الفاظ میں نامور اشتراکی لیڈر لوئی (فرانس) یوں کرتے ہیں۔ "ہم وہ قوم ہیں کہ سکول و ہسپتال وغیرہ جاری کر کے کچھ ایسی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ کہ انہیں خود اپنے مذہب و قومیت و حب وطن کے جذبات سے تنفر ہو جاتا ہے۔ اور ان کی قومی زندگی میں گھن لگ جاتا ہے بدکاری و شراب خوری و اسراف و قمار بازی وغیرہ یورپ کی بیہودہ رسم و رواج کو وہاں لوگوں میں رائج کرتے ہیں اور ان کو مرعوبیت و ناامیدی کی ایک ایسی شدید بنا دیتے ہیں جس میں کچھ بھی جان نہیں ہوتی مسلمان ہمارے شکار ہیں۔ اور اس شکار کے لئے ہم کو اپنے چمکتے ہوئے آلات جنگ کا شکر گذار ہونا چاہیئے۔" (وکیل ۱۳ / مارچ ۱۹۱۲ء)

[2] واضح ہو کہ ہمارا مقصد اس سے یہ ہے کہ اس ضمن میں جو نقصان قوم کو مذہبی حیثیت سے پیش آرہا ہے اس کی طرف قوم کو توجہ دلائی جائے ورنہ ہمیں سکولوں اور کالجوں کی ان تعلیمی برکات سے مطلقاً انکار نہیں جو ان کے ذہنی و دماغی قوائے کا ارتقاء ہوتا ہے۔ نالائق و ناسپاس ہے وہ شخص جو گورنمنٹ کے اس احسان کو فراموش کرے جو اس نے قوم کی بہبودی اور ترقی کیلئے اسکی تعلیم و تربیت کا اعلیٰ انتظام کیا۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جس حد تک اس محسن گورنمنٹ کا امکان تھا اس نے قوم کے نشو و ارتقاء کے ذرائع مہیا کرنے میں دریغ نہ کیا۔ مگر چونکہ ایمان اور روحانی برکات کا مہیا کرنا دنیاوی گورنمنٹوں کی طاقت میں نہیں اس لئے ان کے مہیا کرنے میں وہ معذور ہے پس یہ ان کا قصور نہیں۔ لکل فن رجال۔ بلکہ اس فن کے ماہر آسمانی گورنمنٹ کے نمائندے (انبیاء و مامورین و مجددین) ہیں جنکے سپرد یہ کام ہوتا ہے۔ سُنَّةَ اللّٰهِ۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ۔ اسی حقیقت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقعہ پر یوں عیاں فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

گئے ہیں۔ (شعر)

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ۔ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

(دوسری تدبیر) تثلیث کا علم بلند کرنے کے لئے یہ ہے کہ اپنی سیاسی

"یہ دوسرا احسان گورنمنٹ کا اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ وہ جنگلی وحشیوں اور نام کے انسانوں کو انواع و اقسام کی تعلیم کے ذریعہ سے اہل علم و عقل بنانا چاہتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس گورنمنٹ کی متواتر کوششوں سے وہ لوگ جو قریب قریب مویشی اور چارپایوں کے تھے کچھ حصہ انسانیت اور فہم و فراست کا لے چکے ہیں اور اکثر دلوں اور دماغوں میں ایک ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے جو علوم کے حصول کے بعد پیدا ہوا کرتی ہے معلومات کی وسعت نے گویا ایک دفعہ دنیا کو بدل دیا ہے لیکن جس طرح شیشے میں سے روشنی تو اندر گھر کے آسکتی ہے مگر پانی نہیں آسکتا۔ اسی طرح علمی روشنی تو دلوں اور دماغوں میں آگئی ہے مگر ہنوز وہ مصفّا پانی اخلاص اور روبحق ہونے کا اندر نہیں آیا جس سے روح کا پودا نشو و نما پاتا اور اچھے اچھے پھل لاتا۔ لیکن یہ گورنمنٹ کا قصور نہیں بلکہ ابھی ایسے اسباب مفقود یا قلیل الوجود ہیں جو سچی روحانیت کو جوش میں لاویں۔ یہ عجیب بات ہے کہ علمی ترقی سے ہر ادنیٰ قریب کی کسی کچھ ترقی معلوم ہوتی ہے اور اہل حق کو ناقابل برداشت وساوس کا سامنا ہے۔ ایمانی سادگی بہت گھٹ گئی ہے۔ اور فلسفیانہ خیالات نے جن کے ساتھ دینی معلومات ہمقدم نہیں ہیں۔ ایک زہریلا اثر نو تعلیم یافتہ لوگوں پر ڈال رکھا ہے جو دہریت کی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور واقعی نہایت مشکل ہے کہ اس اثر سے بغیر حمایت دینی تعلیم کے بچ سکیں۔ پس واسطے بحالی اس شخص کے جو ایسے مدرسوں اور کالجوں میں اس حالت میں چھوڑا گیا ہے جبکہ اس کو دینی معارف اور حقائق سے کچھ بھی خبر نہیں۔ ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس عالی ہمت گورنمنٹ نے جو نوع انسان کی ہمدرد ہے۔ اس ملک کے دلوں کی زمین کو جو ایک بنجر پڑا ہوا تھا اپنے ہاتھ کی کوششوں سے جنگلی درختوں اور جھاڑیوں اور مختلف اقسام کے گھاس سے جو بہت اونچے اور فراہم ہو کر زمین کو ڈھک رہے تھے پاک کر دیا ہے اور اب قدرتی طور پر وہ وقت آگیا ہے جو سچائی کا بیج اس زمین میں بویا جائے اور پھر آسمانی پانی سے آبپاشی ہو۔"

(رسالہ معیار المذاہب صفحہ ۲ ملحقہ رسالہ نور القرآن نمبر ۲)

Marfat.com

قوت کے ذریعہ مسلمانوں کو مرعوب کر کے تغییر مذہب[1] پر مجبور کیا جائے۔ یا اسے حقوق وطنیت سے محروم رکھ کر حدود سلطنت سے خارج کیا جائے۔ تاکہ ان ملکوں میں خالص صلیبی جھنڈا لہرا سکے۔ چنانچہ سوریا، و تھسلی کریٹ۔ مقدونیہ اسپین وغیرہ کے حالات اس پر شاہد ہیں۔ یونان کے تازہ مظالم دنیا کے سامنے ہیں۔

(تیسری تدبیر) یہ کہ مذہب اسلام پر فلسفیانہ حملوں اور مذہبی نکتہ چینیوں کی اس قدر بھرمار کی جائے جس سے مسلمان تنگ آکر یا مذہب اسلام کو خیرباد کہدیں۔ یا تذبذب وشکوک کا شکار بن جائیں۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے مخالفین کی طرف سے تین ہزار کے قریب اعتراض اسلام پر کئے گئے اور اسکی اشاعت کے لئے چھ کروڑ بلکہ کسی قدر زیادہ کتابیں تالیف[2] ہوئیں۔

(چوتھی تدبیر) یہ کہ مسلمانوں کی واحد کتاب (قرآن حکیم) کو کسی طرح مٹا دیا جائے چنانچہ عرصہ ہوا کہ یورپ کی ایک بڑی سلطنت کے وزیر اعظم نے ایک موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا تھا[3]

"یہ کتاب (قرآن) مسلمانوں کے ہاتھوں سے چھینکر جلا دینی چاہیئے۔ یہ کتاب جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ تب تک یقین ہے کہ بدبخت (مسلمان) سب ترقیوں کے مخالف اور عیسائیت کے دشمن رہینگے"

(پانچویں تدبیر) یہ کہ قوانین اسلام کے مقابل اپنے مخترعہ قوانین کو جاری ونافذ کیا جائے اور جس طرح مسلمان قوم کو غلامی واستبداد کے پنجہ میں دبایا جارہا ہے اسی طرح اسلامی قوانین کو بھی نفاذ وشیوع کی آزادی سے محروم رکھکر پنجہ استبداد میں لایا جائے۔ چنانچہ روسی حکومت اور اس کی ہمنوا بعض سلطنتوں کی پالیسیاں

---

۱ اس موقع پر میں ناظرین کی عنان توجہ اس مسئلہ شرقیہ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں جس کا اختراع سیاسین یورپ کے دماغوں نے اٹھارھویں صدی کے اواخر میں کیا جس کا موضوع اصلی یہ ہے کہ دنیا سے اسلام کی سیاسی قوت واقتدار کا خاتمہ کر دیا جائے اس کے متعدد دفعات میں سے ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ مشرقی اقوام کے مذاہب میں تغیر پیدا کیا جائے۔ کیونکہ مذہبی تبدیلی کے سوا اسلام کی پولیٹیکل قوت کا خاتمہ نہ ہوگا۔ (الہلال کلکتہ صفحہ ۱۲۹)

۲ مقدمہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۷ و ۵۱ ۳ الہلال جلد ۲ ۸ر جنوری سنہ ۱۹۱۳ء بحوالہ اخبار پال مال گزٹ ۱۲

Marfat.com

اس پر شاہد ہیں۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (الصّفّ: ۸)

مخالفین اسلام کے یہ وہ زبردست منصوبے ہیں جن کی تکمیل کے لئے مختلف قسم کی کارروائیاں اور نہایت ہی گہری چالیں اور منظم تحریکیں عمل میں لائی جارہی ہیں۔ اور ان کے اثرات پھیلانے کیلئے متعدد طرح کی دجالیتیں پھیلائی جارہی ہیں۔ یہ وہ فتنے ہیں جن کی نظیر تاریخ عالم میں ناپید ہے۔ اسی لئے احادیث میں اس فتنہ کو فتنۂ دجال اور فتنۂ تموج کموج البحر کہا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے

ﻟﮧ یہ تو بیرونِ ہند کے حملے اسلام پر ہیں۔ اندرونِ ہند ہندی نژاد کی طرف سے جو اسلام پر شرانگیز باں ہورہی ہیں وہ بھی قابلِ بیان نہیں۔ تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے پوجنے والے ہندوؤں کو دیکھو، شدھی کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کس قدر دجالی سازشوں سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ شرمناک حرکات تک سے دریغ نہیں کرتے لیکن ان منصوبوں کا نتیجہ اسلام کے حق میں کیا ہوگا۔ اس کے متعلق خود یورپین فلاسفروں کی رائیں ملاحظہ ہوں۔

"پروفیسر ڈاہبری رسالہ مستقبلِ اسلام ۱۹۱۳ء میں لکھتا ہے "جس عنصر سے یورپ کام لینا چاہتا ہے یعنی مذہب عیسوی وہ ابھی اس قدر طاقتور نہیں کہ درختِ اسلام کو جس کا ریشہ ایشیا کی زمین میں تہ تک پہنچ گیا ہے اکھیڑ پھینکنا تو درکنار اسے جنبش بھی دے سکے۔"

مسٹر بلنٹ اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں۔ کم از کم انگلستان کو ضرور مان لینا چاہیئے کہ اسلام کا دبانا کی کوشش فضول ہے اس کے بجائے اسے قبول کرنا چاہیئے۔ انگلستان دنیا میں رہے یا نہ رہے اسلام ضرور رہیگا اور آگے لکھتے ہیں۔ کہ حوصلہ افزائی اس لئے کرنی چاہیئے۔ کہ اس میں خیر و نیکی کے ایسے امکانات ہیں جن کا نعم البدل کوئی دوسرا مذہب یا فلسفہ پیش نہیں کرسکتا۔"

ڈاکٹر موڈل اپنے لیکچر میں جو شاہی مجلس تعالی نائجیریا میں دیا۔ کہتے ہیں کہ "یہ (قرآن) نہایت شاندار اجتماعی قانون ہے سخت غلطی ہوگی اگر اہل نظر اس کی طاقت کا اعتراف نہ کریں۔"

"پادری اگریم ہارٹن آف لندن اثنائے تقریر میں کہتے ہیں۔ بیشک میں امید رکھتا ہوں کہ تمام عیسائی مذہب اسلام کو ایک عظیم الشان طاقت کی صورت میں دیکھیں گے جو دنیا کو بہت بڑا نفع پہنچا رہا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں اور مذہب اسلام کی طاقت و جبروت کے اقرار کے طور پر اس کے آگے اپنی گردن جھکاتا ہوں۔

(تقریر جلسہ مذہب اسلام و عیسائیت منعقدہ لندن ۱۹۱۶ء) ۱۲۔ مؤلف

ہندوؤں کے مایۂ ناز لیڈر لالہ لاجپت رائے صاحب کو بھی اسلام کی طاقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرنا پڑا۔ کہ ہندو دھرم کی بوسیدہ دیوار اسلام کے زبردست وحدانیت کے گولے کے سامنے نہ ٹھہر سکیگی۔" (اخبار وکیل امرتسر یکم دسمبر ۱۹۲۶ء بحوالہ پرتاب)

Marfat.com

کہ اس فتنہ کی رُوحِ رواں وہ قوم ہوگی جو پرستارِ صلیب ہے۔ اور اس فتنہ سے اس کا منشاء صلیبی تحریک کو تقویت دینا ہوگا۔ ایسے وقت میں اللہ تعالٰے اس تحریک کو ملیامیٹ کرنے اور دینِ اسلام کو مذاہبِ عالم پر غلبہ و تفوق دینے کے لئے مسیح موعود کو نازل فرمائے گا۔ جو دجّالی فتنہ کو پاش پاش کرکے علمِ اسلام کو بلند و برتر کردے گا۔

ناظرین دیدۂ بصیرت کھول کر دیکھیں۔ آج یہی وہ موعود زمانہ ہے جس کی عرصہ سے خبر دی گئی تھی۔ اور اسی کے پُر آشوب فتن سے ڈرایا گیا تھا۔ ٹھیک اسی وعدہ کے مطابق اللہ تعالٰے نے اس وقت حسب ارشاد وَلَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ ...... وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ حفاظت اسلام کے لئے ایک خلیفہ و امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کو قادیان کے گمنام قصبہ میں جس کو بعد میں اپنے فضل سے چار دانگ عالم میں مشہور[1] کیا مبعوث فرمایا

---

[1] اسی گمنام قصبہ کی شہرت کا اعتراف ایک اشد ترین مخالف آریہ سماجی بایں الفاظ کرتا ہے:۔

"قادیان ضلع گورداسپور میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جس کے برابر اور جس سے بڑے اور بہت سے قصبے موجود ہیں مگر باہر انہیں کوئی نہیں جانتا لیکن قادیان ایک اس قسم کا قصبہ ہے جو آج نہ صرف اپنے علاقہ میں نہ صرف پنجاب میں نہ صرف ہندوستان میں بلکہ غیر ممالک میں بھی مشہور ہو چکا ہے اور اس کی اہمیت و فضیلت بہتیرے پُرشان اور بارونق شہروں اور دارالخلافوں سے بھی بڑھ چکی ہے ...... آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہ قادیان جسے آج سے پچاس سال قبل کوئی نہیں جانتا تھا اب مذہبی لوگوں کی خاص توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔" (آریہ گزٹ ۱۹ مئی ۱۹۱۱ء)

اسی طرح ڈاکٹر زویمر مشہور امریکن پادری جب تبلیغ عیسائیت کے لئے دنیا کا چکر لگاتا ہے تو قادیان میں بھی اس کی شہرت کے باعث آتا ہے اور اس کے مرکزی کام کو بچشم خود بہ نظر دیکھتا ہے جس کا ریمارک چرچ مشنری ریویو لنڈن میں بایں الفاظ شائع ہوتا ہے: "ہم نے وہ سب کچھ دیکھا جو کہ وہاں قابل دید تھا۔ چھاپہ خانہ۔ دفتر ڈاک۔ دینیات کا مدرسہ۔ لڑکیوں اور لڑکوں کا مدرسہ۔ گویا یہ جگہ شہد کی مکھیوں کا ایک چھتہ ہے جو کہ تبلیغ اسلام کی نشر و اشاعت میں ہمہ تن مشغول ہے نہ صرف ریویو آف ریلیجنز یہاں سے شائع ہوتا ہے بلکہ اور اردو اخبار بھی یہاں سے نکلتے ہیں اور خط و کتابت کا رابطہ۔ لنڈن، پیرس، برلن،

جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روحانی مناسبت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ مریم کا خطاب عطا فرمایا۔ اور اماماً منکم کا ارشاد فرما کر اس حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ کہ وہ اسرائیلی مسیح نہیں ہوگا۔ بلکہ محمدی مسیح اسی اُمت کا ایک فرد ہوگا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے شدید مشابہت رکھنے کے باعث بروزِ محمدؐ بھی ہوگا۔ جس کی تشریح آپؐ نے اسمہ اسمی کے ذریعہ فرما کر اسے مہدی کا لقب عطا فرماتے ہوئے اُمت کو اس کی اطاعت و اتباع کا حکم فرمایا۔ مبادا اُمت کو ان دو مرتبوں (مہدی و مسیح) کے ذکر سے یہ غلطی لگے کہ اسے متعدد دو شخصیتیں سمجھ کر مختلف دو ہستیوں کے منتظر بن بیٹھیں۔ اس کا دفعیہ یوں فرما دیا لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی (ابن ماجہ) عیسیٰ موعود کے سوا اور کوئی مہدی نہیں۔

واضح ہو کہ مشکوٰۃ نبوت سے جس قدر پیشگوئیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ وہ دراصل معارف قرآن حکیم کا اقتباس اور اس کے انوار ہی کا انعکاس ہوتی ہیں۔ قرآن حکیم ہر زمانہ میں نئے علمی انکشافات کھولنے والی کتاب ہے۔ اور اخبارات غیبیہ اور مستقبل کی پیشگوئیوں کے بیان میں بحرِ ذخار اور ذخیرہ بے پایاں ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ۔ پس احادیث میں علامات قیامت کے متعلق جس قدر پیشگوئیاں آپ پائیں گے وہ اصل میں قرآن حکیم کی تفسیر ہیں۔ ذیل میں چند ایک آیات درج کی جاتی ہیں جن میں ان کا ذکر موجود ہے:۔

(۱) يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ (السجدۃ : ۵)	وہ اس امر (اسلام) کی تدبیر آسمان سے زمین کی طرف کرتا ہے پھر وہ اس کی طرف چڑھ جائیگا ایک ایسے دن میں جس کا اندازہ تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۵ ۔ شکاگو، سنگاپور اور تمام مشرق ادنیٰ کے ساتھ قائم ہے کاغذات کے طاقچے شاندار مستقبل کے ساتھ بھرے پڑے ہیں۔ الماریاں ڈیلی انسائیکلو پیڈیا، پاؤنڈ، رڈکٹ نرین اور خلافت عثمانیہ لٹریچر سے لدی ہوئی ہیں۔ گویا یہ ایک اسلحہ خانہ ہے جو کہ غیر ممکن کو ممکن ثابت کرنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ راسخ الاعتقادی کا یہ عالم ہے کہ وہ (احمدیہ جماعت) پہاڑوں کو جنبش دینے والی ہے۔"

Marfat.com

(٢) اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ (تکویر: ٢،١)

جبکہ سورج لپیٹ لیا جائے گا اور تارے جھڑ جائیں گے۔

(٣) حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ (انبیاء: ٩٦)

یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔ اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل کھڑے ہوں گے۔

(٤) وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ (کہف: ٩٩)

اور ہم انہیں اس دن ایک دوسرے پر موجیں مارتے ہوئے چھوڑ دینگے اور صور پھونکا جائے گا۔ پس ہم ان کو اکٹھا کر دینگے۔

(٥) يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝ (طٰہٰ۔ ١٠٢ تا ١٠٤)

جس دن صور پھونکا جائے گا۔ اور ہم اس دن نیلی آنکھوں والے مجرموں کو اکٹھا کرینگے جو آہستہ آہستہ باتیں کرتے ہونگے کہ تم صرف دس (دن) ہی ٹھیرے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہیں گے جب ان میں سے اعلیٰ درجہ کے طریق والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن ٹھیرے۔

(٦) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝ (مائدہ: ٥٤)

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا۔ تو اللہ تمہارے بدلے ایک ایسی قوم کو لائیگا جس سے وہ محبت رکھے گا اور وہ اس سے محبت رکھیں گے مومنوں کے سامنے نرم اور کافروں کے مقابلہ میں غالب ہوں گے۔

(٧) وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ۝ (محمد: ٣٨)

اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے سوا کسی دوسری قوم کو بدل کر لائے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

(٨) وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الجمعہ: ٣)

اور ان میں سے پچھلوں میں بھی (نبی کو مبعوث فرمائیگا)، جو ابھی ان کو نہیں ملے۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

Marfat.com

آیات بالا میں متعدد علامات قیامت کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ آیت ۱۸ میں
پیشگوئی ہے کہ ایک ہزار سال کے بعد ایک زبردست انقلاب رونما ہوگا۔
جس میں اسلام کی ترقی رک جائے گی۔ آیت ۲۲ میں اشارہ ہے کہ اس وقت اسلامی
سورج کا نور مدھم پڑ جائے گا۔ اور علماء ربانی نور اسلامی پھیلانے والے بھی اپنے
مقصد اشاعت اسلام میں سرد پڑ جائیں گے۔ اور لوگ حرارت ایمانی اور روحانی
چمک میں مکدر ہو جائیں گے۔ آیت ۳۲ دہم میں بتایا گیا کہ اس وقت دجالی قوم یاجوج
و ماجوج نکل کھڑی ہوگی۔ اور ان کا دجالی سیلاب دنیا میں موجیں مارتا ہوگا۔ آیت
۵ میں اس قوم کا حلیہ بتایا گیا۔ ان کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی۔ اور اسی آیت
میں ان کا وقت خروج بھی بتا دیا گیا کہ نزول قرآن کے بعد دس صدیاں یا
ایک ہزار سال گذرنے پر ہوگا۔ اور آیت ۷ میں بتایا گیا کہ اس قوم کی
دجالی تحریکوں سے فتنہ ارتداد کا سیلاب مسلمانوں میں آئے گا۔ اور ساتھ ہی
اس میں یہ بشارت دی گئی کہ اس کے فرو کرنے کے لیے اللہ تعالےٰ ایک ایسی قوم
کو جو پسندیدہ خدا ہوگی۔ حفاظت اسلام اور اس کی اشاعت و تبلیغ کے لیے
پیدا کر دے گا۔ آیت ۸ میں ذکر ہے کہ اس قوم کا جوش اسلام اور حرارت
ایمانی دوسری ان جماعتوں سے بڑھ چڑھ کر ہوگی۔ جن کی موجودگی میں فتنہ ارتداد نمودار
ہوگا۔ اور آیت ۹ میں بتایا گیا ہے کہ یہ جماعت جوش و جذبات ایمانی اور مراتب
و درجات روحانی میں ہم رنگ صحابہ ہوگی۔ اور چونکہ جماعت بغیر امام کے نہیں ہوتی
اور امام بغیر تائید سماوی کے نہیں ہوتا۔ بنا بریں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ اس
جماعت کا امام بھی ہوگا۔ جو وحی الٰہی کی تائیدات کے ساتھ مبعوث کیا جائیگا۔
یہ تو اقتضاء عقلی ہے۔ لیکن قرآن حکیم بھی اس کے ذکر سے خاموش
نہیں۔ چنانچہ آیت ۹۹ میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ
فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا۔

صور کا لفظ ہمیشہ عظیم الشان تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے گویا جب خدا
تعالیٰ اپنی مخلوقات کو ایک صورت سے منتقل کر کے دوسری صورت میں لاتا ہے۔ تو
اس تغییر صور کے وقت کو نفخ صور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس جگہ نفخ صور سے

Marfat.com

یہ اشارہ ہے کہ جب یاجوج و ماجوج کی قومیں موجیں مارتی ہوئی دنیا میں نکل کھڑی ہوں گی۔ اور دنیا کی دوسری قوموں کو دبانا چاہیں گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ صور پھونک کر تمام قوموں کو دینِ اسلام پر جمع کرے گا یعنی اپنی عادت قدیم کے مطابق آسمانی نظام قائم کرنیکے لئے ایک آسمانی مصلح پیدا فرمائے گا جس کے دل میں زندگی کی روح پھونک دے گا، اور وہ زندگی دوسروں میں سرایت کرے گی۔ اسی مصلح کا نام مسیح موعود ہے۔ جس کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے۔ اور سورہ جمعہ کی آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ میں اشارہ ہے کہ وہ بروزِ محمد ہوگا۔

کفّارِ قریش کی تدبیر اوّل

وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ۔ یہ اس تدبیر کی طرف اشارہ ہے جو کفارِ قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دامِ تزویر میں پھنسانے کے متعلق کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس غرض کے لئے پہلے عتبہ بن ربیعہ کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ جس کا ذکر سیرت ابن ہشام میں ہے۔ اس نے آپ کی خدمت میں آکر یوں تقریر کی:۔

"اے میرے بھتیجے محمد آپ اس تعلق رشتہ و قومی کو جانتے ہیں جو ہمارے اور آپ کے درمیان ہے۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ اپنی قوم کے پاس ایک ایسی چیز لائے ہیں جس نے ان کی جماعت کو متفرق کر دیا۔ ان کے مذہب کے پرخچے اڑا دیئے۔ میں چند امور پیش کرتا ہوں۔ انہیں غور سے سنیئے۔ شاید ان میں سے کوئی بات آپکو پسند آجائے۔ آپ نے جو دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اگر اس سے مقصد مال و دولت کا جمع کرنا ہے۔ تو ہم خود ہی آپ کے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ آپ مالا مال ہو جائیں۔ اگر آپ عزت کے خواہشمند ہیں تو ہم سب آپ کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر حکومت کی خواہش ہے تو آپ کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ جو چاہیں ہم کرنے کو حاضر ہیں بشرطیکہ یہ طریقہ چھوڑ دیں۔ اور اگر دماغ میں خلل آگیا ہے تو بتلایئے

Marfat.com

اس کا بھی علاج کرنے کے لئے تیار ہیں"

جب عتبہ تقریر سے فارغ ہو چکا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ میرا جواب بھی سن لو۔ پھر آپ نے سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تلاوت شروع فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ
الرَّحِيْمِ ۝ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ
اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝
وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا
تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ
وَّمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ
فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ
اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ
اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا
اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ
لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ
هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ
اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ قُلْ
اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ
الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ
لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
. . . .

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے انتہا رحم کرنیوالا اور نہایت ہی مہربان ہے
یہ فرمان اس خدا کے حضور سے اترا ہے جو بے انتہا رحم
والا اور خاص طور پر مہربان ہے یہ وہ کتاب ہے جس کے نشانات
صدق کھلے ہوئے ہیں۔ صفحۂ دنیا پر یہی ایک کتاب ہے
جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ جس زبان میں یہ کتاب
اتری اسی زبان (عربی) میں اہلِ علم کے ہاں پڑھے جانے
کا وظیفہ ہے۔ حق پرست جماعت کو ایسی خوشخبریاں
اور معاندین حق کے متعلق ایسی انذاری پیشگوئیاں
بتاتی ہے جن پر آئندہ کے واقعات مہر تصدیق ثبت
کر دیتے ہیں۔ ایسے کھلے نشانات صداقت کے
باوجود بہت سے لوگ اس کتاب سے منہ موڑ لیتے ہیں۔
اور وہ اسے سنتے ہی نہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس کا
ہمارے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور ہمارے
کان اس کے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح
کا پردہ پڑا ہے تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں
اے نبی! ان لوگوں سے کہدو میں بھی تم ہی جیسا
بشر ہوں مگر مجھ پر وحی اترتی ہے جس میں یہ تعلیم ہے کہ
سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ
ہونا اور اس سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے
ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں۔ اور
زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں
لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور نیک کام کرتے

Marfat.com

. . . . ہیں ان کے لئے بے انتہا اجر ہے کہدو کیا تم اس خدا کا
. . . . انکار کرتے اور اس کے متعدد شریک بناتے ہو جس نے
. . . . زمین کو دو دنوں میں بنایا یہی تمام جہانوں کا رب ہے۔

یہاں تک کہ آپ نے آیت سجدہ تک پہنچ کر سجدہ کیا۔ عُتبہ پر اس کلام پاک کے سُننے سے محویّت کا عالم طاری تھا۔ ہاتھوں پر سہارا دیئے گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا۔ حضورؐ نے سجدہ سے فارغ ہو کر فرمایا۔ اے ابوالولید۔ بس یہی بات ہے جو تم نے سُنی۔ اس پر عتبہ وہاں سے چپ چاپ اُٹھ کر چلا آیا۔ قریش منتظر جواب تھے عتبہ کے پاس جمع ہو کر پوچھنے لگے کیا جواب ملا۔ عتبہ بولا۔

"معشر قریش! قسم بخدا میں ایسا کلام سنکر آیا ہوں جو نہ کہانت ہے نہ شعر۔ نہ جادو ہے نہ منتر۔ اگر تم میرا کہا مانو۔ تو محمدؐ کو اپنے حال پہ چھوڑ دو۔ قسم بخدا۔ جو کلام میں نے اس سے سُنا۔ ضرور وہ تمام عالم میں پھیلے گا۔"

قریش یہ سنکر کہنے لگے۔ لو عتبہ پر بھی محمدؐ کا جادو چل گیا۔ جب قریش کے ایک نمایندہ (عتبہ) سے کام نہ چل سکا۔ تو اب انہوں نے مشورہ کیا کہ اب تمام قبائل قریش کے سردار اکٹھے ہو کر حضورؐ سے ہمکلام ہوں۔ تاکہ اس ذریعہ سے انہیں مرعوب کر کے اپنا مطالبہ تسلیم کرالیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی خدمت میں پھر ایک قاصد بہ پیغام دیکر بھیجا۔ کہ سرداران قوم آپ سے گفتگو کے لئے کعبہ کے اندر جمع ہیں۔ آپ تشریف لے گئے۔ انہوں نے وہی باتیں دُہرائیں۔ جو عتبہ نے کی تھیں مگر یہاں سے کیا جواب ملنا تھا؟ وہی جو عتبہ نے پہلے سنا تھا چنانچہ آپؐ نے فرمایا:۔

"تم نے جو کچھ بھی کہا میرے حال کے ذرا بھی مناسب نہیں۔ میں نہ تو مال چاہتا ہوں نہ عزت و شرف اور نہ سلطنت کا خواہاں ہوں مجھے تو اللہ تعالےٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اپنی کتاب مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ میں بشیر و نذیر بن کر آیا ہوں۔ میں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں۔ اگر تم انہیں قبول کرو گے تو یہ تمہارے لئے

Marfat.com

دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے۔ اور اگر ردّ کرو گے تو میں اس وقت تک صبر کئے ہوئے ہوں جب تک کہ خدا مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرمائے۔"

جب قریش دوبارہ بھی ناکامی کا منہ دیکھ چکے۔ تو پھر آپ کے چچا ابوطالب کے پاس آ کر جوشِ طبع یوں نکالا۔

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ آپ کے بھتیجے نے ہمارے معبودوں (بتوں) کی نہایت ہی توہین کی۔ اب ہم صبر نہیں کر سکتے آپ اسے سمجھا بجھا کر اس کام سے باز رہنے کی ہدایت کریں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔"

تمام قوم و ملک کی عداوت دیکھ کر چچا کا دل دردِ محبت سے بھر گیا۔ آپ کو بلا کر سمجھانے لگا کہ

"بت پرستی کا ردّ نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہ کر سکوں گا۔"

آپ نے فرمایا:۔

"چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا۔ اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے۔"

کفار کی اسی تگ و دو سے ان کا یہ مطلب تھا کہ کسی طرح آپ قرآن حکیم کی تعلیم توحید میں تحریف کر کے ان کے مشربِ شرک کی ہمنوائی کریں۔ چنانچہ آپ کے چچا کی تقریر سے اور آپ نے جو اسے جواب دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔ اس مقصد کا تذکرہ قرآن حکیم یوں فرماتا ہے۔

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۔

ایسی واضح روایاتِ تاریخی کے ہوتے ہوئے مفسرین کا افتراء کی تفسیر میں اختلاف کرنا تعجب انگیز ہے۔ امام المفسرین ابن جریرؒ مختلف روایات بیان کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرتے ہیں:۔

Marfat.com

والصواب من القول فی ذٰلک ان یقال ان اللہ تعالیٰ اخبر عن نبیہ ان المشرکین کادوا ان یفتنوہ عما اوحاہ اللہ لیعمل بغیرہ وذٰلک ھو الافتراء علی اللہ وجائز ان یکون ذٰلک ما ذکر عنھم من انھم دعوہ الی ان یمس الھتھم ویلم بھا اوجائز ان یکون ما ذکر عن ابن عباس من امر ثقیف ومسألتھم ایاہ ما سألوہ وجائز ان یکون غیر ذٰلک ولا بیان فی الکتب ولا فی خبر یقطع العذر ای ذٰلک کان والاختلاف فیہ موجود علی ما ذکرنا فلا شئ فیہ اصوب من الایمان بظاھرہٖ حتی یاتی خبر یجب التسلیم لہ ببیان ما عنی بذٰلک عنہ انتھٰی۔

ان میں صحیح قول یہ ہے کہ افتراء علی اللہ سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو یہ خبر دی کہ مشرکوں کا یہ ارادہ ہے۔ کہ تجھے اللہ کی اُتری ہوئی وحی سے ہٹا کر فتنہ میں ڈال دیں تا کہ غیر وحی پر عمل کرے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس سے مراد بت پرستی ہو جس کی دعوت کفّار نے آپ کو دی تھی جیسا کہ ان سے مروی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد وہ ہو جو ابن عباسؓ سے قبیلہ ثقیف کے سوال کی بابت روایت منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی تھی کہ ہماری وادی کو اسی طرح حرم بنا دیں جیسے مکہ حرم ہے اور جب لوگ پوچھیں تو آپ فرما دیں کہ مجھے اللہ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد مذکورہ بالا روایات کے سوا کوئی اور ہو جس کا ذکر قرآن اور حدیث میں نہیں جس سے عذر منقطع ہو کر ایک معنی متعین کیا جا سکے بلکہ اس میں حسب روایات مذکورہ اختلاف موجود ہے۔ پس اس کے ظاہر پر ایمان لانا ہی بہتر ہے جب تک کوئی واجب التسلیم روایت ایسی نہ ملے جو مقصودی معنی کو بیان کرے۔

مگر احقر کے نزدیک یہ فیصلہ قابل نظر ثانی ہے کیونکہ جب ہم قرآن مجید میں غور کرتے ہیں تو اس کی تفصیل تفسیر بھی موجود پاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ یونس میں کفّار کا مقولہ منقول ہے:۔

Marfat.com

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ
قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا
ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ
(یونس: ۱۵)

اور جب کفار پر ہماری کھلی کھلی آیات
پڑھی جاتی ہیں، تو جو لوگ ہماری ملاقات کی
امید نہیں رکھتے۔ کہتے ہیں۔ اس کے بغیر کوئی
اور قرآن لاؤ یا اسے بدل دو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مطالبہ یہ تھا کہ یا تو اس قرآن کے سوا کوئی اور قرآن ایسا لاؤ جس میں ہمارے مسلمات شرکیہ کے خلاف تعلیم نہ ہو اور یا اس قرآن کے ان مضامین کی تردید کردو۔ جن میں ہمارے مذہب کی تردید اور مذمت ہے اور ان کی بجائے ایسے مضامین رکھ دو جن سے ہمارے خیالات کی فی الجملہ تائید ہو۔ چنانچہ آپ سے وحی کے ذریعہ یوں جواب دلایا جاتا ہے۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ
مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا
مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ
عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ
قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ
وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ
عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ٥
فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ
الْمُجْرِمُوْنَ ٥ (یونس ۱۵ تا ۱۷)

کہو کیا میری طاقت ہے کہ میں اپنی طرف سے
اسے بدل دوں۔ میں تو کسی چیز کی پیروی نہیں
کرتا بجز اس کے جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے اگر
میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے دن کے
عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہو اگر اللہ چاہتا تو میں اسے تم پر
نہ پڑھتا۔ اور نہ وہ تمہیں اس کا علم دیتا۔ میں تو تم
میں اس سے پہلے ایک حصہ عمر کا گزار چکا ہوں تو کیا تم
عقل سے کام نہیں لیتے۔ پس اس سے بڑھکر ظالم
کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اسکی
آیات کو جھٹلایا۔ یقیناً مجرم لوگ کامیاب نہیں ہوتے

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا ٥ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مخالفین کی وہ چالی سازش اس قدر زبردست نفسانی لالچوں اور شہوانی تلبیسوں پر مشتمل تھی۔ کہ اگر آپ کی بجائے کوئی دوسرا شخص دیانت کا دلدادہ ہوتا۔ تو ضرور تھا کہ وہ ان کے دام تزویر میں پھنس جاتا۔ بلکہ آپ کی قوت طبعی اور ذہنیت بشری بھی اس کے مقابلہ کے لئے تنہا کافی نہیں تھی۔ اس لئے ایسے وقت سکینہ و ثبات قلبی کی روحانی تجلی قلب سلیم پر تو فگن ہوئی تاکہ پروہانی

Marfat.com

الکہ سستی لطیفہ قلبی میں ایسی قوت پیدا کردے جس سے دشمنوں کے ابلیسی منصوبوں
اور ان کے شیطانی چالوں کے تمام تار و پود اکھڑ جائیں اور جس کی طاقت کے
مقابل دنیا کی تمام قوتیں اور زور عاجز پڑ جائیں - اور یہ فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے ہی مخصوص نہیں بلکہ یہ اس دستور عام کی ایک جزوی وضعہ ہے - جو اللہ تعالیٰ کا
قانون اپنے خاص بندوں کے متعلق یوں مذکور ہے - إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ
عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ

جب کبھی مخالفین کی سازشیں اور ان کے اسباب فتنہ اس حد تک پہنچ جاتے
ہیں کہ ان کے مقابلہ میں مادی وظاہری اسباب کی رو سے مسلم کو غالب آنا مشکل ہو
جاتا ہے اور خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ ان کے دام تزویر میں نہ پھنس جائے تو اس
وقت قلب مسلم پر سکینہ وثبات کے انعامات روحانی پر تو ڈالنا شروع کر دیتے ہیں -
يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْآخِرَةِ (ابراہیم: ۲۷) اسی ثبات کے ذریعہ مسلم ہمیشہ غیر اقوام سے غالب
رہتا ہے - وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۰ اسی کی استدعا
مسلم کی زبان سے یوں نکلتی ہے - رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ
أَقْدَامَنَا - (بقرہ) اسی کا تذکرہ انعامات خداوندی کے ضمن میں یوں آیا ہے
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ (فتح ۴) ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا (توبہ) یہی
وہ مقیت ہے جس کے لئے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جس کو مادی آنکھیں دیکھ
نہیں سکتیں - إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ
آمَنُوا سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ (انفال ۱۲)

إِذًا لَأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ) اس میں بھی ایک
قانون عام کی طرف اشارہ ہے کہ اگر مسلم اپنی زندگی کے نصب العین ذکر آیات الٰہی
کو نظر انداز کرکے دوسری قوموں کے اغراض ومقاصد کی طرف التفات کرنے لگے
تو ضرور ہے کہ وہ بجائے عزت وعروج کے ذلت وشکست کے عذاب الٰہی میں گرفتار

Marfat.com

ہو جائے گا۔ جس طرح بدقسمتی سے آج عموماً مسلمان بجز چند مستثنیات کے اسی قانون کی گرفت میں مبتلا ہیں۔ اور تعجب یہ کہ جب اسباب تنزل کی تلاش کرتے ہیں۔ تو کوئی تو تموّل و ثروت قومی کی کمی کو ان کے تنزل کی مرض بتا کر اس کا علاج یہ تجویز کرتا ہے کہ جس طرح ہو قارون کے خزانوں کے مالک بنو۔ اس کے لئے انہیں سود وغیرہ کے لینے کی تدبیریں بتائی جاتی اور اس کے جواز کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ گویا آیات ربوا پر بھی خط تنسیخ پھیرنا چاہتے ہیں اور کوئی یورپ کے علوم مختر عہ کی تعلیمی ڈگریوں میں نمبروں کی کمی پا کر تجویز ترقی یہ بتاتا ہے۔ کہ ان علوم کے حاصل کرنے میں اپنی زندگی کھپا دی جائے۔ مگر اصل مرض کی تشخیص و تحقیق کی طرف کسی کو توجہ نہیں۔ جس کا اعلان جابجا ڈنکے کی چوٹ قرآن حکیم یوں فرما رہا ہے۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي — اور جو کوئی میرے ذکر (قرآن) سے منہ

فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ — موڑے گا تو اس کے لئے تنگی کی زندگی ہوگی اور

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰہٰ ۱۲۴) — ہم اسے قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔

معاندین قریش کی دوسری سیاسی تدبیر

وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا جب کفار قریش پہلی تدبیریں ناکام ہو چکے۔ اور ان کی دجل و فریب سے مملو مصالحانہ پالیسی کارگر نہ ہو سکی۔ تو اب انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف دوسری تدبیر یہ نکالی کہ آپ سے خاموش مقابلہ کیا جائے۔ یعنی تمام قبائل متفق ہو کر آپ سے اور آپ کے خاندان سے بائیکاٹ کر لیں۔ تاکہ اس ذریعہ سے تنگ آ کر اس سرزمین مکہ سے باہر نکل جائیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے کفار نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ آئندہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کرے۔ نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کرے نہ ان سے ملے۔ نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے۔ اور نہ انہیں گلی بازار میں پھرنے دے۔ اس

Marfat.com

معاہدہ کو منصور بن عکرمہ نے لکھ کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکایا۔ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اپنے خاندان کے مجبور ہو کر پہاڑ کی ایک گھاٹی (شعب ابی طالب) میں محصور اور بقیہ صحابہ اپنے گھروں میں قیدیوں کی مانند رہنے لگے۔ کفار کی اس قدر شقاوت قلبی تھی کہ جب مسلمانوں کے بچے تڑپ تڑپ اور اس قدر رویا کرتے تھے کہ ان کی آواز گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تو وہ سن سُنکر خوش ہوتے۔ ایام حج میں جبکہ کفار دشمنوں سے لڑنا حرام جانتے تو اس وقت آپ گھاٹی سے باہر نکل کر فرائض منصبی ادا فرماتے اور لوگوں کو خدا پر ایمان لانیکا وعظ سُنایا کرتے۔ کامل تین برس تک آپ نے کو پیکربن کر نہایت ہی صبر و استقلال سے ان مصائب کو برداشت کیا۔ کفار نے جب دیکھا کہ یہ تدبیر بھی کارگر نہ ہوئی تو اب مظالم وجہالت کا وہ بادل جو شعب ابی طالب پر تین برس تک چھایا ہوا تھا آخر پھٹا۔ اور کفار نے گھاٹی پر سے پہرے اُٹھالئے۔ اور اس معاہدہ کو جو در کعبہ پر آویزاں تھا چاک کر ڈالا۔ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صَاغِرِيْنَ ۝

(انتباہ)

بعض مفسرین نے اس جگہ استفزاز من الارض کی تفسیر میں لغزش کھائی ہے اور اس سے یہود کی وہ تدبیر مُراد لی ہے جو انہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا تھا کہ شام چونکہ انبیاء کی سرزمین ہے اس لئے آپ وہاں جائیں اور اس کے ساتھ آپ کے تبوک جانے کا ذکر کیا ہے۔ یہ غلط ہے[له]۔ اور واقعات تاریخی

[له] ہاں اس روایت کی صحت کی ایک توجیہہ بھی ہمارے ہاں یہ ہو سکتی ہے کہ اس سے مُراد آیت کا سبب نزول بیان کرنا نہیں بلکہ آیت کے مصداقات عامہ کے ایک جزوی واقعہ کا اظہار مقصود ہے۔ چونکہ اس آیت میں انذاری پیشگوئی ہے جو بطور قانون کلی کے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قوم بھی اس قسم کے جرائم کا ارتکاب کریگی وہ بھی اس قانون کی زد میں ضرور آئیگی۔ مدینہ میں بھی یہود نے یہ تجویز پیش کی تھی خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر تبوک ان کی تدبیر سے ہوا یا نہ۔ مگر یہ ضرور ہے کہ یہود آپ کے استفزاز کی تدابیر میں ساعی ضرور تھے اس لئے وہ بھی بموجب مصداق اس آیت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ چنانچہ بنو قریظہ قتل کر دیئے گئے اور بنو قینقاع اور بنو نضیر جلاوطن۔ پس یہ اس قانون کی صداقت کا دوسرا تجربہ ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے۔ اور تبوک کا غزوہ آخری ایام مدینہ کا ہے۔
قریش کی یہ تدابیر اس آخری تدبیر کے علاوہ ہے جو انہوں نے دار الندوہ میں کی تھی جس کا تذکرہ سورۃ انفال میں آیا ہے۔ گویا وہ تیسری تدبیر تھی جس کے بعد آپ کو ہجرت کا حکم ہوا۔ اور آپ کے چلے جانے کے بعد کفار پر انذاری وعید کے نزول کا وقت بھی آیا جس کا ذکر یہاں یوں ہوا ہے۔ وَ اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا۔ چنانچہ ہجرت سے ایک سال بعد حق و باطل میں امتیاز کرنے کی وہ گھڑی یوم الفرقان بھی آئی جبکہ بدر کے میدان میں تمام صنادید قریش کے پُرغرور سر زمین پر پڑے ہوئے اس وعید کی صداقت خوانی کر رہے تھے اسی بدر کے کاری حربہ کا اندازہ شاعر عرب کے اس مرثیہ سے کرو جو اس مصیبت پر یوں نوحہ کرتا ہے " علی بدر تقاصرت الجدود " بدر کی اس قیامت خیز مصیبت پر رو جس نے تمام عرب کی کمریں توڑ دیں۔
یہ زبردست نشان صداقت فقط آپ کے لئے ہی مخصوص نہیں۔ بلکہ یہ دائمی دستور ہے جس کا تجربہ آپ سے پہلے مرسلین بھی کر چکے۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا۔

دشمنوں کی تمام تدابیر کو بیکار کرنیکا حربہ

نظام صلوٰۃ ہے

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ	سورج کے ڈھلنے سے شروع کرکے
الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ	رات کے اندھیرے تک نماز کو قائم
وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ	رکھ اور صبح کے قرآن کو بھی کیونکہ صبح کے
الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ؕ وَ	قرآن میں حضور ہوتا ہے۔ اور

Marfat.com

مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ	رات کے ایک حصہ میں تہجد پڑھا کر یہ
نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ	تیرے لئے نفل ہے۔ امید ہے کہ تیرا
يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا	رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے
مَّحْمُوْدًا ۝ وَقُلْ رَّبِّ	اور کہہ اے میرے رب
اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ	مجھے سچائی کے داخلہ سے داخل
وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ	کیجیئو۔ اور سچائی کا نکلنا نکالیو۔
وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ	اور میرے لئے اپنی طرف سے
سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ وَقُلْ	فتح و نصرت کا غلبہ دیجیو۔ اور کہہ
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ	حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔
اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝	بیشک باطل کو مٹنا ہی ہے اور
وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا	ہم قرآن سے وہ کچھ اتارتے ہیں
هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ	جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ	ہے۔ اور ظالموں کو یہ
الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَ	(نزول) صرف نقصان میں ہی بڑھاتا ہے اور
اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ	جب ہم انسان پر انعام کرتے ہیں۔
اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ	تو وہ اعراض کرتا ہے اور اپنا پہلو
وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ	پھیر لیتا ہے اور جب اسے برائی پہنچتی ہے
يَـُٔوْسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ	تو نا امید ہو جاتا ہے۔ کہہ دو ہر ایک اپنے اپنے

Marfat.com

عَلٰی شَاکِلَتِہٖ ؕ فَرَبُّکُمۡ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ھُوَ اَھۡدٰی سَبِیۡلًا ۠

طریق پر عمل کرے۔ سو تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے۔ جو زیادہ سیدھے راستہ پر ہے۔

چونکہ کفار اسلام کی مخالفت میں مختلف تدابیر کر رہے ہیں لہذا ان کے مقابل پر مسلم کو بھی ایک ایسی زبردست روحانی سکیم بتائی جاتی ہے جس کے ذریعہ ان کی تحریکات کے تمام تار و پود اکھیڑے جا سکتے ہیں۔ اور وہ اعلیٰ اسکیم نماز ہے۔ اسی نماز میں ایسا زبردست نظام ملحوظ ہے جس کے مقابل دنیا کی کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو کچھ عرصہ کے لیے جب دشمنوں سے درگذر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو انہیں اندرونی نظام اصلاح کی تیاری کے لئے اسی نماز کے نظام کو پیش کیا جاتا ہے۔ فَاعۡفُوۡا وَاصۡفَحُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰہُ بِاَمۡرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ۔ وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ (بقرہ: ۱۱۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جب اپنی قوم کو ترقی کی راہ پر لاکر فرعون کے مقابل میدان میں لاتے ہیں۔ تو انہیں بھی اپنی کامیابی کا دستور العمل یعنی نظام صلوٰۃ ہی بتایا جاتا ہے۔

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰی مُوۡسٰی وَاَخِیۡہِ اَنۡ تَبَوَّاٰ لِقَوۡمِکُمَا بِمِصۡرَ بُیُوۡتًا وَّاجۡعَلُوۡا بُیُوۡتَکُمۡ قِبۡلَۃً وَّاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ (یونس: ۸۷)

اور ہم نے موسے اور اس کے بھائی کی طرف وحی کی کہ اپنی قوم کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔ اور اپنے گھروں کو مسجدیں بناؤ اور نماز کو قائم کرو۔ اور مومنوں کو خوشخبری دو۔

(فلسفہ نماز)

جب ہم حقیقت نماز پر غور کرتے ہیں۔ تو اسے ایک ایسی حقیقت جامعہ پاتے ہیں جس میں حیات انسانی کے ہر ایک شعبۂ عمل کا مکمل دستور نظر آتا ہے۔

Marfat.com

(۱) دربار احکم الحاکمین میں حاضری اور پھر ہمکلامی کا شرف (جو تعلق باللہ کا انتہائی مقام ہے) اسی میں پاتے ہیں۔ ان المصلی یناجی ربہٗ۔

(۲) مسلم کی حیات ملّیہ کا قانون ارتقاء بھی اسی میں پیش ہوتا ہے۔ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ

(۳) قرآن حمید کے نشر و تحفظ کا بہترین ذریعہ بھی اسی نماز کو دیکھتے ہیں۔

(۴) گذشتہ نقائص و قصور کا محاسبہ اور آیندہ ترقی کی راہ (صراط مستقیم) کا مطالعہ بھی اسی میں ہوتا ہے۔

(۵) قوموں کی تہذیب و شائستگی اور اتحاد و قومی کے روح پرور منظر کا اعلیٰ نمونہ اگر کوئی دیکھنا چاہے۔ تو اُسے بھی نماز ہی کا نظارہ کرنا چاہیئے۔

(۶) ماہر نفسیات اگر نفسیات فرویّہ کے نفسیات اجتماعیہ میں محو ہونے کا نقشہ دیکھنا چاہے تو اسے بھی ان صف آراء نفوس کی طرف نظر ڈالنی چاہیئے۔ جن کا بولنا تک امام کی زبان میں ہوتا ہے۔ من کان لہ امام فقراءۃ الامام قراءۃ لہ۔

(۷) سیاسیات کا ماہر اگر امّت مسلمہ کے سیاسی اصول پر مطلع ہونا چاہتا ہے تو اسے بھی جامعہ سیاسیہ اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا۔ (الجن) کی طرف نظر دوڑانی چاہیئے۔

(۸) فن حربیات کا ماہر اور ایک بہترین جرنیل اگر مسلم جماعت کی فوجی زندگی کا فوٹو اتارنا چاہتا ہے تو اسے بھی ان صفوف مساجد پر تھوڑی دیر نگاہ بصیرت ڈالنی چاہیئے۔ جہاں ان فدائیان اسلام کو احکم الحاکمین کے قانون کی اشاعت میں جان قربان کرنے کے لئے ورزش کرائی جاتی اور اسی ضمن میں گویا یہ پیغام قبل سنایا جاتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ صَفًّا کَاَنَّہُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (صف)

(۹) فلسفہ تعلیم کا ماہر اگر مسلم جماعت کے نظام تعلیمات سے واقف ہونا چاہتا ہے تو اسے بھی مذہبی تعلیم کی ان مختلف درسگاہوں پر غور کرنی چاہیئے۔ جنکے متعدد طبقات حسب ذیل ہیں:۔

Marfat.com

(اوّل) عامہ مساجد۔ جو گویا اسلامیہ تعلیم کے سکول ہیں۔

(دوم) جامع مساجد۔ جو گویا ملّیہ کالج ہیں۔

(سوم) مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ جو گویا مشرقی اور مغربی قوموں کی مذہبی یونیورسٹیاں ہیں۔

(چہارم) مسجد حرام۔ جو تمام اقوام عالم کے لئے انتہائی تعلیم کی مرکزی یونیورسٹی ہے۔

اسی فرق مراتب کے لحاظ سے احادیث میں ہر ایک کی نسبت مختلف فضائل و درجات وارد ہیں۔

چنانچہ عامہ مساجد یا مساجد قبائل میں نماز پڑھنے سے ۲۵ درجہ کا ثواب اور بروایت دیگر ۲۷ درجہ کا ثواب اور جامع مساجد میں ۵۰۰ درجہ کا۔ اور مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ میں ۵۰ ہزار کا اور مسجد حرام میں ایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے۔ (ابن ماجہ)

پس یہ مساجد مختلف طبقات کی وہ تعلیم گاہیں ہیں جن سے مسلم ہمنبان تعلیم الٰہی کی سند پا کر دنیا میں صحیح تعلیم کا رنگ پھیلا رہی ہیں۔

اور شریعت غراء نے فرزندان اسلام کے لئے بلوغت سے قبل ایک حصہ تعلیمی کورس (پرائمری تعلیم) کا طے کرانا ذمہ والدین قرار دیا ہے جس کو وہ گھر میں (جو گویا تعلیم ذہنیت کا پرائمری سکول ہے) طے کرا کے پھر ہائی کے درجہ (مسجد) میں داخل کرا سکتے ہیں جس کا داخلہ حسب ارشاد نبوی ذیل لازمی قرار دیا گیا ہے:۔

"اپنی اولاد کو جب وہ سات برس کی ہو جائے نماز کا پابند بناؤ اور جب دس برس کی ہو جائے تو عدم پابندی پر اسے سزا دو" (ابوداؤد)

(۲) علیٰ ہذا القیاس شریعت غراء کے نظام عدلیات پر اگر کوئی شخص نظر ڈالنا چاہتا ہے تو اسے بھی ان ہی مساجد کی دوسری حیثیت پر نگاہ ڈالنی چاہیئے۔ جن میں اسے آئین جمہوریت اور نظام شوریٰ کے ماتحت مسلم جماعت کے مختلف افسر اور حکام نظر آئیں گے (ناظرین کو مساجد کی ان مختلف حیثیات کے لئے بخاری کے ابواب المساجد کے مختلف عنوانات دیکھنے چاہئیں)

پس ثابت ہے اس تحقیق پر جو ایسی حقیقت جامعہ انسانی کو جو تمام دین کا خلاصہ

Marfat.com

اور امتِ مسلمہ کے اعمالِ حیاتہ کا اصل الاصول ہے۔ چھوڑ کر اپنے آپ کو زمرۂ مسلم میں گنواتا ہے۔ خوف ہے کہ کہیں وہ اس زبردست حربۂ روحانی سے مستفیض نہ ہونے کے باعث اربابِ شرک کے طاغوتی حملوں کا شکار نہ بن جائے۔ اسی کی طرف قرآن حکیم یوں توجہ دلاتا ہے۔ کہ

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (الروم-۳۱)
نماز کی پابندی کرو۔ اور مشرک نہ ہو۔

(۱۱) یہی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی اسراء (معراج) کا نتیجہ ہے جس کی غرض و غایت لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا (بنی اسرائیل) کی تھی۔ چنانچہ آپ کو مختلف انبیاء کے مراکز تعلیم (سبع سمٰوٰت) دکھائے اور گذشتہ اقوام کی ترقی و تنزل کے نتائج ملاحظہ کرانے کے بعد امتِ مسلمہ کی ترقی و عروج کے لئے جو بہترین سکیم اور اعلیٰ تعلیم عطا ہوتی ہے۔ وہ یہی نماز ہے۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔

چنانچہ ارشاد ہے۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ اس میں پنجگانہ نماز کی فرضیت کا حکم ہے۔ ظہر، عصر اور مغرب کے تین اوقات تو لفظ دُلُوْکِ الشَّمْسِ سے مستفاد ہیں۔ چنانچہ انحطاط و زوالِ شمس کی تین منزلیں ہیں۔ ایک وہ جب سمت راس سے ڈھلتا ہے۔ یہ ظہر کا وقت ہے۔ اور دوسری منزل وہ ہے جب وہ برابر کی نگاہ سے نیچے اُترتا ہے۔ یہ عصر کا وقت ہے۔ اور تیسری منزل وہ ہے۔ جب سمت افق سے نیچے گر جاتا ہے۔ اور یہ مغرب کا وقت ہے۔ چوتھا وقت غَسَقِ الَّیْلِ۔ (رات کی تاریکی) ہے۔ جب آفتاب کے بقیہ وجود کی سُرخ نشانی (شفق) بھی مٹ جاتی ہے۔ پانچواں وقت نماز کا قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ہے۔ یہ بھی رات کے نظام نورانی (نجوم) کے زوال و فنا کا وقت ہے۔ چنانچہ دوسرے مقام میں اسی حکمت کو بیان فرمایا ہے۔ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (الطور ۴۹)

بحرِ روحانیت کے غواص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

"قانونِ قدرت دکھاتا ہے کہ روحانی تنزل اور انکسار کے مراتب بھی زوال ہی سے شروع ہوتے ہیں۔ اور پانچ ہی حالتیں آتی ہیں پس طبعی نماز بھی

Marfat.com

اس وقت سے شروع ہوتی ہیں۔ جب حزن اور ہم وغم کے آثار شروع ہوتے ہیں۔ اس وقت جبکہ انسان پر کوئی آفت یا مصیبت آتی ہے۔ تو کس قدر تذلل اور انکساری کرتا ہے۔ اب اس وقت اگر زلزلہ آوے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ طبیعت میں کیسی رقت اور انکساری پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح پر سوچو کہ اگر مثلاً کسی شخص پر نالش ہو تو سمن یا وارنٹ آنے پر اس کو معلوم ہو گا کہ فلاں دفعہ فوجداری یا دیوانی میں نالش ہوئی ہے۔ اب بعد مطالعہ وارنٹ اس حالت میں گویا نصف النہار کے بعد زوال شروع ہوا۔ کیونکہ وارنٹ یا سمن تک تو اسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اب خیال پیدا ہوا کہ خدا جانے ادھر وکیل ہو یا کیا ہو۔ اس قسم کے تردّدات اور تفکرات آنے سے جو زوال پیدا ہوتا، یہ وہی ڈھلوک ہے اور یہ پہلی حالت ہے۔ جو نماز ظہر کے قائم مقام ہے اور اسی کی عکسی حالت نماز ظہر ہے اب دوسری حالت اس پر وہ آتی ہے جبکہ وہ کمرۂ عدالت میں کھڑا ہے۔ فریق مخالف اور عدالت کی طرف سے سوالات جرح ہو رہے ہیں۔ اور وہ ایک عجیب حالت ہوتی ہے یہ حالت اور وقت ہے۔ جو نماز عصر کا نمونہ ہے کیونکہ عصر گھونٹنے اور نچوڑنے کو کہتے ہیں۔ جب حالت اور بھی نازک ہو جاتی ہے اور فرد قرارداد جرم لگ جاتی ہے تو یاس اور ناامیدی بڑھتی ہے کیونکہ اب خیال ہوتا ہے کہ سزا مل جاوے گی یہ وہ وقت ہے جو مغرب کی نماز کا عکس ہے۔ پھر جب حکم سنایا گیا اور کنسٹیبل یا کورٹ انسپکٹر کے حوالہ کیا گیا تو وہ روحانی طور پر نماز عشاء کی عکسی تصویر ہے یہاں تک کہ نماز کی صبح صادق ظاہر ہوئی اور اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا کی حالت کا وقت آ گیا تو روحانی فجر کا وقت آ گیا اور فجر کی نماز اس کی عکسی تصویر ہے۔

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۱۶۱)

نکتہ ۱

بجائے صلوٰۃ الفجر کے قرآن الفجر کے لفظ لانے سے اس نکتہ بلاغت کا اظہار مقصود ہے کہ نماز اشاعتِ قرآن[1] کی بہترین صورت ہے جس میں امام ایک لیکچرار کی

[1] چنانچہ روایات میں ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی نئی آیت یا سورۃ اترتی تو اسے نماز میں پڑھ کر سنا دیتے۔

Marfat.com

حیثیت سے کھڑا اشاعت کر رہا ہوتا ہے۔ نماز صبح میں خصوصیت سے اس لفریب نظارہ کا موقع ملتا ہے کیونکہ اسی میں لوگ بخوبی حاضر ہو سکتے ہیں کہ یہی وقت مشاغل دنیا سے بیزاری۔ نیند و غفلت سے بیداری۔ لطافت سحری کی وجہ سے دل و دماغ کی صفائی۔ عالم کے شور و غوغا سے تنہائی اور مطالعہ و توجہ کے جلب و حصول اور انوار روحانیت کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝

(تبصرۂ لطیف)

اسلام چونکہ عالمگیر۔ جامع اور مکمل مذہب ہے۔ اس لئے جس طرح اس نے شریعت کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اس کی نظیر کسی دوسری شریعت میں نہیں مل سکتی۔ شریعت موسوی کو لو جو اسرائیلی قوم کی جامع شریعت ہے۔ اس میں [1] احکام نماز منضبط نہیں ہوئے تھے۔ تورات طریق نماز سے بالکل ساکت ہے صرف علمائے دین کو وہ بکی دیتی اور پلوٹھے لڑکے کو ہیکل مقدس میں لاکر نذر دیتی۔ وقت خاص میں دعا پڑھی جاتی اور لڑکے کا باپ تمام احکام شرعی کو بجا لاکر یہوواہ سے دعا مانگتا تھا کہ اس اسرائیلی لڑکے کو برکت دے جیسے تو نے اس کے آباء اجداد پہ برکت نازل کی تھی۔ لیکن جب یہود اور ان کے علماء کا اعتقاد باریتعالیٰ کی نسبت زیادہ تر معقول اور پاکیزہ ہو گیا۔ اور خداوند عالم کے متعلق مشکل انسانی ہوئے کا فاسد عقیدہ دفع ہونے لگا۔ تب نماز یا دعا کی حقیقت ان کی سمجھ میں آنے لگی کہ نماز انسان کے لئے بارگاہ الٰہی میں تقرب کا وسیلہ ہے مگر چونکہ شریعت موسوی میں کوئی خاص قاعدہ نماز کا مقرر نہ تھا۔ لہذا روایت اور رواج پہ مدار رہا۔ اور بقول ڈالنجر صاحب کے یہود بھی ایک نماز گذار قوم ہو گئے۔ اور ہر روز تین گھنٹے عبادت خدا کے قرار دیئے گئے یعنی نو بجے اور بارہ بجے۔ اور تین بجے۔ مگر چونکہ نماز میں مجتہدین کی ضرورت تھی۔ اور اس کا علم قطعی نہ تھا کہ خود حضرت موسیٰ کیونکر نماز

[1] یہ منفصل عبارت تنقید الکلام ترجمہ لائف آف محمد مصنفہ سید امیر علی کی ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

پڑھتے تھے لہٰذا اکثر اوقات یہود کی نماز صرف ایک مصنوعی فعل ہوتا تھا۔ حضرت مسیح نے جو آخری رسول یہود کے تھے۔ اور ان کے حواریین نے بھی عبادت کی۔ مگر افسوس اس میں بھی یہ نقص رہ گیا کہ کوئی محدود و معین قاعدہ نماز کا انہوں نے ترتیب نہ دیا۔ اس لئے چند عرصے کے بعد عبادت خدا کا معاملہ عوام الناس کی رائے موقوف ہو گیا اور پادریوں ہی کے اختیار میں رہا۔ جنہوں نے نماز کی تعداد اور مدت اور الفاظ وغیرہ مقرر کرنا اپنے ہی فرقے میں منحصر کر دیا۔ اسی وجہ سے دعاؤں کی کتابیں تصنیف ہوئیں اور مقتبسین کی کمیٹیاں اور مجلسیں منعقد ہوئیں۔ تاکہ اصول دین اور ارکانِ ایمان مقرر کریں۔ اور اسی وجہ سے راہبوں نے عجیب پُر تکلف طریقہ عبادت کا نکالا۔ اور گرجوں میں ہفتہ وار نماز قرار دی گئی یعنی چھ روز کی غذائے روحانی نہ ملنے کی مکافات صرف ایک روز کی نماز سے کی گئی الغرض یہ خرابیاں منتہی درجے کو پہنچ گئی تھیں کہ ساتویں صدی عیسوی میں رسولِ عربی (فداہ ابی و امی) مبعوث ہوئے۔ اور آپؐ نے اپنے قول و فعل سے صورت و ترکیب نماز اور اس کے تعین اوقات سے ایک ایسا مضبوط قاعدہ نماز گذاری کا معین کر دیا۔ جس سے اہلِ اسلام اُن خرابیوں سے بکلی محفوظ ہو گئے۔ جو اس لڑائی جھگڑے سے پیدا ہوتی تھیں۔ جو عیسائیوں میں نماز کی ترکیب پر ہمیشہ پیدا ہوا کرتے تھے۔"

پروفیسر الفریڈ گلیم جو عربی زبان کا ایک مشہور و معروف عالم اور لندن یونیورسٹی اور پرنسٹن یونیورسٹی اور بیروت کی امریکن یونیورسٹی میں پروفیسر تھا۔ اپنی تصنیف "اسلام" میں اسلامی نماز کے متعلق اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے۔ لین (Lane) کے الفاظ جو مسلمانوں کے طریق عبادت کے متعلق ہیں۔ میں اپنے ذاتی مشاہدہ کی بناء پر ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ لین لکھتا ہے کہ "مسلمانوں کے طریق عبادت میں انتہائی ادب اور متانت پائی جاتی ہے۔ مسجد کے اندر نمازی کی نگاہوں میں اور طریق عمل میں کوئی ہیجان نہیں ہوتا بلکہ اس میں سکون اور عاجزانہ پاکیزگی ظاہر ہوتی ہے اور وہ اپنے خالق کی عبادت میں ہمہ تن کھویا نظر آتا ہے۔ خشوع و خضوع

Marfat.com

کے ساتھ نگاہیں نیچی کئے ہوئے جس میں کوئی ریا یا نمائشی عاجزی نہیں پائی جاتی یہ ہے ایک مسلمان کی عبادت۔"

پھر پروفیسر گلیم لکھتا ہے کہ

"ہمارے ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ ماسوا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کے اقرار کے مسلمانوں کی عبادت کے اندر کوئی بات ایسی نہیں ہے جس کی وجہ ایک عیسائی اس عبادت میں شامل نہ ہوسکے۔ جو شخص خدا کی حمد وثناء کے الفاظ کو سمجھتا ہو یہ عبادت بجائے خود اسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ میری طرح کا ایک عیسائی گرجا کے اندر شور وغل اور مختلف فرقوں کی ہنگامہ آرائی دیکھنے کے بعد جب یروشلم کی مسجد میں جاتا ہے تو مسجد کے اندر مجھے ایک ایسی چیز نظر آتی ہے جو گرجا کے اندر موجود ہونی چاہیئے تھی اور اس تقابل سے مجھے ایک صدمہ اور غم پہنچتا ہے۔" (Legacy of Islam. Page 18)

یہ وصف امتیازی آپ کی اس دعائے ابراہیمی کا نتیجہ ہے جو حضرت ابوالملت کے دل سے دین حنیف کے قلعہ مرکزی کی بنیاد ڈالتے وقت یوں نکلی تھی۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (البقرہ - ۱۲۹)

اے ہمارے رب اس قوم میں انہی میں سے ایک رسول اٹھا جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

اور جس کا اعتراف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انا دعوۃ ابراھیم یعنی ابراہیمی دعا کا مصداق ہوں اس لئے دین حنیف کے نظام اعلیٰ کی تکمیل بھی آپ کے ہاتھوں ہوئی۔ اور اس کا طغرائے امتیاز آپ کے ساتھ ہی مخصوص ہوا۔ چنانچہ ان چار طرق تعلیم دین کا نظام جس کا تذکرہ دعا میں تھا۔ آپ کے وقت میں مرتب ہو کر نفاذ پایا۔

(پہلا طریقہ) تلاوت آیات۔ عہد نبوی سے قبل انبیائے سابقین کے زمانہ میں تلاوت آیات کے لئے کوئی خاص حکم اور مرتب نظام نہیں تھا جس سے صحف اوسلے

قلوبِ انسانی کے لوحِ محفوظ میں منقوش ہو کر ابدی شریعت اور دائمی ثبات و بقاء کا ثبوت دیتے۔ چونکہ ان صحف کی تعلیم نے آئندہ محو و منسوخ ہونا تھا اس لئے حکمتِ الٰہی نے ان صحف کی حفاظت کی طرف بھی توجہ نہ فرمائی۔ یہ شرف صرف ایک ہی کتاب کتابِ مبین قرآنِ حکیم کے لئے مقدر تھا۔ اس لئے ربوبیتِ الٰہیہ نے پہلے تو اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اور پھر اس کے حفظ و بقاء کے متعلق چند اصول قلبِ نبوی پہ القاء فرمائے گئے۔ جن کی تعمیل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حسبِ ذیل طریقوں سے کی۔

(الف) جس قدر آپؐ پر وحی اُترتی اسے بالفاظہ تمام و کمال آپؐ اپنی اُمت کو پڑھ کر سنا دیتے۔

(ب) کاغذوں یا دوسری اشیاء پر اُسے لکھوا دیتے۔

(ج) خود بھی حفظ کرتے اور دوسروں کو بھی حفظ کرنے کا حکم فرماتے۔

(د) نماز کے اندر تلاوتِ قرآن لازمی قرار دی گئی جس سے ہر شخص کچھ نہ کچھ قرآن مجید کا حافظ اور قاری بن جاتا ہے۔

(ھ) خطبات و مواعظ میں تلاوتِ آیات کی جاتی۔

(و) دُعاؤں میں ادعیہ ماثورہ قرآنیہ اختیار کی جاتیں۔

یہ تمام اہتمام اسی لئے تھا کہ تا یہ کتاب ہر ایک قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہو کر آئندہ نسلِ انسانی کے سامنے بھی ہمیشہ تازہ اور اصلی صورت میں موجود رہے۔ اسی مقصد کی خاطر تلاوتِ آیات کو سب سے اول رسول کا فرضِ منصبی قرار دیا گیا۔ اور پھر ہر ایک مومن کو اس حکم کا مکلف بنایا گیا۔ تلاوتِ آیات کے متعلق قرآن حکیم میں حسبِ ذیل پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ذیل میں اختصار کی خاطر آیتوں کی بجائے نمبر آیات لکھے جاتے ہیں۔

(۱) تلاوتِ آیاتِ رسول کا فرضِ منصبی ہے (الجمعۃ ۲۔ القصص ۴۵۔ البینۃ ۲۔ الرعد ۳۰۔ النمل ۹۲)

(۲) تلاوتِ آیات فتنۂ ارتداد اور مکائد کفار سے بچاؤ کے لئے ایک محفوظ قلعہ ہے۔ (آلِ عمران ۱۰۱)

Marfat.com

(۳) تلاوت آیات کے ذریعہ کفّار پر اتمام حجت کی جاتی ہے۔ (القصص ۵۹۔ الزمر ۷۱
المؤمنون ۶۶تا ۶۷)

(۴) تلاوت آیات سے ایمان میں تازگی اور شگفتگی پیدا ہو کر اس میں نشو و ارتقاء ہوتا ہے۔ (الانفال ۲۔ القصص ۵۲، ۵۳)

(۵) تلاوت آیات سے اہل علم کے ذوق علمی میں بھی ارتقاء ہوتا ہے اور تلاوت اپنی قوت تاثیر سے ان میں خشوع وخضوع کی حالت پیدا کر دیتی ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۰۷ تا ۱۰۹۔ الزمر ۲۳)

(۶) تلاوت قرآن سے اہل کتاب کے سامنے صحف اولیٰ کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے (العنکبوت ۵۱)

(۷) چونکہ اہل کتاب کی مذہبی پیشگوئیاں اسی کتاب (قرآن حکیم) کے ذریعہ پوری ہوتی ہیں۔ اس لئے وہ بھی اس کتاب کی غور سے تلاوت کرتے اور اس کے ذریعہ ایمان کے مدارج عالیہ پر پہنچتے ہیں۔ (البقرہ ۱۲۱۔ آل عمران ۱۱۳، ۱۱۱)

(۸) تلاوت کتاب کا بہترین موقعہ نماز ہے۔ (العنکبوت ۴۵۔ الفاطر ۲۹۔ الکوثر ۲۔ المزمل ۲۰)

(۹) قراءۃ قرآن کے آداب میں سے ہے کہ اسے پوری توجہ اور غور سے سنا جائے (الاعراف ۲۰۴)

(۱۰) قراءۃ قرآن سے خاص اوقات میں خاص کوائف پیدا ہوتے ہیں (بنی اسرائیل ۸۷۔ آل عمران ۱۱۳۔ الزمر ۲۳)

تعلیم دینی کا دوسرا طریقہ
تعلیم کتاب

(و یعلمهم الکتٰب) نظام تعلیم کا دوسرا طریقہ تعلیم کتاب ہے[1]۔ عرب

---

[1] زمانہ جاہلیت میں تمام عرب میں کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی اور بجز علم انساب اور شعر گوئی کے اور کوئی تعلیم نہ تھی پس پہلی کتاب مستطاب جو عرب میں مدوّن ہو کر انسانیت کبریٰ کیلئے اعلیٰ تعلیم ٹھہری وہ قرآن مجید ہے جو تمام علوم حکمیہ علیہ اور حکمت الٰہی کا مواد ہے ۱۲۔ مؤلف

Marfat.com

جیسی اُمّی اور وحشی قوم کو تعلیم دینا کوئی آسان بات نہیں تھی۔ متمدن ملکوں کے ذرائع تعلیم مدرسوں اور کالجوں کی تدابیران کے لیے بے کار تھیں۔ کتب و رسائل اور اخبارات کے اوراقِ سیاہ ان کی دماغی قواے کے نشوو ارتقاء کے لیے کار آمد نہیں ہو سکتے تھے۔ اور پھر انہیں اس درجہ پر تیار کرنا تھا کہ نہ فقط وہ خود ہی تعلیم یافتہ ہو جائیں۔ بلکہ اقوامِ عالم کی معلّمی اور پروفیسری کا منصب حاصل کر سکیں۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ (البقرہ۔ ۱۴۳)

پس اس طریقہ تعلیم کی بنیاد اس اعلیٰ معلّم علماء الاوّلین والآخرین کے ماہر نے بذریعہ وحی یوں ڈالی کہ ہر محلے والوں کے لیے ایک امام (معلّم) اور تمام شہر والوں کے لیے ایک خطیب (لیکچرار) مقرر فرمایا۔ جو وہ انہیں تلاوتِ آیات کے علاوہ تعلیم کتاب بھی دیتا ہے۔ اس طریقہ تعلیم کا یہ اثر ہوا۔ کہ عرب جیسے وحشی اور غیر متمدن ملک اور اُمّی قوم کو تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا عالم بنا دیا کہ دنیا کی متمدن اقوام بھی ان کی شاگردی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھنے لگیں۔ اسی کے اعتراف کی صدا ایک فاضل مستشرق کی زبان سے یوں نکلتی ہے۔

"فضلاء یورپ کو فلسفہ یونان، ریاضی، ہیئت اور دیگر علوم کا جو علم کئی صدیوں تک حاصل رہا۔ اگر موٹے الفاظ میں لکھا جائے۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ سب لاطینی کتابوں سے لیا گیا تھا اور یہ لاطینی کتابیں عربی کتب کا ترجمہ تھیں۔ اور عربوں اور ان کے رفیقوں کو ان علوم کے مطالعہ کی طرف جو رجحان پیدا ہوا۔ وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ جو قرآن کی وجہ سے پیدا ہوا تحقیق اسی سے نکلا اور اُن کی دوسری شاخیں بھی قرآن کی اشاعت کے باعث ہی کتم عدم سے عالم ظہور میں آئیں۔ اور اس علمی تحریک کا نتیجہ ذہانت اور علم و فضل کی اعلیٰ سے اعلیٰ تصنیفات تھیں۔" (سیل اطریقہ) تہذیب، حکمت (فلسفہ)، فلسفۂ الٰہیات اور حقائق مبدا و معاد پر وہ روشنی ڈالی۔ جس کی نظیر کسی دوسری کتاب اور شریعت میں نہیں مل سکتی۔ تمام مباحثِ دین کے اصل الاصول اور دستورِ اساسی (توحید) کو لو۔ دنیا کی تمام مذہبی

۱۔ مسٹر جارج سیل ٹی راڈویل کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ۱۲ مؤلف

Marfat.com

کتب چھان ڈالو۔ اس کی مکمل تعلیم کہیں نہ پاؤ گے۔ یہاں تک کہ اگر خالق عالم کی تعریف اور اسکی صفات کا پتہ لینا چاہو۔ تو اس کے لئے تمہیں دُنیا کی مذہبی کتب کے اوراق سیاہ نظر آئیں گے۔ کہیں تو وہی خدا (نعوذ باللہ) منحوس شکلوں میں ہزاروں بھگ کے درشن کراتا ہُوا دکھائی دے گا۔ کہیں وہ (استغفر اللہ) صلیب کی لعنتی موت میں مبتلا ہو کر ایلی ایلی لما سبقتنی کی فریادیں کرتا ہُوا خون اور پیپ میں لتھڑا ہُوا نظر آئے گا (انجیل متی ۲۷: ۴۶) کہیں وہ (معاذ اللہ) انسان کو پیدا کرنے سے پچھتاتا اور ایک قوم کو عذاب دینے کے بعد پشیمانی اور ندامت کرتا ہُوا دکھائی دے گا۔ (پیدائش ۶: ۶ و ۷ ایضاً ۸: ۲۱) اور کہیں انسان کے ساتھ کشتی کے کھیل کھیلتا نظر آئے گا۔ (پیدائش ۳۲: ۲۴)

معاد کے متعلق دیکھو ہندوؤں کی مقدس کتابیں (وید) اس معمّا کو حل کرنے سے عاجز ہیں۔ قدیم مذہب زرتشت کی مقدس کتاب اوستا[1] بھی ملاحظہ کرو فلسفہ معاد کی تعلیم کا وہ بھی دعویٰ کرتی ہے مگر اس عجمی کتاب کا بیان عجم (گنگ) بمقابلہ کتاب عربی مبین (قرآن حکیم) کے اس قدر عجم و گنگ ہے کہ جس سے مذہبی پیاسوں کی پیاس نہیں بجھ سکتی۔ اب سلسلۂ اسرائیلی کی اس کتاب پر نظر ڈالو۔ جو وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ۔ اور هُدًى لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ہے۔

"حضرت[2] موسیٰ کی پانچوں کتابوں میں نہ قیامت کا ذکر ہے ۔ نہ مرنے کے

---

[1] اسکی متعدد تفسیریں کو ژند کہتے ہیں اوستا کے ۲۱ نسک (صحائف) تھے لیکن ۳۳۱ ق م میں سکندر رومی نے ایران کو فتح کر کے اصطخر کے شاہی کتب خانہ میں آگ لگا دی۔ اور آتشکدوں کو مسمار کر دیا ساڑھے پانسو برس کے بعد اردشیر بابکان بانی سلطنت ساسانیاں کے عہد میں ایک مذہبی کانفرنس جمع ہوئی۔ جس نے بہت جد و جہد سے صرف ۲ نسک مع چند متفرق اجزا کے پہلوی زبان میں ترجمہ کر کے ترتیب دیئے۔ پہلوی اوستا اب دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اوّل میں تین دفتر ہیں۔ وندیداد۔ سپرداد۔ یاسنا۔ جن میں احکام اور مناجات زرتشت درج ہیں۔ اور حصہ دوم میں جس کو خورد اوستا کہتے ہیں۔ وظائف۔ ادعیہ اور تعویذ ہیں۔

(ماخوذ از پہلوی ٹکسٹ مرتبہ ڈاکٹر وسٹ) ۱۲ مؤلف

[2] یہ مفصلہ عبارت خطبات احمدیہ سر سید سے منقول ہے۔ ۱۲ مؤلف۔

Marfat.com

بعد روح کی حالت کا کچھ بیان ہے۔ نیکی کی جزا دشمن پر فتح پانا۔ عمر کا بڑا ہونا مفلسی سے نجات پانا۔ بیان ہوا ہے۔ اور گناہ کی سزا مرنا۔ قحط پڑنا۔ وبا کا ہونا مفلسی اور اسی قسم کی اور مصیبتوں کا آنا حضرت موسیٰ کے بعد اور پیغمبروں اور نبیوں نے ان کا کچھ کچھ ذکر کیا، مگر جس تفصیل اور کاملیت سے اسلام نے اس کو بتایا جس کے لئے خدا نے گویا عمداً یہ کام رکھ چھوڑا تھا کسی نے نہیں کیا تھا"

صحف اسرائیلی کے اس نقص اور کمی کی معذرت کے لئے کیمبرج یونیورسٹی کا ایک مشہور فاضل اسرائیل ابراہیم اپنی کتاب جوڈا ازم (مذہب یہود) کے صفحہ ۸ میں یوں تاویل کرتا ہے۔ کہ

"ابتدائے عہد سے یہود میں معاد کا یقین مستحکم تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کا مطمح نظر چونکہ بت پرستی کی توبیخ اور خدائے ذوالجلال کی تقدیس اور عبادت تھا اس لئے انہوں نے عالم آخرت کی کیفیت کچھ تفصیل سے بیان نہیں کی۔ اور عذاب و ثواب کو دنیاوی زندگی تک محدود رکھ کر آفات ارضی و سماوی کو غضب الٰہی کی شکل میں شامت اعمال کا لازمی نتیجہ قرار دیا۔ اور فتح و نصرت کو حسنات کا ثمرہ تصور کیا"

یہ ہے تاویل معاد کے تذکرہ نہ ہونے کی لیکن اسباب خواہ کچھ ہی ہوں۔ مگر یہ ماننا لازمی ہے۔ کہ صحف اولیٰ اس کمال علمی سے خالی ہیں جس سے یہ اکمل کتاب (قرآن حکیم) مملو ہے جو تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہے۔

تفسیر حکمت

واضح ہو کہ حکمت کتاب الٰہی کے حقائق و رموز کی تفسیر اور اس کے دقائق و اسرار کی تشریح و توضیح کا نام ہے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں علم الشرائع والاثار کہا جاتا ہے۔ سلف[۲] نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

---

[۱] دیکھو کتاب یسعیاہ (۲۶: ۱۹) زبور (۷۶: ۴) حزقیل (۳۷: ۲۶) [۲] تفسیر ابن کثیر میں قتادہ سے یہ تفسیر مروی ہے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

بعض[1] محققین نے حکمت کی تفسیر یوں کی ہے۔ الحکمۃ تفصیل الذوق۔ یعنی وحی الٰہی سے جو ذوقاً معارف وحقائق سمجھے جاتے ہیں۔ اس کا نام حکمت ہے۔ اسی حکمت کے متعلق قرآن مجید یوں خبر دیتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (النساء: ۱۱۳) خدا نے تجھ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی۔

اسی کا تذکرہ حدیث میں یوں آیا ہے۔ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ۔ مجھے کتاب دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس کی مانند اور بھی۔ علمائے امت[2] تسلیم کرتے ہیں کہ اس کا نزول خفی اور سِرّی ہوتا ہے جس کو وحی خفی اور تفہیمات الٰہیہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور کتاب کا نزول جلی وحی سے ہوتا ہے۔

قرآن حکیم بھی وحی کو مختلف اصناف میں منقسم فرماتا ہے۔ (شوریٰ: ۵۱) جن میں سے ایک قسم حکمت ہے اس کے متعلق ارشاد ہے:-

یُؤْتِی الْحِكْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ	وہ جسے چاہتا ہے۔ حکمت عطا کرتا
مَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ	ہے۔ اور جس کو حکمت عطا کی جائے
خَیْرًا كَثِیْرًا۔ (آل عمران: ۲۶۹)	بیشک اسے بہت بھلائی دی گئی۔

اس آیت سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ نزولِ حکمت کا دروازہ بند نہیں سینہ ختم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر اگرچہ اس کا اعلیٰ واکمل انعکاس ہوا مگر امتِ مسلمہ کے خواص کے سینے بھی جو مشکوٰۃ انوار نبوۃ ہیں۔ اس کے فیض سے محروم

---

[1] دیکھو عبقات مں۱ مصنفہ شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی ۱۲- مؤلف

[2] مولانا جامی قدس سرہٗ خطبہ شرح فصوص الحکم میں فرماتے ہیں۔ اعلم ان الحکمۃ الفائضۃ من الحق سبحانہ علی قلوب کُمّل عبادہ ومُخلص عبیدہ انواع منہا ما یفیض علیہم بواسطۃ الملائکۃ المقربین بالفاظ وعبارات محفوظۃ عن التغیّر والتبدیل وھو القرآن ومنہا ما یفیض علیہم بواسطۃٍ او بغیر واسطۃ ومن ھذا القبیل الحدیث القدسی وھذا النوع لیس مخصوصًا بالانبیاء بل یعم الاولیاء وصالحی المؤمنین انتہیٰ۔

نہیں۔ چنانچہ اسی کے حصول و استفاضہ کا طریقہ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن صلے اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے ہیں:۔

"جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے اخلاص[1] سے چالیس دن کاٹتا ہے اُس کے قلب سے حکمت کے چشمے اُبل کر زبان کے فوارے سے ظاہر ہونے لگتے ہیں" (مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی)

اسی حکمت کے تعلق حسب المراتب مختلف اقسام ہیں:۔

(پہلی قسم) جو سب سے اعلیٰ و اشرف ہے مقامِ محدثیت اور مکالمات الٰہیہ ہے اسی کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:۔

"تم سے پہلی اُمتوں میں محدثین (مکالمہ الٰہیہ کرنے والے) ہُوا کرتے تھے اور اگر کوئی میری اُمت میں ہوگا۔ تو ان میں سے عمرؓ ضرور ہوگا" (بخاری و مسلم)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے:۔

"میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں"۔

یہاں علماء سے مراد وہی علمین ہے جو مکالمہ الٰہیہ کا شرف رکھتے ہیں (تعلیقات شاہ اسمٰعیل ص۱۹)

(دوسری قسم) مبشرات یا مکالمہ ملائکہ ہے جس کی بشارت قرآن حکیم یوں دیتا ہے

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ ۔ (یونس: ۶۳)	جو لوگ ایمان لاکر متقی بنے۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے۔
اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ	جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پر پختہ ہو گئے۔ اُن پر فرشتے (یہ خوشخبری لے کر) اُترتے ہیں کہ تم نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور اس جنت کی خوشخبری لو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے اس دنیا کی زندگی میں

[1] جس علم سے یہ اخلاص حاصل ہوتا ہے۔ اس کا نام علم الاحسان ہے۔ جسے صوفیاء اپنی اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں اس حدیث سے صوفیاء کرام کی چلہ کشی کا بھی ثبوت ملتا ہے ۱۲ مؤلف۔

Marfat.com

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدة: ۳۰ و ۳۱) اور آخرت میں مددگار ہیں۔

(تیسری قسم) مکاشفات صحیحہ ہے جس کی طرف آیت ذیل میں اشارہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (عنکبوت: ۶۹) جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدے کرتے ہیں۔ ہم انہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

(چوتھی قسم) فراست[1] ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله (ترمذی) مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(پانچویں قسم) رؤیائے صالحہ ہے۔ اس کے متعلق ارشاد ہے۔ الرؤيا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءًا من النبوة۔ (بخاری) اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

(چھٹی قسم) علم تاویل الاحادیث ہے۔ یہ بھی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے جس پر مجتبایان ایزدی فائز ہوتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند رشید یوسف صدیق کو یوں بشارت دیتے ہیں:-

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ (یوسف: ۶) اسی طرح تیرا رب تجھے چن لیگا۔ اور تجھے تاویل الاحادیث یعنی واقعات سے نتائج اخذ کرنے کا علم عطا کرے گا اور اپنی نعمت کو تجھ پر اور یعقوب کی اولاد پر پورا کرے گا۔

چنانچہ حضرت صدیق اس نعمت الہیہ کا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔ (یوسف: ۱۰۱) اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت سے بہرہ ور کیا۔ اور مجھے تاویل الاحادیث کا علم عطا فرمایا۔

---

[1] کشف اور فراست کے درمیان فرق وہی ہے جیسا بدیہی اور حسی میں۔ فراست نظریات کو بدیہیات بناتی ہے اور کشف نظریات کو حسیات بنا دیتا ہے۔ کشف کی تمثیل ٹیلیفون سے بھی دی جاسکتی ہے جس سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور فراست ٹیلیگرافی کے مشابہ ہے جس میں ذرا غور کی ضرورت ہوتی ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

امتِ محمدیہ کے خواص بھی اس فیض سے خالی نہیں۔

رسالوں قسم) روح القدس کی تجلّی ہے۔ اسکی بشارت قرآن حکیم یوں دیتا ہے:۔

اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ (المجادلہ: ۲۲)
یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنے روح سے ان کی تائید کی ہے۔

اسی کی دعا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسّان کے حق میں یوں فرماتے ہیں:
اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اے اللہ! اسے روح القدس سے تائید دے۔

اسی روح القدس کے نزول اور اس کے نور کی تجلّی کا قانون قرآن حکیم تقویٰ بتاتا ہے:۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا۔ (الانفال: ۲۹)
اے ایمان والو! اگر اللہ سے ڈرو۔ تو تمہارے لئے فرقان یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے کا روحانی حاسّہ پیدا کردے گا۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِہٖ وَیَغْفِرْ لَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (الحدید: ۲۹)
اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے (دین و دنیا) دے گا۔ اور تمہارے لئے نور پیدا کردے گا جس سے تم چلو گے۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالےٰ مغفرت کرنے والا اور مہربان ہے۔

حضرات صوفیاء کا مشاہدہ ہے کہ یہی نور روح القدس کی تجلّی ہے۔

(آٹھویں قسم، نزول سکینہ۔ یا فیضانِ نسیمِ روحانی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے نزول کا طریقہ ذکر اللہ اور قراءۃ قرآن فرماتے ہیں۔

"جب کوئی جماعت اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتی ہے۔ تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور انہیں رحمت ڈھانپ لیتی ہے۔ اور اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اور اللہ اپنے مقربین کی جماعت میں ان کا ذکر کرتا ہے۔" (صحیح مسلم)

"اور جب کوئی قوم اللہ کے کسی گھر میں اکٹھی ہو کر قرآن پڑھتی ہے اور اس کا باہمی درس دیتی ہے تو اس پر سکینہ نازل ہوتی ہے۔ اور انہیں

Marfat.com

فرشتے گھیر لیتے ہیں" (

ایک اور روایت میں ہے۔ فرمایا

"یہ سکینہ تھی جو قرآن کی وجہ سے اُتری تھی" (بخاری)

حضرت فاروق رضؓ کے فضائل میں وارد ہے کہ ان کی زبان پر سکینہ بولتی تھی۔

(مشکوٰۃ بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی)

(خصائص تعلیم نبوی میں سے چوتھا نقطہ تزکیہ)

(وَیُزَکِّیْهِمْ) اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تزکیہ اخلاق ہوتا ہے۔ لیکن جس رنگ اور جس طرز پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ سے تزکیۂ نفوس ہوا۔ اس کی نظیر کسی دوسرے نبی کے وجود میں نہیں مل سکتی۔ آپ کی تاثیر صحبت اور فیض تربیت سے صحابہ کی وہ جماعت جو آپ سے قبل جہالت و بداخلاقی اور ظلم و سفاکی کے عمیق گڑھے میں گری ہوئی تھی۔ اخلاق فاضلہ اور روحانیت کاملہ کے ہر ایک عقبہ کو طے کر کے اس اعلیٰ مقام پر پہنچ گئی جس کو صحف اولیٰ میں قدوسی مقام بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے ضمن میں آپ کے صحابہ کی دس ہزار کی جماعت (جو فتح مکہ کے وقت آپ کے ساتھ تھی) کا ذکر بایں خطاب فرماتے ہیں۔

"فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ (استثناء ۳۳: ۲)

یہ قدوسی جماعت جو ۸ھ میں دس ہزار کی تعداد میں نظر آتی تھی۔ دو سال کے عرصہ میں اس اعجازی سرعت کے ساتھ ترقی کرتی ہے کہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر اس کا عظیم الشان اجتماع ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد میں دکھائی دیتا ہے اور اہل بصیرت کی نگاہوں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا منظر یاد دلاتا ہے جب اس قدوسی جماعت کا مقابلہ دوسری ان جماعتوں سے کیا جاتا ہے جنہوں نے دیگر انبیاء علیہم السلام کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی اور ان کی قوت قدسیہ سے تزکیہ حاصل کیا۔ تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے۔

(اسرائیلی سلسلہ کے پیشوائے اعظم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وہ جماعت جس نے

Marfat.com

عرصہ تک آپ کے زیرِ سایہ رہ کر تربیت حاصل کی اور سفرِ ہجرت میں بھی زندگی بھر انکی رفاقت کا ساتھ دیا۔ جب ہم ان کے اخلاق و تہذیب اور آدابِ مجلس و گفتگو کا مطالعہ کتابِ مقدس میں کرتے ہیں۔ تو یہ الفاظ پاتے ہیں:۔

"تب اسرائیل نے خداوند سے فریاد کی اور موسیٰ سے کہا کہ کیا مصر میں قبروں کی جگہ نہ تھی کہ تو ہم کو وہاں سے بیابان میں مرنے کے لئے لایا" (خروج ١٤: ١١)

"سو لوگ موسیٰ پر جھنجلائے اور کہا کہ تو ہمیں مصر سے کیوں نکال لایا۔ کہ ہمیں اور ہمارے لڑکوں کو اور ہمارے مواشی کو پیاس سے ہلاک کرے"۔ (خروج ١٧: ٣)

اس کے مقابل قدوسیانِ محمدی کے اخلاق کی شہادت ان کے ایک حریف عُروہ بن مسعود سردار ثقیف کی زبان سے سُنئیے جو بحالتِ کفر قبل از اسلام قریش کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

"میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا۔ لیکن بخدا میں نے کسی بادشاہ کو اپنے ساتھیوں میں اتنا محبوب اور باعزت نہیں دیکھا جس قدر اصحابِ محمدؐ ہیں۔ وہ آپ سے اس قدر شیفتگی رکھتے ہیں کہ اگر آپ تھوکتے ہیں تو ان لوگوں کے ہاتھ میں آپ کا تھوک گرتا ہے اور وہ اسے اپنے جسم و چہرہ پر مَل لیتے ہیں۔ اگر آپ کوئی حکم دیتے ہیں۔ تو ہر شخص سبقت کرنا چاہتا ہے۔ اگر آپ وضو کرتے ہیں تو یہ لوگ آپ کے بچے ہوئے پانی کے تبرک لینے کے لئے گرتے ہیں۔ اور جب آپ بولتے ہیں تو احترام کے باعث ان کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ اور ادب و تعظیم کی وجہ سے آپ کے چہرہ کی طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا"

(بخاری کتاب الشروط)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جماعت کو ارضِ مقدسہ کی فتح کے لئے لڑائی پر بلاتے ہیں تو ان کی طرف سے انہیں یہ جواب ملتا ہے۔

يٰمُوسٰى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ (المائدہ ٢٤)

اے موسیٰ جب تک یہ عمالیق اس میں ہیں ہم ہرگز اس میں داخل نہ ہونگے۔ تو اور تیرا رب دونوں جا کر ان سے جنگ کرو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

Marfat.com

اس کے مقابل حواریانِ احمد صلے اللہ علیہ وسلم کا جواب بھی سُنیئے۔ جب آپ ایک موقعہ پر لڑائی کے متعلق صحابہ کی رائے دریافت فرماتے ہیں۔ تو ان شیدائیوں کی طرف سے یوں جواب ملتا ہے:۔

"ہم موسیٰ کی قوم کی طرح نہیں خدا کی قسم اگر آپ ہمیں حکم دیں تو ہم سمندر میں کود پڑنے کو تیار ہیں"

اسرائیلی مہاجرین کی دیانت کا یہ حال ہے کہ جب وہ مصر سے نکلتے ہیں تو اہالیانِ مصر سے زیورات عاریۃً لے کر ساتھ لے جاتے ہیں انہیں واپس تک نہیں کرتے۔ بخلاف اسکے مسلم مہاجرین جب ہجرت کرتے ہیں تو باوجودیکہ کفارِ قریش ان کے مال و متاع چھین لیتے ہیں لیکن یہ ان کی امانتوں کی واپسی اور حقوق کی ادائیگی کے لیئے ایسی خطرناک حالت میں بھی پیچھے آدمی چھوڑ جاتے ہیں۔

اسرائیلی فاتحین پر جب فتوحات کا وقت آتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ نشۂ فتح میں اپنے شہوانی جذبات کو قابو میں نہ پا کر مفتوحہ اقوام کی عصمت دری اور ان کی عورتوں سے حرامکاری شروع کر دیتے ہیں۔ (گنتی ۲۵:۱)

برعکس اس کے مجاہدینِ اسلام کی قدوسی جماعت ان موقعوں پر عصمت و عفت کا مجسمہ نظر آتی ہے۔ بحمد اللہ ہم ان کی پیشانی کو اس کلنک کے ٹیکہ سے پاک و صاف دیکھتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ۔

علاوہ ازیں جب ہم بائبل کا مطالعہ کرتے ہیں تو حواریانِ موسیٰ کو حضرت کلیم سے عموماً کھانے پینے کی شکایت کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ لیکن جب ہم قدوسیانِ احمد کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں صبر و سکون کا ایسا مجسمہ پاتے ہیں کہ وہ اپنی طبعی خواہشات تک کو بھی چھوڑے ہوئے ہیں اور بھوک و پیاس سے فرائض جہاد بجا لا رہے ہیں جب انہیں کھانے کو نہیں ملتا تو کھجور کی گٹھلیوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ اور جب وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ تو پیٹوں پر پتھر باندھ لیتے ہیں۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ لب پر حرفِ شکایت لائیں۔ ان کے پیکرانِ تحمل مصائب میں سے بعض ایسے بھی نظر آتے ہیں جو شدت گرما کے موسم میں بھی جہاد کے پُرصعوبت سفروں میں روزہ دار ہیں۔ یہاں تک کہ ان تکالیف کے باعث ان پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔ اور ذات

Marfat.com

رحمۃ للعالمین کو ارشاد فرمانا پڑتا ہے۔ لیس من البر الصیام فی السفر ایسے سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں۔ قدوسیانِ احمدؐ کی یہ کیا کم قابلِ فخر خصوصیت ہے کہ اہلِ سیر و تاریخ کے ہاں مسلم ہے الصحابۃ کلھم عدول۔ تمام صحابہ سچے منصف مزاج۔ ثقہ اور معتبر ہیں۔ ان میں سے کسی ایک سے بھی جھوٹ بولنا ثابت نہیں۔

اب اسرائیلی سلسلہ کے تاجدار حضرت مسیحؑ کے حواریوں کا حال بھی ملاحظہ ہو۔ ان حواریوں بلکہ اخص الخواص بارہ رسولوں میں سے ایک شخص یہودا اسکریوطی ہیں جو اپنے ایمان و اخلاص کا نمونہ یہ دکھاتے ہیں کہ اپنے آقا نجات دہندہ یسوع مسیحؑ کو تیس روپوں کے عوض پکڑوا دیتے ہیں۔ (متی۔ ۲۶: ۱۶ و ۵۰)

آپ کے ایک دوسرے مخلص حواری جناب پطرس بھی ہیں۔ جنہیں یسوع مسیح نے آسمانی بادشاہت کی کنجیاں دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ان کے ایمان و اخلاص اور کامل اخلاق کا نمونہ بھی حسب ذیل واقعہ سے عیاں ہے۔

"اور پطرس باہر صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لونڈی اس کے پاس آکر بولی تو بھی یسوع گلیلی کے ساتھ تھا اس نے سب کے سامنے یہ کہکر انکار کیا کہ میں نہیں جانتا تو کیا کہتی ہے۔ جب وہ ڈیوڑھی میں چلا گیا تو دوسری نے اسے دیکھا اور جو وہاں تھے ان سے کہا یہ بھی یسوع ناصری کے ساتھ تھا۔ اس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے پطرس کے پاس آکر کہا کہ بے شک تو بھی ان میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے بھی ظاہر ہوتا ہے اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔" (متی ۲۶: ۶۹ تا ۷۵)

اس کے مقابل حواریانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک مسیحی مؤرخ کی شہادت ملاحظہ ہو۔

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ کے مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو عیسیٰ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے جب عیسیٰ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے۔ ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں

گرفتار چھوڑ کر چل دیئے۔ برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپؐ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔" (اپالوجی گاڈفری ہیگنز ترجمہ اردو ص۶۶، ۶۷)

یہ اعجازی تزکیہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ کا نتیجہ ہے جس کی تاثیر نے عرب جیسی اُمّی اور وحشی قوم کو ہر قسم کے عیوب و نقائص سے مطہر و پاک بنا کر تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ مقام قدوسیت پر پہنچا دیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

(صحابہؓ کے قدوسی مقام پہنچنے کی بشارت قرآنِ حکیم میں)

سورۂ جمعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر فرما کر ان چار طرق تعلیم و تربیت کو آپ کی بعثت کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سے قبل ان چار طرق تعلیم کے مقابل چار صفات الٰہی اَلْمَلِكُ ۔ اَلْقُدُّوْسُ ۔ اَلْعَزِیْزُ ۔ اَلْحَکِیْمُ بہ ترتیب بیان فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ آپ کی تعلیم و تربیت کے یہ چار طریقے صحابہ کو ان چار صفات الٰہیہ کا مظہر اور وارث بنا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ صحابہ نے صفت الملک کی جلالی تجلّی کے ذریعہ سے وارث تاج و تخت ہو کر اعدائے اسلام کو جلال الٰہی کا رنگ دکھایا۔ اور صفت القدوس کی جمالی تجلّی سے مقام قدوسی کے وارث ہو کر عشاقانِ حقانی کو جمال الٰہی کا مشاہدہ کرایا۔ اور صفت العزیز کی ضیاء پاشی سے عزّت و رفعت کا وہ مقام پایا جس کی نظیر دیگر انبیاء کی اُمتوں میں نہیں پائی جاتی۔ اور صفت حکیم کی فیاضی سے ایسے ایسے علوم حکمیہ اور دقائق و اسرار روحانیہ کے وارث بنے جن کے حاصل کرنے کی استعداد تک دوسری اُمتوں میں نہ تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس کا ذکر یوں فرما گئے۔

"مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں، مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔"

(یوحنا ۱۶ : ۱۲)

Marfat.com

آخری زمانہ میں ان چار طرقِ تعلیم کی عالمگیر اشاعت

اور اس کے لئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز مہدی موعود کی بشارت

اسی سورۃ (سورۃ جمعہ) میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ بعثتِ اولیٰ کے ضمن میں یہ ذکر ہے کہ آپ ان چار طرقِ تعلیم کے ذریعہ عرب کی اُمّی قوم کو ضلال مبین سے نکال کر ترقی کے چار اعلےٰ مدارج پر پہنچا دینگے۔ اس کے بعد آپ کی ایک دوسری بعثت کا ذکر فرمایا جو آخری زمانہ میں ضلال مبین کے وقت ہو گی۔ اس وقت بھی ان چار طرقِ تعلیم کے ذریعہ آخری زمانہ کی قوموں کو ان ہی مراتب کمال پر کھڑا کر کے ہمرنگ صحابہ بنایا جاوے گا جس کی بشارت یوں دیگئی۔ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ اور ظاہر ہے۔ کہ آپ کی جسمانی بعثت تو دو زمانہ میں ہو نہیں سکتی لہذا ماننا پڑے گا کہ یہ دوسری بعثت آپ کی رُوحانی ہے۔ جو کسی اور رنگ میں نمودار ہو گی۔ اسی کی تشریح احادیث میں یوں آئی ہے۔ کہ یہ بعثت آپ کی مہدی کی بعثت کے ذریعہ ہو گی۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظہور کو اپنا ظہور فرمایا ہے اور رُوحانی اتحاد اور فنائیتِ تامہ کے باعث ان کے نام کو اپنا نام اور ان کے مدفن کو اپنا مدفن قرار دیا ہے۔ ان کی بعثت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد یعنی مذکورہ چار طرقِ تعلیم کی عالمگیر اشاعت کا کام سرانجام پائے گا۔ اور اس وقت مذاہب عالم پر مذہب اسلام کا اقتدار بذریعہ حجج و براہین ہو گا۔ جس طرح آپ کی بعثتِ اولیٰ میں تکمیل ہدایت کا کام تو سرانجام پا یا مگر اس کی تکمیل اشاعت کا کام مکمل نہ ہو سکا۔ کیونکہ اس وقت ذہنیت اقوام اس قابل نہیں تھی کہ ارتقاء انسانیت کی اعلیٰ تعلیم کو ٹھنڈے دل سے سُن سکے۔ چنانچہ اس کی اشاعت پر جب اس وقت

Marfat.com

کی قومیں وحشیانہ طریق سے مقابلہ پر اتر پڑیں تو اس کے جواب میں جہاد سیفی کا حکم نازل ہوا۔ اور اس آتشین شریعت کے ذریعہ مخالفین اسلام کو جلال الٰہی کا نظارہ دکھا کر راہ تبلیغ و اشاعت صاف کر دی گئی۔ اور ٹھیک یہی مقتضاء الف پنجم کا تھا جو جلالی رنگ میں روحانیت کے نزول کا باعث تھا؛ اور اس دور کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جلالی اسم محمد موزون تھا۔ اس کے بعد الف ششم کے اختتام اور الف ہفتم کے ابتداء میں زمانہ کی ترقی کا وہ دور آیا جس کی خبر قرآن حکیم میں پہلے سے دی گئی تھی۔ کہ اس وقت قومیں جہالت و وحشت سے نکل کر علوم و فنون میں ترقی کریں گی۔ اور اخبارات اور کتب و رسائل کی کثرت سے اشاعت ہو گی۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔ اور اس وقت مختلف اقوام باہمی میل و ملاپ کے تعلقات قائم کر کے گویا ایک قوم بن جائے گی اور ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہونے لگیں گی۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ اور اس وقت یاجوجی و ماجوجی اقوام کا سیلاب بھی ہر طرف سے جوش مارتا ہوا نکل کھڑا ہو گا۔ حَتّٰی اِذَا فُتِحَتْ یَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ یہ سیلاب شرک تثلیث کی اشاعت میں ہزار ہا قسم کی دجالیتیں پھیلائے گا۔ اور نور اسلام کو شکوک و شبہات اور اعتراضات کے پردوں میں چھپانے کی کوشش کرے گا۔ یہ زمانہ اگرچہ عقل و ذہنیت کے اعتبار سے ترقی کا زمانہ ہو گا مگر اخلاق و روحانیت کے اعتبار سے سخت گمراہی اور ضلال مبین کا وقت ہو گا۔ اس عالمگیر گمراہی کے پردہ ظلمات کو چاک کرنے اور نور ہدایت اور

لہ واضح ہو کہ سورۃ والعصر کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تک ۴۷۳۹ سال کا زمانہ گذرا ہے اس حساب سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ الف پنجم کا تھا۔ اب اس میں ۵۳ سال از پیدائش آنحضرت تا ہجرت جمع کرو تو ۴۷۹۲ بنتے ہیں۔ پھر اس میں ۱۲۰۸ سال اور جمع کرو تو پورے چھ ہزار سال بنتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ۱۳۰۸ھ ہجری میں الف ششم ختم ہو چکا۔ اور ۱۳۰۹ھ سے الف ہفتم کا آغاز ہوا۔ یہی زمانہ مسیح موعود اور مہدی مسعود کے ظہور کا زمانہ ہے۔

Marfat.com

روشنی اسلام کے پھیلانے کے لئے پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی بعثت بذریعہ مہدی موعود ہو گی اور مسیحی اقوام کے فتنۂ صلیب کو توڑنے کے لئے اُسے مسیح کا مقام بھی عطا کیا جاوے گا۔ اور وہ دلائل و براہین سے اسلام کی حقانیت کو دنیا پر آشکارا کرے گا۔ اور تازہ نشانات الٰہیہ کے ذریعہ سے اسلام کے روحانی کمالات کا جلوہ دکھا کر بقیہ مذاہب پر اسلام کا رعب و اقتدار قائم کرے گا۔ اس وقت مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو کر جہاد سیفی کی بجائے حجج و بیّنات اور دلائل و براہین عقلیہ اور نشانات آسمانی کے ذریعہ جہاد ہو گا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یضع الحرب کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ یہ دور جمالی رنگ میں روحانیت کے نزول کا مقتضی ہے اور اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جمالی اسم احمدؐ کا روحانی پرتو ہوگا۔ اسی مناسبت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے احمد آپ سے قبل آپ کے مبشر حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اسی نام کے ساتھ مہدی و مسیح کی بعثت کی بشارت دی ہے۔ اور قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بعثت کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۱۹۰۰ سال بعد اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۰۰ سال بعد ہے۔ چنانچہ سورۂ جمعہ میں بروز محمدؐ کی بشارت بالفاظ ذیل وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ ملتی ہے۔ جس کے اعداد بحساب جمل ۱۳۱۵ ہوتے ہیں۔ اور سورۂ جمعہ سے قبل سورۂ صف میں حضرت مسیح کی بشارت کے الفاظ حسب ذیل ملتے ہیں۔ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ جس کے اعداد ۱۹۰۰ ہوتے ہیں۔ ان ہر دو بشارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت کے لئے پہلے سے ہی بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی اسلامی کا زمانہ مقرر شدہ ہے اور کتاب مبین کے لوح محفوظ میں اس کا تحریری ذکر موجود ہے۔ لقد صدق اللہ تعالیٰ۔ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝ (یٰس)

دستورِ استحسان

(وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ) قانونِ لازمی (فرائض پنجگانہ) کے بعد اب دستور استحبابی (تہجد) کا ذکر ہے۔ ابتدائی زمانہ نزولِ قرآن میں اسی

دستور پر زیادہ زور دے کر اسے لازمی قرار دیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو سورۂ مزمل لیکن وہ طریقہ شخصی و انفرادی تھا جو مجموعہ اقوام کے تمام افراد کے مناسب حال نہیں تھا اسی بناء پر کچھ عرصہ کے بعد اسی سورۃ میں تخفیف بھی کر دی گئی مگر پھر بھی کسی حد تک ضروری قرار دیا گیا۔ لیکن اب چونکہ اشاعت و تبلیغ عام مدنظر ہے اس لئے عام طریقہ تعلیم یعنی فرائض مکتوبہ پر زیادہ زور دیا جاتا اور اسے لازمی اور حتمی قرار دیکر نمبر اول میں اور پہلے طریقہ کو نمبر دوم پر رکھا جاتا ہے اسلئے کہ اس کے ساتھ قوم کا قانوناً پابند ہونا مشکل ہے۔ لہذا نَافِلَةً لَّكَ فرمایا۔ ہاں جو شخص ترقی کی اس منزل پر آنا چاہئے جس کے لئے تہجد لازم قرار دیا گیا تھا تو اسے اب بھی اس کی تعمیل ضروری ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کی تاکید بھی فرماتے ہیں۔ اوتروا یا اھل القراٰن الوتر حق[1]۔ ان ارشادات کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص حامل قرآن ہو کر اس کی اشاعت و تبلیغ کا فرض اپنے ذمہ لیتا ہے۔ اسے وتر یعنی تہجد[2] کی پابندی ضرور کرنی چاہیئے کیونکہ تعلیم و تبلیغ سے پہلے توجہ اور انابت الی اللہ کی ضرورت ہے اور نہایت ہی خشوع و خضوع سے جناب الٰہی میں دعاء و التجاء کے علاوہ یکسوئی و تنہائی میں مطالعہ اور غور کی حاجت ہے اور اس کے لئے بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہے۔

تہجد کو قانون شخصی و خصوصی اور پنجگانہ نمازوں کو قانون عمومی ہم نے اس لئے کہا کہ عبارت نص کا بھی یہی تقاضا ہے چنانچہ تہجد کے لئے یہاں فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور سورۂ مزمل میں قُمِ الَّيْلَ کا صیغہ مفرد وارد ہوا جس کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کا پابند بننا چاہیئے۔ اور فرائض خمسہ کے لئے اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کا ارشاد ہے۔ یعنی دوسروں کو بھی اس طریقہ کا پابند بنایا جائے۔

یہاں سے ناظرین آئمہ کرام کے اس اختلاف کی تطبیق بھی معلوم کر لیں گے۔ جو فریضہ وتر کے بارہ میں ہے۔ ہمارے نزدیک دونوں مسلک صحیح ہیں لیکن دو مرتبوں کے لحاظ سے۔

---

[1] ترمذی و ابوداؤد ۱۲

[2] وتر احادیث کی اصطلاح میں تہجد کا نام ہے کما لا یخفی علی متبعی الحدیث ۱۲ مؤلفہ

سند تعلیم و خلافت کبریٰ

(عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا) گذشتہ نظام تعلیم عمومی و خصوصی (یا فرائض مکتوبہ و نوافل مندوبہ) وہ بابرکت نظام ہے جس کے صلہ میں آپ کو مقام محمود (خلافت کبریٰ) کا عظیم الشان مرتبہ حاصل ہونے والا ہے۔

مقام محمود کی تفسیر

مقام محمود کی تفسیر میں متعدد صحابہ[1] سے منقول ہے۔ کہ اس سے مراد وہ رتبہ شفاعت ہے جبکہ قیامت کے ہولناک میدان میں لوگ گھبرا کر ایک شفیع کی تلاش میں نکلیں گے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر مختلف نبیوں کے پاس سے گذرتے ہوئے آخر میں خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچکر خواستگار شفاعت ہوں گے۔ اس وقت آپ کمال عبودیت سے دربار الٰہی میں سربسجود ہو کر اذن شفاعت طلب کرینگے جس پر اجازت ہو گی۔

حضرت انسؓ شفاعت کے تمام واقعات بیان فرمانے کے بعد آیت بالا تلاوت کر کے فرماتے ہیں:۔ ھٰذَا الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِیْ وَعَدَہٗ نَبِیُّکُمْ (بخاری)

یہ روایات صحیح و حق ہیں۔ جن پر حرف گیری کرنا منافی ایمان ہے۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ۔ لیکن چونکہ قلب بیقرار سے کبھی کبھی صدائے وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ کی بھی اٹھتی ہے۔ اس لئے ازدیاد بصیرت اور طمانیت خاطر کے لئے ضروری ہے کہ اس امر پر بھی غور کی جائے کہ عالم آخرت چونکہ عالم دنیا کے نتائج و آثار کا دراصل مرقع ہے۔ اس لئے جو کچھ وہاں پایا جائے گا حقیقت میں یہاں کے اعمال و مساعی کے حقائق کا ہی ظہور ہو گا۔ بنا بریں آخرت کا مقام شفاعت بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اسی عالم دنیا کے کسی خاص مقام

---

[1] تفسیر درمنثور میں یہ تفسیر صحابہ ذیل سے مروی ہے۔ ابن عباس[1]۔ ابن عمر[2]۔ ابی ہریرۃ[3]۔ سعد بن ابی وقاص[4]۔ کعب بن مالک[5]۔ حذیفہ بن الیمان[6]۔ ابی سعید خدری[7]۔ جابر بن عبد اللہ[8]۔ عبد اللہ بن مسعود[9]۔ سلمان فارسی[10] ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اور رتبہ کا نتیجہ ہونا چاہیئے پس مقام محمود کی ایک ایسی تفسیر بھی تلاش کی جائے جو اسی عالم میں آپ کے مقام محمود پر روشنی ڈالتی ہو[1] اور آپ کی بعثت کے امتیازی مرتبہ کا پتہ بتاتی ہو۔ اس کے لیئے ہمیں قرآن مجید ہی میں غور کرنا چاہیئے کیونکہ اس مسئلہ کی عقدہ کشائی کی امید اسی سے وابستہ ہے۔ قرآن حمید کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی تفسیر آپ ہی کر دیتا ہے۔ کِتٰبٌ اُحۡکِمَتۡ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَکِیۡمٍ خَبِیۡرٍ ۔ (ہود : ۱) قبل اس کے کہ ان آیات کو لکھا جائے۔ جو مقام محمود کی تفسیر میں دخیل ہیں۔ ایک مقدمہ ملحوظ نظر رکھ لینا چاہیئے۔

مقدّمہ

ہر ایک نبی کی بعثت علاوہ مقاصد عامہ مشترکہ جملہ انبیاء علیہم السلام کے ایک خاص مقصد اور خاص تحریک کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے جو اسی کا مقام[2] کہلاتا ہے۔ اسی مقصد کو مدنظر رکھکر وحی نازل کی جاتی اور تعلیم شرائع دی جاتی ہے پس اسکی شریعت کے حدود اس حد تک محدود ہوتے ہیں۔ جہاں تک اس کے مقصد بعثت کا تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً کسی نبی کی بعثت کا مقصد ایک خاص قوم کی اصلاح کرنا ہے۔ تو اس کے قوانین شرائع میں اس قوم کی طبائع فطری اور خصوصیات تمدنی کا لحاظ ہوگا۔ اور اس کی تعلیم میں زیادہ تر ان نقائص و جرائم کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ جو اس قوم میں عام اور شائع ہیں۔ پس مختلف حیثیات اقوام کی بناء پر انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں بھی مختلف مناصب نظر آتے ہیں۔ کسی کا نصب العین محض اس قوم کی اخلاقی حالت کی اصلاح ہوتا ہے مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ اور کسی کا روئے سخن قوم کے تعلقات تمدنی و معاشرتی کی طرف بھی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت صالح و لوط علیہما السلام۔ اور کسی کا پولیٹیکل تحریکات میں حصہ لینا بھی فرض منصبی ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ و داؤد و سلیمان

---

[1] واضح ہو کہ یہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی افاضات سے ہے۔ جو کمترین پر بذریعہ رؤیا منکشف ہوا۔ مفصل حال کتاب کی ابتداء میں دیکھیئے ۱۲ مؤلف

[2] اس کی طرف قرآن حکیم میں یوں اشارہ ہے۔ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعۡلُوۡمٌ ۔ (الصافات)

Marfat.com

علیہم السلام۔ انبیاء علیہم السلام کے ان مختلف مقامات کی تفصیل اور ان کے باہمی امتیازات اور خصائص تشریح کی تفصیل آپ کو سورۂ اعراف۔ ہود۔ نمل اور عنکبوت وغیرہ میں ملے گی۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہے کہ دنیا کی ترقی دفعۃً نہیں ہوئی۔ بلکہ موافق قانونِ فطرت وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ تدریجاً[1] ہوئی۔ اس لئے جوں جوں ترقی عالم ہوتی گئی تعلیم وحی بھی اسی انداز پر پیش ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ ترقی عالم کا وہ دور بھی آیا جبکہ تمام اقوام کی طبیعت ایک ایسے مرکز اعتدال پر پہنچ چکی تھی۔ کہ مشرق و مغرب کے حدود امتیازی کو توڑ کر ایک ہی مرکز (قبلہ) پر مجتمع ہو جائے اور ایک ہی معلم (نبی) کی شاگردی میں آکر ایک ہی قانون (شریعت) کی پابند بن جائے۔ اس وقت وہ نبی القبلتین۔ جامع الشرائع خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوتا ہے جس کی دنیا کو ضرورت تھی اور پیاسوں کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے فیض عام کا یوں اعلان کرتا ہے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔ (الاعراف)	کہدو۔ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔
وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (السباء)	اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔
وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (الانبیاء ۱۰۷)	اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

پس اس وقت چونکہ ضرورت زمانہ ایسے رسول کے مبعوث ہونے کی مقتضی تھی جس کی بعثت کا مقصد دعوت عامہ یعنی تمام دنیا کو پیغام الٰہی پہنچانا ہو۔ اس لئے اس موضوع کو مدنظر رکھکر آپ کی طرف جو وحی بھیجی گئی وہ جامع۔ عالمگیر اور تمام مراتب ترقی کو حاوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے بعد سلسلۂ تشریع بند ہوا۔

پس آپ کی بعثت کے مقصد کا ایک درجہ تو یہ ہوا کہ آپ کے ذریعہ عالمگیر سلسلہ

---

[1] عالم کی تدریجی ترقی کو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ آٹھ ادوار پر تقسیم فرماتے ہیں۔ دیکھو تفہیمات الٰہیہ ص۱۲۲ ج۱

Marfat.com

دعوۃ الہیہ قائم کرکے تمام اقوام عالم کو پیغام الٰہی پہنچایا جائے۔ اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس قانون الٰہی اور دین حق کے ذریعہ جو آپ کو دیا جائے۔ دنیا کے تمام مذاہب کو مغلوب و مقہور کرکے اقوام عالم کو گرویدہ قانون الٰہی اور مسخر ناموس حق بنایا جائے اسی موضوع پر آیت ذیل روشنی ڈالتی ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصف: ۹)

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو قانون ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ مشرک برا منائیں۔

پس آپ کے مقصد بعثت کے یہ دو اصول اساسی ہیں جن کی تکمیل کے لئے ایک تیسرے اصل کی ضرورت ہے یعنی اتمام شریعت اور تکمیل دین۔ کیونکہ جو مذہب مکمل اور تام نہیں۔ وہ عالمگیر اشاعت کا فخر اور قبولیت عامہ کا شرف نہیں پا سکتا اور نہ ہی اس میں ایسی قوت و شوکت ہوتی ہے جس سے وہ مذاہب عالم پر اپنی فتح و اقتدار کا سکہ بٹھا سکے۔ اس لئے اس مقام کمال کے حاصل ہونے کی بشارت بھی ابتدائی دور وحی ہی سے دی گئی تھی (سورۂ ضحیٰ و انشراح ملاحظہ ہو) اور تحویل قبلہ کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے بھی مومنین کو اس نعمت عظمیٰ کی بشارت کا منتظر بنایا گیا تھا۔ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ (البقرہ: ۱۵۱) یہاں تک کہ حجۃ الوداع کے روز بشارت ذیل کا اعلان فرما کر تشنہ لبان اشتیاق کی پیاس بجھا دی گئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ (المائدہ)

آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کیا اور تمہارے لئے میں نے دین اسلام کو پسند کیا۔

پس آپ کی بعثت کے ان تین مقاصد کو ملحوظ رکھنے سے مقام محمود کی تفسیر اور اس کی حقیقت کا انشراح ہو جاتا ہے جس کو ہم نے دوسرے لفظوں میں خلافت کبریٰ سے تعبیر کیا ہے۔

اگرچہ یہ مقام آپ کی بعثت کے ساتھ ہی وابستہ تھا۔ اور

Marfat.com

حقیقت محمدیہ بھی بہ مقام اس طرح مندرج تھا جس طرح بیج میں درخت اور اس کے برگ و بار اور شاخ و گل کی حقیقت مندمج ہوتی ہے۔ لیکن اسباب ظاہرہ کی رو سے آپ کو اس مقام پر پہنچنے کے لئے ارتقاء کے چند تدریجی مراحل طے کرنے ضروری تھے لہذا اس کے حصول کے لئے بھی آپ کو زمانہ کے کچھ دور چاہیئے تھے۔

چنانچہ ایک دور آپ کی حیات طیبہ کا وہ تھا جب آپ مکہ میں تشریف فرما تھے۔ اور نہایت ہی سخت مصائب و مہالک میں مبتلا۔ اس وقت نہ تو آزادی تھی۔ کہ اپنے فرائض کو کھلے طور پر ادا فرما سکیں۔ نہ بظاہر اسباب کامیابی نظر آتے تھے جن کے ذریعہ آزادی و فتح حاصل کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کر سکیں اس وقت یہ آیت عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ اُتری۔ اور آپ کے شاندار مستقبل کی بشارت دیتی ہے۔

اب اس کے بعد دوسرا دور مدنی زندگی کا شروع ہوتا ہے۔ جبکہ آپ اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر مدینہ طیبہ میں وہ شاندار داخلہ فرماتے ہیں جس کی پیشگوئی صحف اولی میں یوں تھی:۔

"خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گذرتے ہو۔ اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک اور ان کے باشندو تم زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو۔ بیابان اور اس کی بستیاں قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں گے وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے اور بحری ممالک میں اس کی ثناخوانی کریں گے" (یسعیاہ - ۴۲: ۱ تا ۱۴)

اس میں یہ فقرہ قابل غور ہے "سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے" سلع مدینہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے (دیکھو معجم البلدان اور صحیح مسلم باب الاستسقاء) اور اس پیشگوئی

ا؎ بلکہ آپ کا اسم مبارک ہی اس مقام کی طرف توجہ دلا رہا ہے۔ اور تاریخ میں ہے کہ آپ کے دادا عبد المطلب سے جب لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا تو جواب دیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے۔ (تاریخ ابوالفداء ص۱۱) ۱۲ مؤلف

Marfat.com

کی تصدیق اس وقت ہوئی جبکہ آپ کے استقبال کے لئے مدینہ کے لوگ شہر سے باہر نکل کر، اور پردہ نشین خواتین اور لڑکیاں مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ولولۂ اشتیاق و محبت میں یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع — وداع پہاڑ کی گھاٹیوں سے چاند نکل آیا۔

وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داع — ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

یہ آپؐ کے مقامِ محمود کا پہلا نظارہ ہے جبکہ حکومت مدینہ کی زمام (جو آپ سے پہلے ایک تاجدار کے نام سے منسوب ہو چکی تھی اور جس کے لئے ایک تاج زریں[2] بھی تیار ہو چکا تھا۔ بالآخر اسے چاک کر کے) شاہِ کونین کے ہاتھ آ کر دنیاوی ملوکیت کی بجائے اس خدائی بادشاہت (خلافتِ الٰہیہ) کی بنیاد پڑتی ہے جس کی پیشگوئی حضرت مسیح علیہ السلام یوں فرما گئے تھے۔

"کیا تم نے کتابِ مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جاوے گی۔" (متی ۲۱: ۴۲ و ۴۳)

یہ پتھر اس قصرِ خلافتِ الٰہیہ کی آخری[3] اینٹ ہے جس کی بنیاد بانیٔ ملتِ حنیف نے وَادٍ غَیْرِ ذِی زَرْعٍ میں رکھی تھی۔ اس معمار کے فرزندوں (قریش) نے اس پتھر کو رجو کچھ عرصہ کے بعد پہاڑ بن جانے والا تھا) قائم نہ ہونے دیا۔ یہاں تک

---

[1] بخاری باب السلام علی جماعۃ فیہا المسلم والکافر۔ [2] بخاری باب خاتم النبیین۔ ۱۲ مؤلف

[3] یہ اس خواب کی طرف اشارہ ہے جو بخت نصر شاہ بابل نے اپنے عہدِ سلطنت میں دیکھا تھا۔ کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی اسے ہاتھ سے کاٹ کر نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے ایک مورت کو مارا اور پھر ایک پہاڑ بن گیا۔ اور تمام زمین کو بھر دیا۔" (دانیال ۲: ۳۴ تا ۳۵) بادشاہ اس خواب کی تعبیر دانیال علیہ السلام سے پوچھتا ہے جس کی تعبیر وہ یوں بتاتے ہیں کہ "یہ پتھر ایک آسمانی سلطنت ہے جسے خدا برپا کرے گا۔ جو تا ابد نیست نہ ہو گی۔ اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی۔ اور تا ابد قائم رہے گی۔" (دانیال ۲: ۳۶ تا ۴۵)

Marfat.com

کہ اس کی بنیاد (یعنی دارالخلافۃ الالٰہیہ بننے کا شرف اس شہر (مدینہ) نے لیا جو حجاز کے سرے کا کونہ ہے۔ مگر چونکہ اسی میں ایک زبردست قوم (یہود) بھی رہتی تھی۔ جن کی مذہبی وسیاسی طاقت کا سکہ وہاں کے لوگوں میں جما ہوا تھا۔ اور ان کی علمیت کا شہرہ بھی ان بیوت المدارس کی وجہ سے پھیلا ہوا تھا۔ جن کے اندر فرزندانِ انصار نے بھی زانوئے شاگردی تہہ کیا ہوا تھا۔ ان کی سیاسی قوتوں کا پتہ اُن قلعوں سے چلتا ہے جو مدینہ سے شام تک متصل تعمیر کئے ہوئے تھے۔ چنانچہ قریظہ۔ نضیر۔ قینقاع۔ خیبر۔ فدک۔ تیماء۔ وادی القریٰ وغیرہ ان کی بڑی بڑی چھاؤنیاں تھیں۔ اس لئے خوف تھا کہ کہیں وہ اس قصر خلافت کی تعمیر میں حائل نہ ہوں اور قدیمی استحقاق کی بناء پر جو انہیں پہلے سے حاصل تھا جس کی یاد قرآن حکیم بھی انہیں یوں دلاتا ہے۔ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا (المائدہ: ۲۱) اس پر قبضہ نہ جمائیں۔ اس لئے اس شبہ کا دفعیہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیشگوئی میں یوں فرماتے ہیں:۔

"کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی۔ اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائیگی" (متی ۲۱/۴۳)

اس میں خبر دیتے ہیں۔ کہ اس وقت اس قوم سے بد اخلاقی اور دین فروشی کے باعث روحانی جذبات اور فاتحانہ برکات ایسے گم ہو جائیں گے کہ انہیں خلافت الٰہیہ کے حاصل کرنے کی توفیق ہی نہیں مل سکے گی۔ اگر کہیں اس کی کوشش بھی کریں گے۔ تو منہ کے بل گریں گے۔ چنانچہ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم یہود آپ کے ورود مسعود سے اس قدر مرعوب ہوئی۔ کہ باوجود علمی شہرہ اور سیاسی قوتوں کے اس مٹھی بھر اُمّی قوم کی (جو نہ جمعیت قومی رکھتی تھی اور نہ قوت سیاسی) آزادی کو تسلیم کرتی اور ان کی حکومت وسیاست کو مان لیتی ہے۔ چنانچہ وہ اسی وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ صلح کر لیتے ہیں۔

یہ ہے آپ کے مقام محمود کا پہلا منظر جس کے پڑھنے اور سننے سے ارباب حق آپ کے کمالات کا اعتراف کرتے ہوئے حمد و تعریف سے صدائے آفرین و تحسین بلند کرتے رہیں گے۔

Marfat.com

مقامِ محمود کی دوسری منزل

وہ ہے جبکہ صنادید قریش حاملین خلافت الٰہیہ کی مٹھی بھر جماعت کے استیصال کرنے کے لئے بدر کے میدان میں آکر اترتے ہیں۔ اس وقت اگر اس قوم کی بجائے کوئی دوسری قوم مادیت کی پرستار ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ ان کے مقابلہ کا عزم کر سکتی مگر یہاں تو ایک ایسی بے نظیر مخفی طاقت تھی جس کی برقی رو کا خزانہ مقامِ محمود کا وہ مجسمہ تھا جس کی صحف اولیٰ میں بھی خبر دے دی گئی تھی۔

"خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت کو اکسائے گا وہ چلائے گا ہاں وہ جنگ کے لئے بلائے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر بہادری کرے گا۔" (یسعیاہ - ۴۲: ۱۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یوں فرما گئے:۔

"جو اس پتھر پر گرے گا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر وہ جس پر گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔" (متی ۲۱: ۴۴)

پس نتیجہ کیا نکلا؟ وہی جس کو دنیا جانتی ہے۔ تمام اہلِ مکہ کا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ یہ اس وعدہ کی تصدیق ہے جس کا اعلان حسب ذیل مختلف پیرایوں میں مکہ والوں کو مدتوں سے کیا جا رہا تھا۔

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ۔ (الانبیاء: ۱)	لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں۔
اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر)	عذاب کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔
اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ (النحل)	اللہ کا حکم آگیا اسے جلدی مت چاہو۔
فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ (الطارق)	پس تو کافروں کو تھوڑی سی مہلت دے۔
فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ	تو ان سے ایک وقت تک منہ پھیر لے اور انکو تو دیکھتا رہ۔ وہ بھی عنقریب دیکھ لینگے۔ کیا وہ ہمارا عذاب جلدی مانگتے ہیں سو جب وہ انکے صحن

Marfat.com

فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ○ (الصافات: ۱۷۷)

میں اُترے گا تو ان ڈرائے ہوئے لوگوں کی صبح بری ہوگی۔

قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○ (الانعام: ۱۵۹)

کہہ دو تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرنیوالے ہیں۔

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ (یونس ۲۱)

پس تم انتظار کرو میں تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں ہوں۔

اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدۃ: ۲۲)

ہم یقیناً مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔

فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ○ (الزخرف: ۴۱)

پھر اگر ہم تجھے لے جائیں تو ہم ضرور انہیں سزا دینے والے ہیں۔

یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ○ (الدخان: ۱۶)

جس دن ہم سخت گرفت سے پکڑیں گے۔ ہم ضرور ہی سزا دینے والے ہونگے۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۔ (المؤمن ۷۷)

پس صبر کر کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۔ (طٰہٰ)

کہدو سب انتظار کر رہے ہیں پس تم بھی انتظار کرو۔ اور عنقریب تم جان لوگے کہ کون سیدھے رستے والے ہیں اور کون ہدایت پر ہیں۔

یہ وہ دن تھا جس میں حق و باطل کا امتیاز واضح ہو گیا۔ اسی لئے قرآن حکیم میں اس کا نام یَوْمُ الْفُرْقَانِ آیا ہے۔ (الانفال: ۴۱)

مقامِ محمود کی تیسری منزل

اب تک تو یہ امتیاز و فرقان کفار و مشرکین قریش سے ہوا۔ اب وہ دور شروع ہوتا ہے جبکہ اہل کتاب مدعیانِ خلافت الٰہیہ و تقرب الی اللہ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ کے امتیاز اور ان کی قلعی کھولنے اور حضرت مسیح کی پیشگوئی ذیل۔

"خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لاوے دی جاوے گی۔" (متی ۲۱)

کے پورا ہونے اور ان پر اتمام حجت کے لئے مقام محمود کی تیسری منزل شروع ہوتی ہے جس کی طرف سورۂ بیّنہ میں اشارہ ملتا ہے۔

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ

اہل کتاب کافر اور مشرک جدا ہونے والے نہ تھے ....

Marfat.com

حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ الْبَیِّنَةُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۙ فِیْهَا كُتُبٌ قَیِّمَةٌ ۞ (البینۃ: ۱تا۳)

یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے۔ یعنی اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے پڑھے جن میں مضبوط کتابیں ہوں۔

مدینہ میں یہود کے تین قبائل تھے۔ قینقاع۔ نضیر۔ قریظہ۔ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ورود مدینہ کے وقت معاہدۂ صلح پر دستخط کردیئے تھے۔ بدر کی فتح سے انہیں اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسلام طاقت پکڑ کر ہماری رہی سہی سیاسی قوت کا تختہ نہ الٹ دے۔ اب انہوں نے بھی شرارتوں کا آغاز کیا۔ اور اپنی طاقت کے بھروسے نبرد آزمائی کرنے لگے۔ سب سے پہلے قینقاع نے جو سب سے زیادہ طاقتور قبیلہ تھا، معاہدۂ صلح کی عہد شکنی کرکے اعلان جنگ کیا اور بڑے فخر و غرور سے اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر یوں اترانے لگے۔ کہ ہم قریش کی طرح نہیں۔ ہمارے ساتھ جب مسلمانوں کا واسطہ پڑے گا تو ہم دکھا دینگے کہ لڑائی کس چیز کا نام ہے" ذات رحمۃ للعالمین نے پہلے تو انہیں نرمی سے سمجھایا مگر جب نرمی سے مطلب براری نہ ہوئی۔ تو مجبوراً مسلمانوں کو تلوار نیام سے نکالنی پڑی یہود باوجود اس ادعاء کے قلعہ بند ہو گئے۔ ۱۵ دن کے محاصرہ کے بعد آخروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے انہیں سرزمین شام کیطرف جلاوطنی کا فیصلہ سنایا۔ اس عبرتناک واقعہ کا تذکرہ سورۂ حشر میں ملتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد نضیر بھی اسی شرارت میں بڑھے۔ آخر وہ بھی ۱۵ دن محاصرہ کے بعد جلاوطنی پر راضی ہوئے۔ اس کے بعد ان جلاوطن شدہ اشخاص کی شرارت سے جنگ احزاب کا واقعہ پیش آتا ہے۔ جس میں یہود کا تیسرا گروہ (قریظہ) جو اب تک شرارتوں سے الگ تھلگ اور معاہدۂ صلح پر قائم تھا۔ حالات زمانہ کو دیکھ کر محاربین سے ملکر برسر پیکار آجاتا ہے۔ اس وقت اسلام کے مقابلہ میں ۱۰ ہزار فوج کا طوفان عظیم مدینہ کے گرد امنڈ آتا ہے جب اس طوفان عظیم کا مسلمان نظارہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اس سے مرعوب ہوتے۔ ان کی ایمانی قوت ترقی پاتی اور روحانی برق تیز ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کی تہ میں انہیں مقام محمود کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ

جب مومنوں نے مختلف جماعتوں کو دیکھا

Marfat.com

قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ؗ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝ (الاحزاب: ۲۲)

تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا وعدہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول نے دیا تھا۔ اور اللہ اور رسول نے سچ کہا۔ اور اس نے تو انکے ایمان اور اطاعت کے جذبہ کو اور بھی بڑھا دیا۔

اس وقت مسلمان جو ظاہری و مادی حیثیت سے فاقد الاسباب تھے انکی قوت ایمانی اسلحہ روحانی سے مسلح ہو کر توکلاً علی اللہ سینہ سپر ہو جاتی ہے جنکی کمک میں روحانی افواج نازل ہو کر ٹڈی دل طوفان کو اڑا دیتی ہیں۔ اسی نعمت کی یاد قرآن مجید یوں دلاتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝ (الاحزاب ۹)

اے ایمان والو! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہوئی جبکہ تم پر لشکر آپہنچے تو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

غزوہ احزاب سے فراغت پانے کے بعد اب وقت تھا کہ اس تیسرے گروہ قریظہ کو بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھایا جائے۔ چنانچہ ابھی ہتھیار بھی نہیں کھولنے پائے تھے کہ آپ نے حکم دیا کہ قریظہ کی طرف بڑھیں۔ باوجود کثرت سامان حرب و قلعہ جات کے یہ قوم بھی اس قوت حق کا کھلے میدان میں مقابلہ نہ کر سکی۔ اور قلعہ بند ہو گئی۔ تقریباً ایک مہینہ محاصرہ رہنے کے بعد آخر اس نے بھی سپر ڈال دی۔ اور عجیب اتفاق یہ کہ بجائے درخواست عفو کے سعد بن معاذ کے فیصلہ پر رضامند ہو گئی۔ چنانچہ انہوں نے تورات (استثناء ۲۰: ۱۰) کے مطابق فیصلہ[1] قتل سنایا۔ اس کے بعد بھی کچھ تھوڑی بہت شرارتیں یہود کی ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ فتح خیبر نے انکی تمام سیاسی قوتوں کا خاتمہ کر کے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ فالحمد للہ الذی صدق وعدہ وھزم الاحزاب وحدہ۔

[1] اس موقعہ پر رئیس قبیلہ حیی بن اخطب کا فقرہ بھی قابل غور ہے جو حضرت مسیح کی پیشگوئی کی تصدیق کر رہا ہے۔ "اے لوگو! کوئی فکر نہیں۔ یہ اللہ کے حکم سے ہے یہ جنگ لکھی ہوئی اور مقدر تھی۔ جسے اللہ نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا تھا" (سیرۃ ابن ہشام) یعنی اس جنگ کا ذکر پہلے ہی سے کتابوں میں لکھا ہوا موجود تھا۔ ۱۲ مؤلف۔

Marfat.com

یہ مقامِ محمود کی تیسری منزل ہے جس میں اسلام نے اپنی قوت و شوکت کا سکہ اہلِ کتاب کے قلوب پر بٹھا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی ذیل پر مہر تصدیق ثبت فرما دی۔

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی بھائیوں سے میری مانند ایک نبی برپا کریگا تم اس کی طرف کان دھریو اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکے کہے نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔" (استثناء ۱۸: ۱۵ و ۱۸ و ۱۹)

مقامِ محمود کی چوتھی منزل

اس کے بعد آپ کے مقامِ محمود کا وہ شاندار موقع صلح حدیبیہ کا پیش آتا ہے جس میں عرب کی مرکزی جماعت آپ کی آزادی کو تسلیم کر لیتی ہے۔ ظاہر بین نگاہوں میں تو یہ معمولی بات تھی مگر حقیقت شناس طبائع سمجھ گئی تھیں کہ یہی کامیابی کا وہ شاندار موقع ہے جس کو فتح مبین کہا جا سکتا ہے۔ اسی کی تصدیق میں بشارت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔ اور پھر آئندہ کے واقعات بھی ثابت کر دیتے ہیں کہ واقعی یہ ایسی شاندار فتح تھی[1] جس کی بدولت اسلام کی نورانی شعاعیں

---

[1] اس فتح کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس صلح سے پہلے ۱۹ سال (۱۳ سال مکہ میں اور ۶ سال مدینہ) میں جس قدر لوگ اسلام لائے تھے ان کی تعداد کا مقابلہ اگر اس تعداد سے کیا جائے جو اس صلح سے صرف دو برس میں اضافہ ہوا۔ تو بہت بڑا فرق نظر آتا ہے۔ چنانچہ حدیبیہ کے موقع پر تو صرف دو ہزار شخص نظر آتے ہیں۔ لیکن دو برس کے بعد جب فتح مکہ کے لئے مسلمان نکلتے ہیں تو دس ہزار مسلمانوں کا جم غفیر دکھائی دیتا ہے پھر اس سے دو سال بعد جب حجۃ الوداع پر نظر ڈالتے ہیں تو شمع توحید کے گرد ایک لاکھ چوبیس ہزار پروانے اڑتے دکھائی دیتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے شاندار نتائج کے متعلق ایک غیر مسلم کی رائے بھی سن لیجئے۔ پادری مارس سیل (Sale Morrison) پی ایچ ڈی لکھتا ہے:
" اسلام کی جنگی اور سیاسی فتوحات کی فہرست میں ایک ابتدائی اور شاید سب سے بڑی فتح کا ذکر اکثر نظر انداز ہو جاتا ہے مسلمان اہل قلم اول تو اس کی اہمیت ہی نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے ہیں تو اس کی قدر و قیمت کچھ زیادہ نہیں لگاتے۔ یہ فتحمندی زور و قوت کی نہیں ضبط و احتیاط کی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری مراد مکہ کے سرحدی مقام حدیبیہ کی صلح سے ہے جہاں محمد صلعم اور قریش کے درمیان قوت ارادی کی ٹکر تھی۔

اندرونِ عرب کے گوشہ گوشہ میں اور بیرونِ عرب کے دور دور علاقوں تک اپنی ضیا پاشیاں کرنے لگیں۔ اس وقت جب آپ کو صلح و امن کی وجہ سے اپنے مقصد کی کامیابی اور دستورِ ارتقاء کی اشاعت کا موقع مل جاتا ہے۔ تو آپ مبلغین کی جماعت کو تمام اندرونِ عرب میں پھیلا دیتے ہیں اور بیرونِ عرب میں سلاطین عجم کو دعوتِ اسلام کے پیغام بھیجتے ہیں۔ اور دنیا کو حقیقی امن و صلح کے اصول مقدسہ اور انسانی زندگی کے بہترین قوانین ارتقاء سے روشناس فرماتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقامِ محمود کی چوتھی منزل ہے۔

مقامِ محمود کی پانچویں منزل

لیکن اب تک چونکہ مرکزِ توحید دارالخلافۃ الالٰہیہ (مکہ) آزاد نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ کو مقامِ محمود کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے لئے ابھی ترقی کے اور مرحلے بھی باقی تھے جن کی طرف سورہ فتح میں وَیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ کے ذریعہ اشارہ فرمایا گیا تھا

(تتمہ حاشیہ صفحہ ۲۴۷) ...... بالآخر مکہ والوں نے مصالحت کی شرطیں پیش کیں ...... محمدؐ نے یہ شرائط منظور کر لئے۔ پیغمبر کے سیرت نویس ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ اسلام کو کوئی فتح اس صلح سے بڑھ کر اس سے قبل حاصل نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ جنگ موقوف ہو گئی تھی اور لوگ گفتگو و مباحثہ میں مشغول ہو گئے تھے۔ جس میں کچھ بھی عقل کا حصہ تھا وہ اسلام قبول کر لیتا تھا۔ خود قرآن نے (سورہ فتح آیت ۲۶) جاہلیت کے استکبار۔ وحشت و درندگی کا تقابل اس صلح حدیبیہ کے سلسلے میں صبر و سکینت و تقویٰ الٰہی سے کیا ہے"

آخر میں پادری صاحب رقمطراز ہیں:۔

"ہم جس چیز کی داد صلح حدیبیہ میں دیتے ہیں وہ فریقین کی مصالحت جوئی ہے۔ (حالانکہ مصالحت جوئی کا اظہار صرف ذاتِ پیغمبر برحق سے ہوا تھا نہ کہ فریقین سے) اور یہ تعلیم یسوع کا اگر معجزہ نہیں تو اور کیا ہے ...... اور ایسے کردار سے بڑھ کر کون شہزادۂ امن کے پیمبرانہ لقب کا مستحق ہوا ہے یسوع کا قول ہے کہ صلح کرانے والے فرزندانِ خدا ہیں"

(رسالہ مسلم ورلڈ امریکہ اکتوبر ۱۸۹۶ء)

جس میں گویا یہ بتایا گیا تھا کہ یہ فتح مبین آپ کے اس رتبہ عالیہ کا ذریعہ اور پیش خیمہ ہے جس کو اتمام نعمت کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو مستقبل میں ترقی کا وہ شاندار موقع بھی میسر آنیوالا ہے جبکہ آپ پر اتمام نعمت کیا جاوے گا چنانچہ اس کے بعد آپ کی زندگی کا وہ دور شروع ہوتا ہے جبکہ آپ مرکز اسلام (مکہ مکرمہ) میں دس ہزار قدوسیوں سمیت فاتحانہ داخلہ فرما کر تمام ملک عرب کو لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کا شاندار نظارہ کراتے ہیں اور اہل کتاب کی چشم بصیرت کھولنے کے لئے کتب سابقہ کی اس پیشگوئی پر مہر تصدیق ثبت فرماتے ہیں جس کا ذکر تورات میں یوں کیا گیا تھا۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پہ طلوع ہؤا۔ اور فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہؤا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے داہنے ہاتھ پر ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔" (استثناء ۳۳ : ۲)

حضرت سلیمان علیہ السلام بھی اس پیشگوئی کی یاد اس طرح تازہ فرماتے ہیں :-

"دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہے۔" (غزل الغزلات ۵ : ۱۰)

یہ آپ کے مقام محمود کا پانچواں نظارہ ہے جس کی آپ کو پہلے ہی سے مکہ میں بشارت دی گئی تھی۔ اور اس عظیم الشان فتح کی گھڑی کا منتظر بنایا گیا تھا۔ جس کی عرصہ دراز سے اصحاب صحف اولیٰ کو بھی انتظار تھی۔

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ۝ (السجدہ ۲۹ ، ۳۰)	کہدو فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان سود مند نہ ہوگا۔ اور نہ انہیں مہلت دیجائیگی سو تو ان سے منہ پھیر لے اور انتظار کر وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

اس عظیم الشان پیشگوئی کے پورا ہونے پر آپ کی بشارت کیلئے ایک پوری سورۃ (سورۃ النصر) نازل ہوتی ہے جسمیں آپکو پھر ایک نہایت بالشان کام کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔

۱؎ یعنی نظام صلح کے قائم رکھنے کی تعلیم دی جاتی اور اس کا دستور پیش کیا جاتا ہے اور بتایا جاتا ہے کہ فاتح قوم کا نصب العین کیا ہونا چاہیئے۔ اس کی تفصیل احقر نے اپنے ایک مضمون تفسیر سورۃ النصر میں کی ہے اس کے لئے آپ رسالہ "مضامین لطیفہ" ملاحظہ فرمایئے جو چھپ چکا ہے

Marfat.com

مقامِ محمود کی چھٹی منزل

یہ آپ کے مقامِ محمود کا اگرچہ اعلیٰ منظر تھا لیکن وہ عظیم الشان کام جو آپ کے ذمے عائد کیا گیا تھا۔ یعنی لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ کا نظارہ تمام دُنیا کو کرانا عمر طبعی کے لحاظ سے آپ کی زندگی میں پورا ہونا محال تھا۔ لہٰذا اس کی تکمیل کی بہترین صورت یہ ہونی چاہیئے کہ آپ اپنے خدام کو اس کام کے لئے تیار کریں۔ اور تکمیل مقصد کے لئے انہیں ویسے اصول بتائیں جن کے ذریعہ وہ آپ کے منصب پر کھڑے ہو کر آپ کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچائیں۔ اس وقت ان کی سرانجامی درحقیقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہی سرانجامی ہوگی۔ اور آپ ہی کے کمالات کا وہ شاندار نظارہ ہوگا۔ چنانچہ اس کام کی تکمیل کے لئے فتح مکہ کے بعد آپ کی زندگی کا وہ شاندار دور شروع ہوتا ہے جبکہ آپ اپنے مقصد بعثت کی تکمیل کے لئے اور تمام اقوام عالم میں اشاعت و تبلیغ اور تمام ادیان پر اعلاء کلمۃ اللہ کرنے کی احسن تدبیر بتانے کے لئے تمام مسلم قبائل عرب بلکہ امت مسلمہ کے جمیع نمائندوں کو دعوت دے کر آخرین دور زندگی میں وہ آخری عبادت جو سلوک تشریع کا آخری مقام اور خاتم منازل ہے جس کو شریعت حج کے نام سے موسوم کرتی ہے ادا فرماتے ہیں۔

حج کے اسی فلسفہ کی طرف سورۂ حج میں یوں اشارہ فرمایا ہے۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ یعنی حج کے ذریعہ قوموں میں تبلیغ کرو۔ کیونکہ یہی حج اشاعت و تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔ اسی کی وساطت سے تمام عالم میں اشاعت و تبلیغ کا سلسلہ قائم کیا جا سکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اس دینِ الٰہی کی پکار پر اطرافِ عالم سے لوگ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوں گے۔ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ (الحج: ۲۸) اسی حج میں سرفروشانِ ملت اور خواصِ امتِ مسلمہ کا اجتماع بھی اس لئے بھی ہوتا ہے کہ بعد اختتام مناسکِ حج جذباتِ ملیہ سے لبریز ہو کر اس فرضِ الٰہی کو انجام دیں جس کی طرف یوں توجہ دلائی گئی ہے فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ: ۲۰۰) یعنی دُنیا میں ذکرِ الٰہی کا غلغلہ بلند کریں۔ اور ہر ایک قسم کی مجالس و مجامع میں ذکر اللہ کو ملحوظ

Marfat.com

اور نصب العین رکھیں اسی حج میں تمام امتِ مسلمہ کے نظامِ اجتماعی کا وہ راز مضمر ہے جس کا مقابلہ دنیا کی نہ کوئی قومی کانفرنس کر سکتی ہے اور نہ کوئی مذہبی مجلس۔

پس یہ حج آپ کے مقامِ محمود کا وہ آخری نظارہ تھا جو آخری دورِ حیات میں ہوا اُس وقت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی بشارت نازل ہوئی ہے اور مقامِ محمود کے اُن مجمل اشارات کی جو بشارات سابقہ میں تھے تفصیل و توضیح فرما دیتی ہے۔ یہ مقامِ تکمیلِ دین رتبہ خلافتِ کبریٰ کو مستلزم ہے کیونکہ مکمل دین کے لئے لازم ہے کہ اپنی سطوت و شوکت کا سکہ ناقص ادیان پر بٹھائے۔ اور ملتِ حقہ کا فطری تقاضا ہے کہ ملل باطلہ کا فنا و استیصال کرے۔

یہ مقام (تکمیلِ دین) افضل الرسل کا خصوصی مقام ہے جس پر انبیائے سابقین فائز نہیں ہو سکے، بلکہ اپنے بعد اس نبی کے آنے کی خبر دے گئے۔ اور اپنی شریعت کو غیر مکمل کہہ کر ایک مکمل اور جامع شریعت کا منتظر بنا گئے ہیں جیسا کہ مطالعہ بائبل سے واضح ہوتا ہے۔

مقامِ محمود کا ساتواں دور

یہاں تک تو آپ کے مقامِ محمود کے وہ مناظر تھے جن کا ظہور آپ کی حیاتِ طیبہ میں ہوا جن کے چھ دورِ ارتقاء آپ کی شخصی زندگی میں گذرے جس طرح انسان کی جسمانی و روحانی ترقی کے چھ دور سورۃ مؤمنون کی ابتدائی آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی اصول پر نشو و ارتقاءِ ملت کے بھی چھ دور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس زندگی میں گذار کر ملاءِ اعلیٰ کے زمرہ میں شامل ہوئے لیکن آپ کے بعد آپ کی روحانی زندگی کی تکمیل کے لئے مقامِ محمود کا ایک ساتواں دور ابھی باقی تھا۔ جس میں لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ کے وعدہ کا ایفاء کیا جانا تھا۔ چنانچہ اس کی بشارت آپ یوں فرما گئے کہ

"اسلام پر ایک ایسا زمانہ آئے گا۔ جبکہ زمین کے چپہ چپہ پر کلمہ اسلام کی منادی ہوگی۔ اور کوئی گھر ایسا نہ ہوگا جو اسلام کی صدا سے خالی رہ جائے۔" (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

یہ وہ دور ہوگا۔ جبکہ مقامِ محمود کی کامل تجلی نمودار ہوگی۔ اس وقت دنیا کی تمام قوموں اور مذاہب میں ایک کھلبلی پیدا ہوگی اور ان کی مذہب اسلام سے نبرد آزمائی ہو کر آخر میں انہیں شکست و قلت نصیب ہوگی اور مذہب اسلام ان پر بذریعہ حجج و بینات

Marfat.com

فتح و غلبہ پائے گا۔ اس زمانہ کے پیشوا کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پہلو سے اپنا بروز[1] اور دوسرے پہلو سے بروزِ مسیح[2] فرمایا ہے۔ اور اس کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام بھی یوں فرما گئے ہیں:۔

"بادشاہت کی خوشخبری کی منادی[3] تمام دنیا میں ہوگی تاکہ سب قوموں کے لئے گواہی ہو۔ اور اس وقت خاتمہ ہوگا۔" (متی ۲۴ : ۱۴)

چنانچہ اس زمانہ میں اشاعت و تبلیغ دین کی تکمیل[4] ہوگی جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تاسیس دین کی تکمیل ہوئی۔ اور اس شاندار زمانہ کی عظمت جتانے کے لئے آپ نے یہ تمثیل فرمائی:۔

"میری امت کا حال بارش کی طرح ہے۔ یہ خبر نہیں کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری حصہ۔" (ترمذی)

---

[1] ابوداؤد کتاب المہدی۔ [2] بخاری باب نزول عیسیٰ۔ ۱۲ منہ

[3] رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو خاتم الخلفاء فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ مستدرک حاکم)

[4] اس دورِ اشاعت و تبلیغ دین کی تکمیل کی طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمودہ اس دعا میں اشارہ ہے جو اذان کے بعد یہ الفاظ مانگی جاتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَا الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ۔ اس دعا میں چند امور قابلِ غور ہیں:۔

(۱) حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اذان کو دعوتِ تامہ فرمایا۔ کیونکہ اس کا علی الاعلان عالمگیر حیثیت سے زمانہ پانچ وقت صفحۂ ارضی کے گوشے گوشے میں کی جاتی ہے۔ اور دعوتِ توحید کی اس پکار حق سے گویا دنیا کو جھنجھوڑتے ہوئے یہ سبق دیا جاتا ہے کہ قیام امن کی صورت عقیدۂ توحید اختیار کئے بغیر ممکن نہیں۔ اس دعوت کی منادی خصوصیت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جماعت کے ذریعہ کفرستان یورپ میں بھی اس وقت ہو رہی ہے۔ جبکہ مغربی ممالک میں جگہ جگہ مساجد تعمیر ہو کر ان کے میناروں سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ دوسری طرف آسمانی منادِ مبلغین اسلام اپنے لٹریچر کے ذریعہ توحید کی منادی بڑی بڑی اقوام کے گھروں اور گرجوں، پارکوں تک میں کر رہے ہیں۔

(۲) وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ باقی مذاہب عالم جو قومی حیثیت میں ہونے

یہ دور حضرت مسیح موعود اور مہدی مسعود کا ہے جس کے کان ہوں سنے اور جس کی آنکھیں ہوں دیکھے۔

روی عن ابی ھریرۃ رضی انہ قال ھٰذا وعد من اللہ بانہ تعالیٰ یجعل الاسلام عالیًا علی جمیع الادیان وتمام ھٰذا یتحصل عند خروج عیسٰی وقال السدی ذالک عند خروج المھدی۔ (تفسیر کبیر رازی جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ اس آیت لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مذہب اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دے گا۔ اور اس کی تکمیل حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے وقت ہوگی اور سُدی نے کہا کہ یہ تکمیل مہدی کے وقت میں ہوگی۔

اس دور کا آغاز اور مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا زمانہ کب ہوگا؟ اس کا جواب بھی اسی آیت عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا میں موجود ہے اعداد آیت بحساب جمل ۱۲۹۷ ہیں اور چونکہ سورۃ بنی اسرائیل کا نزول زمانہ ہجرت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۲)

کے باعث وقتی شرائع کے حامل تھے ان کے محدود دائرہ کے دور ختم ہوئے پہلی شرائع کی مذہبی جو اپنے اپنے اوقات میں جاری ہوئی تھیں وہ سب منسوخ ہو چکیں۔ اب ان مذاہب کی بنیادی عبادات نظام صلوٰۃ و عبادات کا کوئی پتہ نہیں لگتا۔ کہ ان کی اصل حقیقت کیا تھی اور ان شرائع کے لانے والوں کا اسوۂ عمل کیا تھا۔ مگر اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کا قیام و بقا قیامت تک ہے لہٰذا اس کی عبادات کا نظام صلوٰۃ بھی اس کی زندہ شریعت کی طرح ہمیشہ اپنے صحیح اصول اسوۂ رسولؐ پر قائم و دائم رہے گا

۳۔ دعا میں تیسرا فقرہ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ ہے اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ شریعت و عبادات اسلامی کا نظام اگرچہ آخر دنیا تک قائم رہنے والا ہے مگر ایک وقت میں ان کی روح میں فتور پڑ جانا تھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔ لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ (مشکوٰۃ کتاب العلم) کہ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ اور قرآن کی تلاوت محض رسمی ہوگی۔ نیز فرمایا۔ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدٰی (کنز العمال) مساجد اگرچہ ظاہر میں تو آباد ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی۔ پس ان مفاسد کے باعث انوار اسلامی کی چمک دنیا میں مدھم پڑ جانے کو قرآن حکیم میں بھی ایسی پیشگوئی تھی۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ [illegible]

Marfat.com

تقریباً چھ سال قبل ہے۔ لہذا چھ سال منہا کرنے سے ۱۲۹۰ھ بنتا ہے ٹھیک یہی سال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور کا ہے۔ اور یہی خبر صحف اولی میں بھی پہلے سے دی گئی۔ چنانچہ دانیال نبی کی کتاب میں مسیح موعود کے زمانہ ظہور کے متعلق لکھا ہے۔

"جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی۔ ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے" (دانیال ۱۲:۱۱)

چنانچہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک طرف تو یہ وحی الٰہی بالفاظ قرآنی عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا نازل ہو کر سابقہ وعدہ کی یاد تازہ کرتی ہے۔ دوسری طرف آپ کو یہ الہام بالفاظ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا[1] ہو کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وحی سابقہ میں جس وعدہ

بقیہ حاشیہ

اسلام کے انوار سے جگمگا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ اس موعود ہستی کو مبعوث فرمائیگا جس کے ظہور کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ظہور قرار دیتے ہوئے فرمایا۔ یواطی اسمہ اسمی (ابوداؤد) اس موعود ہستی کی آمد کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم خود بھی دعائیں مانگتے رہے اور امت کو بھی اس کی یہ تلقین فرمائی۔ اٰت محمد الوسیلۃ (الٰہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ وسیلہ اور ذریعہ عطا فرما جس کی مساعی جمیلہ سے اسلام کا غلبہ ادیان عالم پر ہو۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی حمد کے ترانے اقصائے عالم میں گونجیں۔ یہ دور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کا دوسرا آخری دور ہے جس کا ظہور اسی دنیا میں مقدر تھا۔ اسی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وابعثہ مقاما محمودا۔ جس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ کام اصل میں تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ذریعہ سرانجام پانا تھا۔ مگر چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اپنی بشری زندگی کا معین دائرہ دنیا میں سے گذار کر آپ کی روح اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف پرواز کر گئی اور اب دوبارہ اسی دنیا میں آپ کا ظہور ناممکن۔ لہذا یہ کام آپ کے غلام بروز کامل مظہر اتم مہدی موعود کے ذریعہ سرانجام پانا تھا۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام محمود کا سا دوسرا دور تکمیل پذیر ہونا مقدر تھا جو ہو رہا ہے۔ وکان وعد اللہ مفعولا۔

[1] تذکرہ طبع سوم صفحہ ۷۰۹۔

Marfat.com

کی توقع تھی۔ اس کے وقوع و ایفاء کا زمانہ یہی ہے۔ آپ کو اس موعود مقام پر کھڑا کر کے عظیم الشان فتوحات کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے آپ کو ایک موعود بیٹے شیلی فاروق فضل عمر محمود (ایدہ اللہ الودود) کی بشارت دی جاتی ہے جس کے واسطے فاروق اعظم کی طرح مسراُسیلی قبلہ کی فتح اور بلاد شام کا قطب الاقطاب ہونا پہلے نوشتوں میں بھی ظاہر کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ پانچویں صدی ہجری میں ایک عارف باللہ امام یحییٰ بن عقب الماحی اشعار میں آپ کی بشارت یوں فرماتے ہیں۔

ومحمود سیظهر بعد هذا

ویملک شام بلا قتال (شمس المعارف جلد۳ ص۱۱۱)

اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں آپ کو قطب الاقطاب فرماتے ہیں۔ آج بفضلہ تعالیٰ یہی قطب الاقطاب نہ فقط ملک شام کے روحانی فاتح ہیں بلکہ اقطار عالم یورپ و امریکہ و افریقہ وغیرہ میں آپ کے امضبوط روحانی قلعے (مشن اور مساجد) قائم ہیں۔ خاصکر یورپ کے مرکز تثلیث (دار الخلافہ لندن) میں اپنے مبارک ہاتھوں سے مرکز اعلاء کلمۃ اللہ (مسجد الفضل[1]) کی بنیاد رکھ کر مقام محمود کی تجلی اعظم اور فتح مبین کا نشان دنیا کو دکھلا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّبْعَثَکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا کو پورا کر دیا۔ اللھم صلّ وسلّم علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔ فالحمد للہ الذی صدق وعدہ۔

مقام محمود کے یہ ارتقائی ادوار تو عالم دنیا کے ہیں لیکن ان سب کے اخیر میں ایک وہ دور بھی ہوگا جس پر احادیث شفاعت روشنی ڈالتی ہیں۔ جبکہ تمام امتیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لوائے حمد کے نیچے کھڑی ہوں گی۔ آپ کے مقام محمود کی بشارت کتب سابقہ میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ

---

[1] اس کتاب کے زمانہ تصنیف اور اشاعت طبع اول کے وقت مغربی ممالک میں یہی ایک مسجد الفضل تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس وقت تک بیرونی ممالک میں چھ سو سے زائد مساجد تعمیر ہو چکی ہیں۔ اور تقریباً سات سو تبلیغی مراکز مختلف ممالک میں قائم ہو چکے ہیں۔ ۱۲ منہ

کتاب حبقوق (۳: ۳) میں ہے۔

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔"

مقام محمود کی یہ فضیلت اعلیٰ فقط خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے حصہ میں آئی۔ اور بطفیل غلامی و وراثت روحانی آپ کی امت بھی ضمناً و تبعاً اس نعمت عظمیٰ سے مشرف ہوئی۔ مگر آپ سے پہلے انبیاء اور امم سابقہ اس رتبہ کو

لہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ھو المقام المحمود الذی لا یشارکہ فیہ احد من الانبیاء والرسل الا اولیاء امتہ (ہدیہ مجددیہ صلا)	یہ وہ مقام محمود ہے جس میں سابقہ انبیاء و رسل میں سے آپ کا کوئی شریک نہیں ہاں امت کے اولیاء اس میں شریک ہونگے

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ مقام محمود کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

اے فی مقام یجب علی الکل حمدہ وھو مقام ختم الولایۃ بظھور المھدی (تفسیر ابن عربی صلا ۱۹)	یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایسے مقام میں ہونگے جسکی بناء پر ہر ایک شخص کو آپکی تعریف کرنا واجب ہوگا اور یہ ختم ولایت کا مقام ہے جو ظہور مہدی سے وابستہ ہے۔

شیخ عبد الرزاق قاشانی رحمۃ اللہ شرح فصوص الحکم صلا میں فرماتے ہیں۔ فلہ المقام المحمود یعنی مہدی کے لئے مقام محمود ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

وانی علی مقام الختم من الولایۃ کما کان سیدی المصطفٰی علی مقام الختم من النبوۃ وانہ خاتم الانبیاء وانا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی ھو منی وعلی عھدی۔ (خطبہ الہامیہ صلا)	میں ختم ولایت کے مقام پر ہوں جیسا کہ میرے آقا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ختم نبوۃ کے مقام پر تھے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہی جو مجھ سے ہوگا۔ اور میرے عہد پر ہوگا۔

حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے اس مقام محمود کی تجلیا کو اور زیادہ روشن اور نمایاں کرنے کے لیے اس زمانہ میں

Marfat.com

نہیں پا سکیں۔ البتہ اس مقام سے نیچے ایک اور مقام ہے جس کو مقام کریم یا خلافت جزئیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس پر انبیاء سابقین اور ان کی امم فائز ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورۃ شعراء میں ہے :-

فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ	ہم نے انہیں باغوں اور چشموں اور خزانوں
وَّعُیُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ	اور عزت والے مقام سے نکال دیا۔ اسی
كَرِیْمٍ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا	طرح (ہم انہیں بھی نکالنے والے ہیں) اور ان
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ (شعراء ۶۰)	چیزوں کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔

کذٰلک کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس مقام رفعت و عزت کا استحقاق امت محمدیہ کو بھی ہے۔

مقام محمود کی اس تفسیر کی طرف بعض مفسرین نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ سید آلوسی روح المعانی میں لکھتے ہیں :-

قال بعضهم المراد	بعض مفسرین کا قول ہے کہ
بالمقام المحمود ما	مقام محمود سے مراد ہر وہ مقام ہے جو آنحضرت
ينتظم كل مقام يتضمن	صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و رفعت
كرامة له صلى الله عليه وسلم	پر مشتمل ہو اور بعض روایات میں کسی بعض

"حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور آپ کے بعد مجھے پیدا کیا۔ اور ہم سے اس نے آپ کے حسن کی وہ تعریف کروائی کہ آج اپنے تو الگ رہے بیگانے بھی آپ کی تعریف کر رہے ہیں اور یورپ اور امریکہ میں بھی ایسے لوگ پیدا ہو رہے ہیں جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ مگر یہ تغیر کیوں ہوا۔ اس لئے کہ اس روحانی دربار سے دربار خاص کا بادشاہ جس انعام کا اعلان کرتا ہے وہ انعام ملتا چلا جاتا ہے اور کوئی انسان اس کو چھیننے کی طاقت نہیں رکھتا۔ جب اس نے اپنے دربار میں یہ اعلان کیا کہ اے ہمارے گورنر جنرل! ہم تجھے ایسے مقام پر پہنچانے والے ہیں کہ دنیا تیری تعریف کرنے پر مجبور ہوگی تو کون شخص تھا جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ میں حائل ہو سکتا۔ اس نے محمدی انوار کی تجلیات کو دنیا میں روشن کیا اور اس کے حسن کو اتنا چمکایا کہ دنیا کی تمام خوبصورتیاں اس حسین چہرہ کے سامنے ماند پڑ گئیں اور دوست اور دشمن سب یک زبان ہو کر پکار اٹھے کہ محمد حقیقتاً محمد اور قابل تعریف ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔"

(سیر روحانی جلد دوم صفحہ ۲۷۸)

Marfat.com

والاقتصار فی بعض الروایات　　مقام کے ذکر پر کفایت کرنا کسی نکتہ
علی بعض لنکتۃ۔　　کی خاطر ہے۔

اس مقام محمود کو ہم نے ایک مقام پر خلافتِ کبریٰ بھی تعبیر کیا ہے۔ دورِ صحابہ اور تابعین سے بھی اس اصطلاح کے اشارات مل سکتے ہیں۔ چنانچہ امام المفسرین ابن جریرؒ مجاہدؒ سے اور واحدی اسباب نزول میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت لاتے ہیں۔

ان ذلك حين يقعده معه على العرش۔ اگرچہ ظاہری ومتبادر معنی کے اعتبار سے یہ روایت نہایت مخدوش ہے مگر غوامض و اسرار ربانی سمجھنے والے اور مجاز و استعارہ کی زبان سے سمجھ کی گفتگو جاننے والے سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں عرش سے مراد تخت خلافتِ الٰہیہ ہے جو انسانی پیدائش کا مقصدِ اعلیٰ ہے۔ جس کا انتہائی نکتۂ کمال مقام ختم نبوت ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سرفراز ہوئے۔ اور معیت سے مراد وہ مقامِ قرب و وصال ہے۔ جس کی طرف آیت دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی میں اشارہ ہے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

Marfat.com

مقامِ محمود کی اولین منزل کی ابتداء

ہجرت اور قیامِ خلافت کی دعا

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا ۝

گزشتہ آیت میں مقامِ محمود کے عطا ہونے کا وعدہ تھا۔ اب اس میں اس کے حصول کے لئے اسبابِ رُوحانیہ کو کوشش میں لانے کے لئے دعا کا حکم دیا جاتا ہے کیونکہ دعائے مسلم ظفر و فتح کے اسبابِ روحانیہ کی کشش کرنے میں وہ قوت رکھتی ہے جس کا مقابلہ اشیاء مادیہ سے کوئی چیز نہیں کر سکتی۔

ترجمۂ دُعا

اے قوموں کی تربیت کرنے والے اور ان کو ترقی کے مقاماتِ عالیہ پر پہنچانے والے پروردگار۔ جب آپ مجھے دارالہجرۃ میں داخل فرماویں تو وہ وعدہ سچا نکلے جو حکم ہجرت پر متفرع تھا۔

اس وعدہ کا ذکر سورۂ نساء میں موجود ہے:۔

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ (النساء: ۱۰۰)	جو شخص اللہ کی راہ میں ہجرت کرے۔ وہ زمین میں عمدہ جگہ اور آسودگی پائے گا۔

اور جب تو مجھے اس شہر سے نکالے تو اس طرح نکال کہ نکلنے پر جو وعدہ دیا گیا ہے وہ بھی سچا اترے۔ وہ وعدہ کیا تھا؟ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ:

اِذًا لَّا یَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝	تیرے نکلنے پر بہت تھوڑا عرصہ بعد یہ نہیں رہیں گے۔

دوسری دُعا قیامِ خلافت کے لئے یہ ہے کہ:

Marfat.com

وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ اے میرے رب! ہجرت کے ذریعہ آزادی حاصل کرنے کے بعد دین کی حفاظت کے لئے ہمیں اس قدر قوت و اقتدار ہو کہ جو قوم اس وقت ہمارے مقابلہ میں آئے ہمیں اس پر غلبہ اور فتح ہو۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اس وعدہ کا ایفاء یوں ہوا کہ مسلمانوں کی مختصر سی جماعت کو اس قدر طاقت و شوکت مرحمت ہوئی۔ کہ انکے مقابل عرب کی بہادر قوم کے لشکر جرار بھی ہر ایک مقابلہ میں پسپا ہوتے رہے۔ یہانتک کہ عرب سے باہر عجمی قوموں نے جب اسلام کے امڈتی شوکت سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی مقابلہ کے لئے اُٹھ پڑیں۔ مگر اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ وہی جس کو دنیا مانتی ہے۔ مشرقی اور مغربی قوموں کے مرکز فتح ہو چکے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں مسلمانوں کے ہاتھوں میں آگئیں۔ اس پیشگوئی کا ذکر بطور تفسیر آیت حضرت حسنؓ یوں فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی کو وعدہ دیا تھا کہ ملک فارس اور روم کی سلطنت اور عزت چھین کر تجھے دوں گا" (ابن جریر)

مقامِ محمود کی دوسری منزل

البطشۃ الکبریٰ کا اشارہ

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

یہاں سے گذشتہ دعا کی قبولیت کا اظہار ہوتا ہے۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اعلان کر دو کہ اب اسلامی حکومت (خلافۃ الٰہیہ) کا قیام اور اسکی زبردست قوت کے نظارہ کا وقت آچکا اور شیطانی کارروائیوں اور ابلیسی منصوبوں کی قوت مٹ چکی۔ کیونکہ عنقریب باطل طاقت کا مقابلہ حق کی پُرزور قوت سے ہونیوالا ہے اسوقت باطل کی قوت پاش پاش ہو جائیگی۔ اور یہ اشارہ ہے غزوۂ بدر کبریٰ کی طرف جس کی غرض و غایت دوسرے موقعہ پر اسی حق کا اظہار ہونا بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (الانفال ۸:۷)	اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اپنی پیشگوئی کے ذریعہ حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑھ کاٹ دے تاکہ حق کی سچائی اور باطل کا جھوٹ ظاہر کر دے گو مجرم لوگ اسے بُرا منائیں۔

مگر اس سے پہلے ضرورت ہے کہ وہاں سے ہجرت کی جائے۔ کیونکہ جبتک نبی اس قوم میں موجود ہوتا ہے اس پر عذاب الٰہی نہیں آسکتا۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ اس لئے پہلے ہجرت کی دُعا تلقین فرمائی گئی تاکہ اس کے بعد اس بَطْشَةُ الْكُبْرٰى کا وقت آئے جس کی پہلے سے انتظار دلائی گئی تھی۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ۝ (الدخان ۱۷-۱۶)	جس دن ہم سخت گرفت سے پکڑیں گے۔ اور ہم ضرور سزا دینے والے ہیں اور ہم نے ان سے پہلے بھی فرعون کی قوم کو عذاب میں پکڑا اور ان کے پاس معزز رسول آیا۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ بطشِ اکبر ان رؤساء کے ہی بطش کے لئے وہی نسبت رکھتا ہوگا۔ جو قوم فرعون کے لئے غرقِ بحر کی نسبت تھی۔

باطل کے مٹانے کا قاعدہ

پس چونکہ اس بطشۂ کبریٰ سے مقصد باطل کا مٹانا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جس کے ہاتھوں یہ مقصد انجام پاسکے۔ اس جماعت کی تیاری کے لئے قرآن حکیم کا نزول ہو رہا ہے۔ لہذا فرمایا۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ گویا یہاں سے باطل کے مٹانے کا قاعدہ بتایا جاتا ہے یعنی جب اس کے زہوق و فنا کا وقت آتا ہے تو تدبیر الٰہی میں اس کی نوعیت یوں ظاہر ہوتی ہے کہ بذریعہ وحی ارتقاء انسانی کا اعلیٰ نصاب اور علوم حقّہ کی صحیح سکیم نازل کی جاتی ہے جس کو صحیح الفطرت طبائع قبول کر کے اسے اپنے پاک دلوں میں جگہ دیتی ہیں۔ اور ہر قسم کی خبائث الٰہیہ سے تنفّر شدہ قومیں اس کو اچھی زندگی کا دستور العمل بنا لیتی ہیں جس سے ان میں ایک

Marfat.com

نئی قسم کی زندگی اور جدید طرز کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اخلاقی نقائص کی بیماریوں سے شفا پا کر وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کے اتفاقات ادنیٰ مقاصد کی کوتاہیوں سے پاک ہو کر اپنی زندگی کا نصب العین خلافت الٰہیہ کو بنا لیتی ہیں۔ اس کے ذریعہ ان کے دل و دماغ اس قدر ترقی یافتہ اور ان کے عزائم اس قدر بلند ہو جاتے ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ تمام کائنات ہماری ہی خدمت گزاری میں مصروف ہے۔ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۔ اسی لئے سوائے ذات احدیت کے اور کسی سے نہیں ڈرتے۔ لَا يَخَافُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ؛

اسی قانون الٰہی کے ذریعہ اپنی زندگی کا مقصد یہ جان لیتی ہیں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ (آل عمران ۱۱۰)

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کیلئے نکالے گئے ہو۔ تمہارا کام نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے۔

اور انکی بعثت کا مقصد یہ معلوم ہو جاتا ہے۔

كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۔ (بقرہ ۱۴۳)

جیسا ہم نے تمہارا قبلہ اعلیٰ بنایا ایسا ہی ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں کے حالات کی نگرانی کرو۔

اور انہیں اپنے مستقبل کا یہ وعدہ یاد ہوتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ ۔ (نور ۵۵)

تم میں سے جو ایمان لائے۔ اور جنہوں نے نیک اعمال کئے ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا۔ جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ انکے لئے انکے دین کو جو اس نے انکے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کردیگا ؛

اور اس وعدہ کی تکمیل اور عزم راسخ کے لئے ہر وقت انہیں یہ بشارات پیش نظر رہتی ہیں :۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ (آل عمران ۱۳۹)

نہ سست ہو اور نہ غمگین ہو اگر تم مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے۔

Marfat.com

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ه (المجادلہ: ۲۱)	اللہ تعالیٰ نے لکھدیا ہے کہ ضرور میں اور میرے رسول غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔
اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ه (المومن: ۵۱)	یقیناً ہم اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں نصرت عطا کرتے ہیں۔ اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہونگے۔

پس یہ وحی الٰہی نازل ہو کر ایک طرف تو مسلم کو نشو و ارتقاء کی صحیح راہ بتا کر معراجِ کمال پر پہنچاتی اور اس کے دل و دماغ میں فاتحانہ جذبات پیدا کر دیتی ہے۔ دوسری طرف ظالم نفوس فاسد الفطرت طبائع کے دلوں پر اپنی شوکت و سطوت کا ایسا رعب بٹھا دیتی ہے جس سے ان کے قوائے ارادیہ پست اور قوائے دماغیہ کند ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ مسلم کے مقابل پر انہیں کوئی راہ کامیابی کی نہیں سوجھ سکتی۔ وحی الٰہی کے انہیں دونوں کاموں کو انذار اور تبشیر کے دو عنوانوں سے ذکر کیا جاتا ہے۔

یہ وحی الٰہی مسلم ہستی کے نشو و ارتقاء کے لئے وہی کام دیتی ہے جو غنچہ نونہال کے لئے ابرِ بہاری کا کام دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل بد قسمت اور ظالم نفوس وحی الٰہی کی اس بارش کو عذاب و قبول کرنے کی بجائے الٹا اس کے مخالف ہو کر مقابلہ پر اتر آتی ہیں۔ اور اس کی ہر تحریک حق کے مقابل شیطانی تحریک کو اپنا پیشوا بنا کر ذلت و نامرادی کے ساتھ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ه

مگر یاد رہے کہ یہ قرآن مجید کی قوتِ تاثیر کا قصور نہیں بلکہ ان کی فاسد فطرت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ وحی الٰہی بارش کی مانند ہے جو انسانی قلوب کی زمینوں میں آبپاشی کرتی ہے۔ اور ان کی استعدادات کامنہ کو نشو و نما دے کر منصہ ظہور پر لاتی ہے۔ ان خیراً فخیراً و ان شراً فشراً رشعر)

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔۔۔ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

لیکن زمین اور انسان میں یہ فرق ہے کہ زمین تو اپنی حالت کی تغییر و اصلاح کا اختیار تو نہیں رکھتی۔ البتہ انسان کو اس پر قدرت و اختیار ہے۔ اگر چاہے تو اس

Marfat.com

بارشِ وحی کے ساتھ تغیر پیدا کر سکتا ہے۔ مگر بد قسمت ظالم کی تو یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ جب اس کے سامنے صحیح دستورِ ترقی پیش کیا جاتا ہے۔ تو بجائے فائدہ اٹھانے کے اعراض کرتا اور کنارہ کش ہو جاتا ہے۔ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ پھر جب اس اعراض کی وجہ سے اس پر ذلت و لعنت کی مار پڑتی ہے۔ تو اب اسے احساس ہو جاتا ہے۔ کہ اس نکبت و ادبار سے نکلنے اور مقامِ ترقی حاصل کرنے سے اسے بالکل یاس و حرمان ہے۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۚ

جب کسی قوم پر یہ حالت آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قاعدہ ہے کہ اسے کسی قسم کی ترقی کی راہ نہیں دکھاتا۔ چنانچہ متعدد مقامات میں یہ ارشاد ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ظالم قوم سے ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کی استعداد سلب کر لیتا ہے۔

اعلانِ آزادی

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۭ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا

دستورِ ترقی بتا دیا گیا۔ اور اصنافِ فطرتِ انسانی بھی بیان کر کے یہ واضح کیا گیا۔ کہ یہ وحی الٰہی ان کی مخفی استعدادات کو نشو و نما دے گی۔ اب اعلانِ آزادی دیا جاتا ہے کہ اس وحی الٰہی کو تسلیم کرانے میں کسی پر جبر نہیں ہوگا۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے مقتضائے طبع پر چلے۔

شَاكِلَتِهٖ: شاکل کی مؤنث ہے جس کے معنی مثل۔ نظیر۔ مشابہت۔ مسلک۔ طریقہ۔ مذہب اور عادت کے ہیں۔ محاورہ ہے۔ لست علی شکلی ولا علی شاکلتی۔ تو میرے مسلک اور طریقہ پر نہیں ہے۔ فیہ شکلۃ او شاکلۃ من ابیہ۔ اس میں اپنے باپ سے مشابہت ہے۔ مجاہد نے شاکلۃ کی تفسیر طبیعت سے کی ہے۔ بعضوں نے وہ عادتیں مراد لی ہیں جن پر انسان کی ترکیب ہوتی ہے۔ علی

Marfat.com

عادته التی الفہا۔ ابوبکر جصاص نے لائق اور مشابہ کے معنی لئے ہیں (احکام القرآن للجصاص جلد ۲ صفحہ ۲۵۵) ابوحیان اندلسی کہتے ہیں۔ شاکلہ کے معنی اس طریقے اور روش کے ہیں جو انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے (بحر محیط) حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ علی شاکلتہ ای طریقتہ التی جبل علیہ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ صفحہ ۲)

قرآن حکیم نے اسے انسانی پیدائش کا فطری جوہر قرار دیا ہے۔ فرمایا۔ فطرۃ اللہ التی فطر النّاس علیہا لاتبدیل لخلق اللہ (روم: ۲۱) مذہب و شریعت اسی فطری جوہر کے نشوو ارتقاء کے سامان مہیا کرتا ہے۔

یورپ کے اکثر مصنفوں نے بھی مذہبی جبلت کو انسان کی اساسی صفتوں میں داخل مانا ہے۔ "ریبان" کے نزدیک مذہبی جبلت انسان میں ایسی ہی فطری ہے جیسے چڑیوں میں گھونسلا بنانا ان کی فطرت میں ہے۔ (معاشرتی نفسیات صفحہ ۵۵)

نٹشے۔ کانٹ اور پستا لوزی وغیرہ فلسفیوں نے نہایت وثوق کے ساتھ کہا ہے۔ کہ نفس انسانی کا جوہر مذہبی احساس ہے اور تمدنی زندگی کے لئے مذہب بمنزلہ روح کے ہے۔ (پستا لوزی کا فلسفہ صفحہ ۱۸۵)

خلاصہ مباحث رکوع ہذا

اس رکوع میں چند ایک فرائض مبلغ کے بیان فرمائے گئے ہیں:۔

۱۔ پہلا فرض عملی۔ قیام صلوٰۃ یعنی تعلق باللہ قائم رکھتے ہوئے خشوع و خضوع سے انابت الی اللہ کرنا۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔

۲۔ دوسرا فرض علمی۔ اشاعت و تبلیغ قرآن۔ یشیر الیہ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔

۳۔ تیسرا فرض تہجد۔ یعنی تبلیغ کے لئے مطالعہ کتاب اور استدعاء کامیابی

۴۔ چوتھا فرض دعا۔ یعنی فقط اپنے ہی اعمال و مساعی اور اسباب مادیہ پر بھروسہ نہ ہو۔ بلکہ کامیابی کے اصلی اور حقیقی اسباب روحانیہ کی تلاش بھی بذریعہ دعا کی جائے۔

۵۔ پانچواں فرض۔ نظام خلافت کے قیام کی ترغیب۔

۶۔ چھٹا۔ اعلان کامیابی۔ حکومت قرآن۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ اسی کی طرف مشعر ہے۔

۷۔ ساتواں۔ حکومت اسلام میں آزادی کا اعلان۔

Marfat.com

مخالفین کی تیسری تدبیر کا جواب

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ط قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور تجھ سے رُوح کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو روح (کا نزول) میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں تھوڑا ہی علم دیا گیا ہے۔

کفار قریش جب پہلی دو سیاسی سازشوں اور عملی کارروائیوں میں ناکام ہو چکے تو اب حملۂ اسلام کے لئے ایک تیسری نئی تدبیر علمی حربہ کی عمل میں لا رہے ہیں۔ مگر چونکہ اس اُمّی قوم کا دماغ ایسے علمی سلاح کے بنانے کے قابل نہیں تھا۔ اس لئے یہ ہتھیار ایک ایسی قوم سے لیتے ہیں جو مدتوں سے مدِّ مقابل اور حریف جماعت انبیاء علیہم السلام رہی ہے (یعنی یہود[1])

اہلِ کتاب چونکہ صحائفِ اُولیٰ میں یہ پیشگوئی پاتے تھے کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا برگزیدہ شخص مبعوث ہوگا۔ جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنا مثیل[2] اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنا محبوب[3] اور حضرت یسعیاہ اسے برگزیدہ خلائق[4] اور حضرت حزقیل[5] اسے فاتح قبلۂ اسرائیل[6]۔ اور حضرت ملاکیؔ اسے عہد کا رسول اور حضرت حبقوق[7] اسے قدوس[8] اور حضرت دانیال[9] اسے خدائی شہنشاہ[10] اور حضرت داؤد اسے خداوند کے نام پر آنیوالا[11] اور حضرت مسیح[12] اسے دُنیا کا سردار اور حضرت یوحنا[13] اسے بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند فرماتے ہیں۔

اس کے اوصاف میں سے ایک خصوصی صفت یہ مذکور تھی کہ

۱- وہ رُوحِ حق ہوگا۔ (یوحنا ۱۶: ۱۳)

۲- اس پر خدا کی رُوح رکھی جائے گی۔ (یسعیاہ ۴۲: ۱)

۳- اس روح کی بدولت تمام سچائی کی راہ دکھائیگا۔ (یوحنا ۱۶: ۱۳)

---

[1] چنانچہ تفسیر ابن جریر وغیرہ میں ہے کہ قریش نے یہ سوال یہود سے سیکھا تھا۔ منہ [2] استثناء ۱۸: ۱۵ [3] غزل الغزلات ۵: ۱۶ [4] یسعیاہ ۴۲: ۱ [5] حزقیل ۲۱: ۲۷۔ [6] کتاب ملاکی ۳: ۱ [7] حبقوق ۳: ۳ [8] دانیال ۲: ۴۵ [9] زبور ۱۱۸: ۲۶ [10] یوحنا ۱۴: ۳۰ [11] مکاشفہ ۱۹: ۱۶)

Marfat.com

۴- اس روح کی بدولت تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ (یوحنا ۱۶: ۱۳)

جس شخص پر یہ رُوح حق اُترے گی اگرچہ کتب سابقہ میں بیان کر دیا گیا تھا کہ

۱- اس کا مولد کوہ فاران (مکہ) ہوگا۔ (استثناء ۳۳: ۱)

۲- اور ہجرت گاہ کوہ سلع (مدینہ) ہوگی۔ (یسعیاہ ۴۲: ۱۱)

۳- اس کا خاندان بنی قیدار ہوگا۔ (" ")

۴- اس کی زبان عربی ہوگی۔ (" " ۲۸: ۱۱)

۵- وہ بنی اسرائیل کے قبلہ کا ناسخ ہوگا۔ (یوحنا ۴: ۲۱)

۶- اسکا قبلہ شوکت کا گھر (بیت اللہ الحرام) ہوگا۔ (یسعیاہ ۶۰: ۸)

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ مختلف انبیاء علیہم السلام آپؐ کا نام بھی بتا گئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت حجی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس کا نام محمدؐ ہے (غزل الغزلات ۵: ۱۶۔ کتاب حجی ۲: ۷)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپؐ کے اسم جمالی کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ فارقلیط (احمدؐ) ہے۔ (انجیل یوحنا ۱۴: ۲۵) باوجودیکہ ایسی بین اور واضح تصریحات موجود تھیں، مگر بدقسمتی سے یہود نے تعصب قومی اور جبلّی شرارتوں سے جان بوجھ کر ان بشارات کے بعض حصص کو چھپا دیا۔ اور بعض کی تحریف کر کے عوام میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ وہ شخص ہماری ہی قوم میں سے مبعوث ہوگا۔ کیونکہ افتخار قومی کے باعث یہ جائز ہی نہ سمجھتے تھے۔ کہ وحی الٰہی اسرائیلی قوم کے سوا کسی دوسری قوم میں نازل ہو۔ بالخصوص عرب کی اُمّی قوم میں۔ اسی بناء پر یہود نے قریش کو یہ حربہ علمی سکھایا۔ کہ آپؐ سے جا کر یوں سوال کرو۔ کہ وہ رُوح حق جس کی پیشگوئی کتب سابقہ میں مذکور ہے تمہارے ساتھ کیوں مخصوص ہے؟ جس کا جواب یوں دیا گیا۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي۔ یعنی اس رُوح کا نزول اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوا ہے۔ میرا اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ یہ مشیّت الٰہی کے ماتحت ہے جس پر احاطہ کرنا انسانی دماغ کا کام نہیں۔ کیونکہ انسانی علوم محدود ہیں۔ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ۔ دوسرے موقع پر فرمایا:-

اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۔ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔

(الانعام: ۱۲۵)

Marfat.com

تنقیح مبحث

رُوح کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ جن کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں تاکہ ان کی تنقید کی جا سکے :-

اختلف المفسرون فی المراد بالروح علی اقوال احدھا ان المراد ارواح بنی آدم قالہ العوفی عن ابن عباسؓ وقیل المراد بالروح جبریل قالہ قتادۃ وقیل ملک عظیم بقدر المخلوقات کلھا قالہ علی بن طلحۃ عن ابن عباس وقیل طائفۃ من الملائکۃ۔ (ابن کثیر)

وقیل الروح ھو القرآن۔ (معالم التنزیل والبیضاوی)

روح کے مفہوم میں مفسروں کا اختلاف ہے جس میں چند اقوال ہیں۔ پہلا قول یہ کہ اس سے مراد ارواح انسانی ہیں یہ بذریعہ عوفی کے ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ دوسرا قول یہ کہ مراد جبریل ہے یہ قتادہ کا قول ہے تیسرا قول یہ کہ روح ایک بڑا فرشتہ ہے جو ساری مخلوق کے برابر ہے علی بن طلحہ نے یہ قول ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے چوتھا قول یہ کہ اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے (ابن کثیر) پانچواں قول یہ کہ رُوح قرآن ہے۔

(معالم تنزیل اور بیضاوی)

اگرچہ یہ تمام اقوال اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان کے شواہد قرآن مجید سے مل سکتے ہیں (چنانچہ ہم وہ شواہد ذیل میں نقل کرتے ہیں) لیکن تحقیق طلب امر یہ ہے کہ یہاں کونسے معنے موزوں بن سکتے ہیں پس ہم تمام وہ آیات درج ذیل کرتے ہیں جو حقیقتِ رُوح پر روشنی ڈالتی ہیں۔ جن پر نظر غور کرنے سے عقدہ مذکور حل ہو سکتا ہے اور یہی فیصلہ کا صحیح طریقہ ہے جب تم کسی عقدہ میں پڑ جاؤ تو قرآن مجید ہی میں غور کرو۔ اسی میں ہی قولِ فیصل پاؤ گے۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔

وہ آیات جو رُوح کے مختلف معانی پر دلالت کرتی ہیں۔ پانچ قسم ہیں۔

۱۔ قسم اوّل۔ وہ آیات جن میں رُوح کا اطلاق وحی پر ہوا ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (النحل: ۲)

فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے۔

يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (المؤمن: ۱۵)

روح (وحی) کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے ڈالتا ہے۔

Marfat.com

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ (الشوریٰ: ۵۲)
اور اسی طرح ہم نے تیری طرف اپنے حکم سے وحی بھیجی۔

۲۔ قسم دوم۔ وہ آیات جن میں جبرئیل پر رُوح کا اطلاق ہوا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ - عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ؕ (الشعراء: ۱۹۳)
اس وحی کو روحِ امین لے کر تیرے دل پر اترا، تا کہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ ؕ (النحل: ۱۰۲)
کہہ دیجیے کہ اسے روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے حق کے ساتھ اتارا ہے۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ؕ (مریم: ۱۸)
پس ہم نے مریم کی طرف اپنے روح کو بھیجا جو اسکے سامنے صحیح وسالم بشر کی صورت میں نازل ہوا۔

۳۔ قسم سوم۔ وہ آیات جن سے مَلَکِ عظیم کا مفہوم نکلتا ہے۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ؕ (المعارج: ۴)
فرشتے اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھتے ہیں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ؕ (النبأ: ۳۸)
جس دن روح اور فرشتے صف بستہ ہو کر کھڑے ہوں گے۔

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ (القدر: ۴)
فرشتے اور روح لیلۃ القدر میں اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں۔

۴۔ قسم چہارم۔ وہ آیات جو روح القدس کے معنے میں مستعمل ہوئی ہیں۔ یعنی روحِ اعظم کی وہ تجلی جو خواص کے قلوب پر پڑتی ہے۔

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (البقرہ: ۸۷)
اور ہم نے اسکی روح القدس کے ساتھ تائید کی۔

اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ (المائدہ: ۱۱۰)
جبکہ میں نے تیری روح القدس کیساتھ تائید کی۔

اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ (المجادلۃ: ۲۲)
یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے انکی تائید فرمائی ہے۔

۵۔ قسم پنجم۔ وہ آیات جو روحِ انسانی پر روشنی ڈالتی ہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ
عمران کی بیٹی مریم کا حال دیکھو جس نے اپنی عصمت

Marfat.com

فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِنْ رُّوْحِنَا ۔ (التحریم: ۱۲) — تو جب محفوظ کیا تو ہم نے اپنی روح اس میں پھونکی۔

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ (الحجر وص: ۷۲) — پھر جب میں آدم کو ٹھیک کروں اور اپنی روح اسمیں پھونکوں تو تم اسے سجدہ کرتے ہوئے گر جانا۔

ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِهِ ۔ (السجدۃ: ۹) — پھر اسے ٹھیک بنایا اور اپنی روح اس میں پھونکی۔

ناظرین ان مجموعہ آیات پر نظر ڈالنے سے معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ روح کے ہر ایک معنے کے واسطے خاص قرینہ واقع ہوا ہے۔ چنانچہ روح انسانی کے لئے نفخ کا لفظ استعمال ہوا۔ اور روح القدس کے لئے تائید کا۔ اور ملک اعظم اور جبرائیل کیلئے نزول وعروج کا اور روح بمعنی وحی میں من امرہ کا قرینہ ذکر ہوا۔ بنا بر علیٰ ہذا یہاں جواب میں قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي فرمانا اس امر کا صاف وصریح قرینہ ہے کہ یہاں روح وحی کے معنے میں مستعمل ہوا ہے۔

پس خلاصہ بحث کا ایک مرحلہ تو طے ہوا۔ اب دوسرا مرحلہ یہ باقی ہے۔ کہ سوال وحی کی کس کیفیت کے بارے میں ہے۔ اس کے متعلق بعض مفسرین کی تو یہ رائے ہے کہ

قال الحسن وقتادة هذا الروح جبريل كانهم سألوا الرسول كيف جبريل في نفسه وكيف قيامه بتبليغ الوحي فاجيبات بقول الروح من امر ربي اي نزوله بامر الرب كقوله تعالى وما نتنزل الا بامر ربك ۔ (تفسير نيشا پوری القرآن للنيسا پوری) — یہ روح جبرائیل ہے حسن اور قتادہ کا یہی قول ہے گویا کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ جبرائیل فی نفسہ کیا چیز ہے اور اس کا تبلیغ وحی کے ساتھ قیام کیسا ہے پس حکم ہوا کہ یوں جواب دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے یعنی اس کا نزول میرے رب کے حکم سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہے وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ (تفسیر نیشا پوری کا)

لیکن احقر کے نزدیک یہاں بھی یہی بہتر ہے کہ اس کا فیصلہ بھی قرآن حکیم ہی سے کیا جائے۔ جب ہم آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو اس کا حل بھی اس میں بخوبی موجود پاتے ہیں۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا گیا ہے۔

Marfat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَاۤ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ (بقرہ : ۱۰۸)	اور وہ لوگ جنہیں علم نہیں کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے کیوں نہیں کلام کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشان کیوں نہیں آتا اسیطرح ان جیسی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو ان سے پہلے تھے۔

اس میں تصریح ہے کہ یہ سوال اس سے پہلے مکہ میں بھی ہوچکا ہے اور جب ہم مکی سورتوں میں غور کرتے ہیں تو ان میں بھی اسی قسم کا سوال موجود پاتے ہیں۔ چنانچہ سورۂ طٰہٰ میں ہے۔

(۱) وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (۱۳۴)	اور کہتے ہیں ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے نشان کیوں نہیں لاتا؟

اور سورۂ فرقان میں ہے:-

(۲) وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ (۲۱)	اور وہ لوگ جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُترتے؟ یا ہم اپنے رب کو کیوں نہیں دیکھ سکتے؟

اور سورۂ انعام میں ہے:-

(۳) وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ (۱۲۵)	اور جب ان کے پاس کوئی نشان آتا ہے تو کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ویسا نہ دیا جائے جو اللہ کے رسولوں کو دیا گیا۔ اللہ اسے بہتر جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت کو رکھے۔

آیات مسطورہ بالا سے معلوم ہوا کہ کفار کا مطالبہ تین چیزوں میں سے تھا۔ پہلا یہ کہ ان کے پاس نشان الٰہی آئے۔ یہ نشان معجزہ بھی ہوسکتا ہے اور وحی بھی۔ آیت نمبر ۳ نے صاف کردیا کہ اس سے مراد وحی رسالت ہے جس کا جواب یوں دیا گیا کہ اس کے نزول کے لئے قابلیت چاہیئے۔ اور اسکی قابلیت رکھنے والے کون ہیں؟ اس کا علم اللہ سے بہتر کوئی نہیں رکھتا۔

دوسرا مطالبہ یہ کہ ان پر فرشتے اتریں۔ یہ بھی عام مطالبہ ہے۔ اس سے مراد عذاب کے فرشتے بھی ہوسکتے ہیں اور تبشیر کے بھی جس طرح حضرت مریم کے

سامنے بشیر کے فرشتے آئے۔ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ (آل عمران)

تیسرا مطالبہ یہ کہ دیدارِ الٰہی سے مشرف ہوں۔

ان تمام مطالبات کا اصل مقصد یہ ہے کہ کفار سلسلۂ روحانیت کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں۔ فقط سماعی علم پر قناعت کرنا نہیں چاہتے۔ یہ آیات شواہد اور نظائر ہیں اس بحث کے جس کا فیصلہ ہم ڈھونڈھنا چاہتے ہیں۔ اور انہی سے مسئلۂ زیر بحث کی عقدہ کشائی ہوتی ہے۔

پس ان شواہد کو مدِ نظر رکھ کر يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ سلسلۂ روحانیت کے بارے میں تجھ سے سوال کرتے ہیں کہ اگر سلسلۂ وحی حق ہے، اور یہ وحی انسانوں پر اُترتی ہے تو ہم پر بھی کیوں نہیں اُترتی؟ تاکہ ہم بھی تجربہ کر کے سائنٹیفک طریق پر اسے مان لیں۔ تو اس کا جواب انہیں یوں دو۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ یعنی نزولِ وحی اللہ تعالےٰ کے حکم سے ہوتا ہے کسی کی خواہش و تمنا کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے لئے استعداد و مناسبت چاہیئے۔ (اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ میں اسی طرف اشارہ ہے) کیونکہ وحی دقیق در دقیق اور غیب الغیب علوم کا سرچشمہ ہے۔ اس کے نزول کی لیاقت وہ نفوسِ قدسیہ رکھتے ہیں جو طبعی و اخلاقی قوٰی کے اعتبار سے مزکّٰی و مطہّر اور قوائے علمی و دماغی کی حیثیت سے اعلم الناس ہوتے ہیں یعنی نفوسِ انبیاء۔ اس لئے انہی کا سینہ مہبطِ انوارِ وحی و کاشفِ اسرارِ روحانی ہوتا ہے اور تم میں چونکہ یہ استعداد نہیں اس لئے اس کی چاشنی سے محروم ہو کیونکہ وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا[1] تمہارے قوائے ذہنیہ و دماغیہ اس قابل نہیں کہ علوم روحانیہ کے معارف و دقائق کو پا سکیں۔ فقط مادی علوم کی چند ایک باتوں تک تمہارے دماغوں کی جولان گاہ ہے۔ عالمِ روحانیت سے تمہیں مناسبت نہیں۔ اس لئے تمہاری خواہش پوری نہیں کی جا سکتی۔

---

[1] نکتہ لطیف) یہاں تو آن کو قلتِ علمی کا ذکر کیا۔ جس سے مراد مادی علوم ہیں۔ اور سورۂ بقرہ میں انہیں لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی جاہل فرمایا۔ کیونکہ وہ علوم روحانیہ سے بالکل بے بہرہ اور ناآشنا ہیں۔ ۱۲ مؤلفہ

Marfat.com

اس آیت سے اشارتًا یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فلسفۂ رُوحانیّت اور اسرارِ غامضہ وحی میں واقفیت پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس پر دروازۂ معرفت بند نہیں۔ البتہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اوّلاً علومِ وحی کی اتباع کر کے اپنے نفس کو مہذّب بنائے۔ پھر ریاضات و مجاہدات کے ذریعہ رُوحانیت میں قدم سعی بڑھائے۔ اس وقت بے شک رُوحانی فلسفہ کے حقائق و معارف سے حصّہ لے سکتا ہے اور علم الیقین کی حالت سے گذر کر عین الیقین کو پا سکتا ہے اور ایمان بالغیب کے مقام سے بڑھ کر عرفانِ شہودی کو حاصل کر سکتا ہے اور قیاس کے میدان سے نکل کر مکاشفات و مکالمات کے مراتبِ عالیہ پر پہنچ سکتا ہے اس کی بشارت دوسرے موقع پر یوں ہے:۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت: ۶۹)	اور وہ لوگ جو ہماری راہ میں مجاہدے کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے رستے دکھاتے ہیں۔ اور بیشک اللہ تعالےٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ (حٰم سجدہ: ۳۰ و ۳۱)	جن لوگوں نے کہا ہمارا ربّ اللہ ہے پھر مضبوط ہو گئے ان پر فرشتے (یہ خوشخبری لیکر) اُترتے ہیں کہ مت ڈرو اور مت غمگین ہو۔ اور اس بہشت کی بشارت پاؤ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم دنیا کی زندگی اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔

مخالفین کی چوتھی تدبیر کا جواب

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً	اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے تیری طرف وحی کی ہے اسے لے جائیں پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابل میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے۔ مگر رحم (ایسا نہیں کرتے)

Marfat.com

مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝

کیونکہ یہ) تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے بیشک اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

یہ مخالفین کی چوتھی سازشؔ کا جواب ہے جو انہوں نے قرآن شریف کے مٹانے کے لئے کی تھی جس کا ذکر دوسری جگہ یوں آیا ہے :۔

وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۔ (الحجر ۸۹ تا ۹۱)

اور کہو میں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں۔ جس طرح ہم نے قسمیں کھانے والوں پر اتارا جو قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر کمربستہ ہو گئے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ان کی سازشیں بیکار ہیں، ان تدابیر سے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ہم نے قرآن مجید کا انتظام تحفظ نہایت ہی مضبوط قائم کیا ہے اس کے تحفظ کا وعدہ متعدد مواقع میں مذکور ہوا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر : ۹)

ہم نے قرآن کو اتارا ہے اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ (قیامہ ۱۷)

ہمارے ذمہ اس کا جمع کرنا اور اسکا پڑھنا ہے۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ (البروج : ۲۱، ۲۲)

بلکہ یہ بزرگی والا قرآن ہے جو دل کی محفوظ تختی میں منقوش ہے۔

ان اشارات میں تصریح ہے کہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو دنیا میں ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گی۔ اسے نہ تو دست بُردِ انسانی مٹا سکے گی اور نہ آئندہ وحی اس کی ترمیم و تنسیخ کرے گی۔ رہا یہ سوال کہ اس وحی کو دستبرد اغیار اور تنسیخ و تبدیل سے محفوظ رکھنے کی کیا وجہ ؟ آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں

---

[1] جن شخصوں نے اس سازش میں حصہ لیا تھا ان کے نام حسب ذیل ہیں :۔ اسود بن یغوث۔ اسود بن المطلب۔ عاص بن وائل۔ حارث بن قیس۔ ولید بن مغیرہ۔ چنانچہ وہ سب ایک ہی رات میں ہلاک ہوئے۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۲۶۷)

Marfat.com

اس وصف سے کیوں محروم رہیں؟ تو اس کا جواب یوں دیا گیا۔ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔ یعنی چونکہ آپؐ پر خدا تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے اس لئے آپ کو خاتم الانبیاء کے منصب پر مبعوث کیا گیا۔ لہذا آپؐ کی وحی کا بھی خاتم الوحی ہونا ضروری تھا۔ اور پھر اس کا محفوظ رکھنا بھی لازمی تھا تاکہ دنیا کے ہر گوشہ میں آسانی سے پھیل سکے۔ اور مختلف اقوام عالم کی آئندہ نسلوں کے لئے دستور العمل بن سکے اور یہ شبہ کہ پہلی کتب کی حفاظت کیوں نہ کی گئی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ دنیا کی ترقی دفعۃً نہیں بلکہ تدریجاً ہوئی ہے۔ ابتدائی زمانہ میں مختلف اقوام کے وسائل اتحاد آجکل کی طرح نہیں تھے۔ اس وقت ان تمام اقوام کی طرف ایک کتاب نہیں بھیجی جاسکتی تھی۔ نیز روحانی حالت بھی اس وقت ابتدائی منازل سے گذر رہی تھی پس ضرور تھا کہ اس وقت کی ضروریات کے مطابق ہر ایک علاقہ میں الگ نبی اور الگ کتاب بھیجی جاتی۔ اور چونکہ ان ابتدائی کتب نے بہرحال انسان کی ترقی کے ساتھ ساتھ تبدیل ہونا تھا۔ اس لئے ان کی حفاظت کی کوئی ضرورت نہ تھی؛

مخالفین کی پانچویں تدبیر کا جواب

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	کہہ دو اگر انسان اور جن اس بات پر اکٹھے
وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	ہو جائیں کہ اس قرآن کی نظیر بنا لائیں
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ	تو اس کی نظیر نہ لا سکیں گے
وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ	اگرچہ وہ ایک دوسرے کے
ظَهِيْرًا ۝	مددگار ہوں؛

مخالفین کی پانچویں تدبیر یہ ہے کہ قوانین قرآن کے مقابل اپنے قواعد وضع کر کے مقابلہ کیا جائے جس کے جواب میں انہیں چیلنج دیا گیا۔ چنانچہ دنیا اس چیلنج کا جواب نہ اب تک دے سکی اور نہ آئندہ دے سکتی ہے۔ بلکہ اس کے مقابلہ میں

Marfat.com

اپنی شکست کا اعتراف کر چکی ہے۔ چنانچہ اسلام کے آنے کے بعد بہت سے قوانین اس کے مخالف جانب بنائے گئے۔ لیکن جوں جوں دنیا ترقی کرتی گئی اسی نقطہ پہ پہنچتی گئی جس کا اعلان اسلام نے اوّل ہی مرتبہ میں کیا تھا۔ مثلاً شراب کو اسلام نے بدترین چیز ٹھہرایا تھا اور دنیا نے اسے اعلیٰ ترین سمجھا۔ لیکن جب کام کا وقت آیا اور جنگ عظیم شروع ہوئی تو فرانس[۱] جیسی عیاش سلطنت نے اسے فوجی

---

[۱] انسداد شراب نوشی کے بارے میں جو سعی کی جا رہی ہے۔ اس کا بھی مختصر تذکرہ سن لیجئے۔ مسٹر کیا ہوم ذریجنگ نے سب سے پہلے ۱۸۱۸ء میں اپنی افواج میں ٹمپرنس سوسائٹیاں قائم کیں پھر یہ سوسائٹیاں انگلینڈ۔ جرمن و دیگر ممالک میں پھیل گئیں۔ دیکھا دیکھی اپنے عہد کمانڈر انچیفی میں لارڈ رابرٹس نے برٹش افواج ہند میں انکو تقویت دی ۱۹۳۲ء میں موفی شرب جماعتیں قائم ہوئیں۔ ان کی غرض یہ تھی کہ نہ خود شراب پئیں اور نہ کسی کو بیچیں۔ اس وقت ایسی سوسائٹیاں تخمیناً چھ ہزار اور ان کے اراکین ۹ ۳ لاکھ سے زیادہ ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی جس نے دنیا کی قوموں کی بنیادیں ہلا دیں۔ اس وقت سب سے پہلے زار روس کی حکومت نے اس ام الخبائث کو فوج میں داخل ہونے سے منع کیا۔ پھر فرانس نے پھر اس کی تقلید میں انگلینڈ نے اختتام جنگ کے بعد امریکہ میں بڑی سرگرم انجمنیں قائم ہوئیں۔ اور کروڑوں روپیہ انہوں نے اس لئے جمع کیا کہ شراب نوشی کے مقابلہ میں ہر قسم کی قربانی کی جائے۔ اور اسے شدومد سے صفحۂ دنیا سے معدوم محض کر دیا جائے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت متحدہ امریکہ نے شراب کے دخل و خرچ کو روک دیا کہ نہ تو وہاں تیار کی جائے اور نہ دوسرے ملکوں سے وہاں آئے۔ اس کے بعد انہوں نے اعلان کیا کہ ہم سب سے پہلے اس امتناعی قانون کو زبردستی سے یورپ میں نافذ کرینگے اس کے بعد ایشیا میں اور یورپ میں سب سے پہلے انگلینڈ دست و گریباں ہوں گے۔ آپ سنکر حیران ہو جائیں گے۔ کہ یورپ جس کی معاش اور تجارت کا اعلیٰ ذریعہ شراب سازی ہے کس قدر مجبور ہو کر اسے چھوڑنے کے لئے تلملا رہا ہے۔ انگلینڈ کو لیجئے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مداخل میں سب سے بڑی مد شراب کی ہے اسی سے سرکاری خزانہ میں ۱۳۱ کروڑ روپیہ داخل ہوتا ہے اس ملک میں تخمیناً ۲۷۰ کروڑ کی شراب فروخت ہوتی ہے اور دو لاکھ ۵۰ ہزار پبلک ہاؤس موجود ہیں جہاں ہزاروں من شراب چٹ ہوا کرتی ہے۔ اگر یورپ کی تیاری کا حساب بھی صحیح مان لیا جائے تو مشہرہ اعداد ہوشربا معلوم ہوتے ہیں۔ صرف فرانس۔ پرتگال۔ اسپین۔ جرمنی۔ آسٹریا۔ اٹلی میں حالانکہ فقط انگوری شراب کے ۱۸ ارب پیپے تیار ہوتے ہیں۔ ۱۲ (اقتباس از جرائد)

زندگی کے لئے منع کیا۔ امریکہ نے اس کے خلاف جہاد شروع کیا۔ اور آجکل انگلستان میں بھی اس کے خلاف بڑی جد وجہد جاری ہے۔ اسلام چونکہ عملی مذہب اور تمام دنیا کا فطری قانون ہے۔ اس لئے اسے معلوم تھا کہ اس ام الخبائث سے کیا کیا مفاسد پیدا ہوں گے اور اس کے باعث کام کرنے میں کیا کیا تکالیف پیش آئیں گی۔ اس لئے اس نے پہلے ہی اسے حرام قرار دیا۔

دوسری مثال تعداد ازدواج کا مسئلہ ہے۔ جس کے متعلق اسلام کو مطعون و بدنام کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ ہر ہرزہ درا اس کے خلاف زبان درازی کر رہا تھا۔ جنگ عظیم نے صاف کر دیا۔ کہ جب کچھ قوم کی بہبودی تعدد ہی میں ہے۔ ورنہ بیواؤں کا والی کون ہوگا۔ ان کے جذبات طبعی کس طرح پورے ہو سکیں گے۔ اور ازدیاد نسل کا مسئلہ کس طرح حل ہوگا۔ چنانچہ مشاہیر یورپ نے اس بارہ میں[۲]

---

[۱] اس کی کامیابی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے۔ کہ صرف لندن میں ۱۸۸۲ لائسنس شراب خانوں کے کم ہو گئے۔ ۱۲ (مؤلف)

[۲] کچھ عرصہ ہوا کہ پروفیسر گیڈیس نے جن کا شمار اس وقت یورپ کے مشاہیر علماء علم المعاشرت میں ہے گلفرڈ آ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "اس وقت یورپ کا سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس میں ایک کروڑ بے شوہر عورتیں ہیں" ابھی تازہ اخبارات میں جرمنی کے ایک ڈاکٹر ہیشل کا بیان شائع ہوا ہے جس میں لکھتا ہے کہ اگر فاتحین وغیرہ کو اجازت نہ دی گئی کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کریں تو جرمنی میں چالیس فیصدی عورتیں بن بیاہی رہ جائیں گی اس نے حساب لگایا ہے کہ اس وقت عورتوں کی تعداد مردوں سے ۱۵ ملین زیادہ ہے ۱۹۱۴ء میں یہ زیادتی صرف ۵ یا ۶ ملین اس حساب سے تھی۔

۱۔ انگلستان	۱۳،۴۳،۰۰۰	۳۔ روس	۷،۰۰،۰۰۰
۲۔ جرمنی	۴،۵۰،۰۰۰	۴۔ فرانس وغیرہ	۵،۰۰،۰۰۰

لیکن ۱۹۲۰ء میں اس میں بہت اضافہ ہو گیا اور روس اور جرمنی میں کم از کم ۵،۰۰،۰۰۰ عورتیں زیادہ ہیں انگلستان میں ۲،۰۰،۰۰۰ اور اٹلی میں ۱½ ملین۔

یہ تو یورپ جیسے ملک کی حالت ہے ہندوستان کی حالت اس سے بدتر ہے چنانچہ یہاں کی تعداد بیوگان بروئے مردم شماری ۱۹۲۱ء ۲ کروڑ ۶۴ لاکھ ۳ ہزار ۴۶۳ ہے۔ ٹرکی کی فہرست مردم شماری سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مردوں کی تعداد ۶ لاکھ ۸۴ ہزار ۷۴ ہے اور عورتوں کی تعداد ۷ لاکھ ۷۵ ہزار ۱۰۱ ہے گویا مردوں سے عورتوں کی تعداد ۴ لاکھ ۹۱ ہزار ۷۳۲ زیادہ ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اسلامی قانون کی حقانیت کا اعتراف کر لیا۔ اور اب یورپ میں یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کو جائز قرار دینے کے لئے قانون پاس ہونا چاہیے۔

اور ہندو ازم نے جب اس فطری قانونِ ربانی سے انحراف کیا تو پھر اسے ایک ایسے مخش ترین۔ حیا کش حیلے (نیوگ) کی اختراع کرنی پڑی۔ جو انسانی زندگی کے لئے موت سے بدتر ہے۔

علیٰ ہذا القیاس مسئلہ طلاق بھی اسلام پر نکتہ چینی کا باعث تھا مگر اب نگاہِ حریف اس سے پلٹ گئی۔ جب اس نے دیکھا کہ امریکہ جیسی مہذب سلطنت میں طلاق کی شرح رفتار کس اوج پر ہے۔

۵ؐ بلکہ دارالعوام لندن کے ایک ممبر سرایچ سلیسر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی ایسا مسودہ قانون پیش نہ ہو جو موجودہ بیویاں رکھنے پر مجبور کرے۔ اور عجیب لطف کی بات یہ ہے کہ اس فاسد مغربی معاشرہ کے ماحول میں رہتے ہوئے سعید الفطرت نسوانی طبائع میں بھی انقلاب پیدا ہو رہا ہے اور تعدد ازدواج کی حمایت میں انکی صدائیں بلند ہو رہی ہیں چنانچہ میڈم کالت ویلیس جو فرانس کی رسب سے بڑی انشاء پرداز خاتون ہیں لکھتی ہیں "میرا خیال ہے کہ مسئلہ ازدواج کی موجودہ حالت کا علاج ایک منظم کثرت ازدواج کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ حالات میں گذشتہ خیالات متعلق شادی اپنے وقت سے زائد رہتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس وقت اخراجات کی کثرت ازدواج کو کچھ بیویوں ہی تک محدود کرتے نظر آتی ہے میں موجودہ نظام خاندان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہوں کہ بچے انہیں حالات میں رہ کر اپنے والدین کی عادات و معائب سیکھ لیتے ہیں اس لئے ایک بہتر نسل کے حصول کے لئے میں کثرت ازدواج کی حمایت کرتی ہوں کہ اس صورت میں لڑکا باپ کے نیک اوصاف کو مختلف ماؤں کی تربیت کے اندر دائمی طور سے اپنے کو منتقل کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان حالات کے اندر ہی نوع انسانی ایک مختلف الاقسام درخشاں اور بہتر نسل پیش کر سکے گا۔ موجودہ اجتماعی روح غائب ہو جائے گی اور انفرادی جذبہ ترقی اس کی جگہ لیگا۔ میرا یقین ہے کہ انسانی بہتری اور قانونی مساوات کے جذبے عورت کے موجودہ جذبہ خلاف کثرت ازدواج پر غالب آ جائیں گے اور وہ انسانیت کی فلاح و بہبودی کے لئے ایک شخص کی قسمت سے وابستہ ہو جانے پر تیار ہو جائے گی"۔ (بحوالہ ریویو آف ریلیجنز جنوری ۱۹۲۴ء ص ۹)

۵۲ؐ اس کا اندازہ اس سے لگاؤ کہ صرف شہر شکاگو (امریکہ) میں فقط ماہ جولائی ۱۹۲۲ء میں ۸۰۰۰ طلاقیں دی گئیں (رسالہ دی پلین ٹروتھ ستمبر ۱۹۶۸ء) کی رپورٹ کے مطابق انگلستان میں ۱۹۶۵ء کے دوران ۴۴ ہزار طلاقیں ہوئیں۔ یہ اعداد و شمار گذشتہ پانچ سال کے دوران ہونے والی طلاقوں کی تعداد میں

Marfat.com

اسی طرح اسلامی پردہ آبا جگاہ مطاعن اعداء تھا۔ لیکن آج وہ بھی اسلام کے آستانہ پر اپنے سروں کو جھکا رہی ہیں۔ [1]

پچاس فیصد اضافہ ہے یہی رسالہ امریکہ کے متعلق لکھتا ہے کہ گذشتہ تین سال کے اندر امریکہ کی آبادی میں چار سو فی صد کے حساب سے اضافہ ہوا ہے لیکن طلاقوں کی تعداد میں اضافہ کی رفتار آبادی میں اضافہ کی رفتار سے سات گنا بڑھ کر اضافہ ہوا۔ آگے لکھتا ہے۔ امریکہ میں طلاقوں کی بھرمار کا یہ عالم ہے کہ بلحاظ وقت وہاں پر ہر ڈیڑھ منٹ کے بعد ایک طلاق ظہور میں آتی ہے"

آج سے پیشتر ہندو دھرم کے پرستاروں کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ ہمارے ہاں مرد عورت کا تعلق اٹوٹ (نہ ٹوٹنے والا) ہے جو سات جنموں تک نہیں ٹوٹ سکتا۔ مگر اب وہ بھی اسلامی قانون کی پرشوکت صداقت سے مرعوب ہو کر اعتراف کر رہے ہیں کہ ہمارے شاستروں میں بھی طلاق کی اجازت موجود ہے چنانچہ ماڈرن ریویو میں ایک مفصل مضمون اس بارہ میں شائع ہوا ہے جس کا ترجمہ اخبار پرتاپ لاہور (۲۸ ستمبر ۱۹۲۸ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ ۱۲ منہ

[1] جب معاندین حق اسلامی شریعت میں کسی قسم کا نقص نکالنے سے عاجز آجاتے ہیں تو اسلامی قانون فوجداری کی بعض دفعات پر اعتراض کر کے دل کی بھڑاس یوں نکال لیتے ہیں کہ اسلام میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا اور زانی کی سزا سو درّے لگانا دورِ جاہلیت کی یادگار ہے جسے دورِ حاضر کا مہذب معاشرہ برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر ان عقل کے اندھوں کو یہ علم نہیں کہ

جس نقشہ زندگی میں یہ قانونی دفعات رکھی گئی ہیں اس میں ان کے ساتھ ایک نظام معاشیات ایک نظام معاشرت، ایک نظام حکومت اور ایک نظام تعلیم و تربیت بھی ہے جو اگر ساتھ ساتھ پوری اجتماعی زندگی میں کام نہ کر رہا ہو تو صرف ان دفعات کو قانون کی کتاب سے نکال کر عدالت کے کمرہ میں

* یہ حصہ مضمون ایک ہونہار نوجوان مکرم محمد ہمایوں عزیز متعلم بی۔ اے کلاس اسلامیہ کالج کراچی کا تحریر کردہ ہے جو اسلامیہ کالج کراچی میگزین بابت ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون خاکسار کو بہت پسند آیا جسے تھوڑے سے تغیر الفاظ کے ساتھ نقل کرنا مناسب سمجھا۔ اور عزیز موصوف کے لئے دل سے بڑی دعائیں نکلیں موصوف نے اسلامی غیرت کا خوب مظاہرہ کیا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ انہیں آئندہ بھی دینی اور ملی خدمات کے مواقع میسر فرماوے اور انکا حافظ و ناصر ہو آمین۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

غرض قرآن کے خلاف قوانین بناؤ اور انہیں رائج کرکے دیکھو۔ یقیناً بعد تجربہ تمھیں وہ غلط معلوم ہوں گے۔ اور آخر اسی نقطہ پر پہنچوگے جس پر اسلام کا پہلا قدم ہے، اس لئے کہ وحی کی تعلیم عقولِ انسانی کے اعلیٰ مدارج کو مدِنظر رکھ کر دی جاتی ہے۔ تو کوئی تعجب نہیں کہ عقلمند جس نقطہ پر تیرہ سو سال بعد پہنچیں وہ اسلام کا پہلا قدم ہو۔

(۱۹۶۹)

جاری کر دینا خود اس نظامِ زندگی کے بھی خلاف ہے بلاشبہ اسلامی قانون میں چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے لیکن یہ حکم ہر سوسائٹی میں جاری ہونے کے لئے نہیں دیا گیا بلکہ اسے اسلام ہی کی اس سوسائٹی میں جاری کرنا مقصود ہے جس کے مالداروں سے باقاعدہ زکوٰۃ لی جا رہی ہو۔ جس کا بیت المال ہر حاجتمند کی امداد کے لئے کھلا ہو۔ جس کی ہر بستی پر مسافر کی تین دن کی ضیافت لازم کی گئی ہو۔ جس کے نظامِ شریعت میں سب لوگوں کے لئے بالکل یکساں حقوق اور برابر مواقع ہوں۔ جس کے معاشی نظام میں طبقوں کی اجارہ داری کے لئے کوئی جگہ نہ ہو اور جائز کسبِ معاش کے دروازے بلا امتیاز سب کے لئے یکساں کھلے ہوں۔ جس کے نظامِ تعلیم نے خدا کا خوف اور اس کی رضا کا شوق پیدا کر دیا ہو۔ جس کے اخلاقی ماحول میں فیاضی، مصیبت زدوں کی دستگیری، حاجتمندوں کی اعانت اور گرتوں کو سہارا دینے کا عام چرچا ہو اور جس کے بچے بچے کو یہ سبق دیا گیا ہو کہ تو مومن نہیں ہے اگر تیرا ہمسایہ بھوکا ہو اور تو خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا بیٹھے۔ یہ حکم موجودہ سوسائٹی کے لئے نہیں دیا گیا جس میں کسی کو قرض بھی بغیر سود کے نہیں دیا جاتا جس میں بیت المال کی جگہ بینک اور انشورنس کمپنیاں ہیں جس میں حاجتمند کے لئے مدد کو بڑھنے والے ہاتھ کی بجائے دھتکار اور پھٹکار ہے۔ جس کا معاشرتی نظام چند خاص طبقوں کو خصوصی امتیازی حقوق دیتا ہے۔ جس کا معاشی نظام چند چالاک لوگوں کو ہر طرف سے دولت سمیٹ لینے کا موقع دیتا ہے۔ اور جس کا سیاسی نظام اپنے قوانین کے ذریعہ سے ایسے غاصب لوگوں کے مفاد کی حفاظت کرتا ہے۔ ایسی سوسائٹی میں چور کا ہاتھ کاٹنا کیا معنی؟ بعض حالات میں تو اس کو سرے سے سزا دینا ہی درست نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کی سوسائٹی میں چوری کو جرم قرار دینا دراصل یہ معنی رکھتا ہے کہ خود غرض اور حرام خور لوگوں کی حفاظت پیشِ نظر ہے۔ برعکس اس کے اسلام وہ سوسائٹی پیدا کرتا ہے جس میں کسی شخص کے لئے چوری پر مجبور ہونے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ ہر ضرورت مند انسان کی جائز ضروریات کو پورا کرنے کے لئے لوگ خود ہی رضاکارانہ طور پر آمادہ ہوں۔ اور حکومت کی طرف سے بھی اس کی دستگیری کا مکمل انتظام ہو پھر جو شخص بھی چوری کرے

Marfat.com

جنوں کو چیلنج میں کیوں شامل کیا گیا؟

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ چیلنج میں جنوں کو شامل کرنے کی
وجہ یہ ہے کہ جب کفار پہلی بار قرآن مجید کے بارہ میں یہ رائے ظاہر کرنے لگے کہ یہ

اس کے لئے اسلامی قانون ہاتھ کاٹنے کی عبرتناک سزا تجویز کرتا ہے کیونکہ ایسا شخص ایک شریف و عادل اور فیاض سوسائٹی میں رہنے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

اسی طرح اسلامی قانون تعزیرات زنا پر سو کوڑے مارنے کا حکم دیتا ہے مگر کس سوسائٹی میں؟ اس میں جس کے پورے نظام تمدن کو شہوت انگیز جذبات سے یکسر خالی کیا گیا ہو جس میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط معاشرت نہ ہو جس میں بنی سنوری نیم عریاں خواتین لیڈی گرلز کا منظرِ عام پہ آنا ممنوع ہو۔ جس میں نکاح نہایت آسان کر دیا ہو۔ جس میں نیکی اور تقویٰ اور پاکیزگی اخلاق کا عام چرچا ہو۔ اور جس کے ماحول میں اللہ کی یاد ہر وقت تازہ رہتی ہو۔ یہ حکم اس گندی سوسائٹی کے لئے نہیں دیا گیا جس میں ہر طرف جنسی جذبات کو بھڑکانے کے اسباب موجود ہوں۔ گلی گلی اور گھر گھر فحش گانے بج رہے ہوں، جگہ جگہ فلم ستاروں کی نیم عریاں تصاویر لٹک رہی ہوں، ہر شہر اور قصبے میں سینما درسِ عشق دے رہے ہوں۔ نہایت گندہ اور گھناؤنا لٹریچر آزادی کے ساتھ شائع ہو رہا ہو۔ بنی سنوری نیم عریاں چست لباس پہنے لیڈی گرلز منظرِ عام پہ دعوتِ زنا دیتی پھر رہی ہوں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں جنسی اختلاط کے مواقع بڑھ چڑھ کر فراہم کئے جا رہے ہوں اور اس نظام معاشرت نے اپنے بیہودہ اور غیر ضروری رسم و رواج سے نکاح کو بے حد مشکل بنا دیا ہو۔ ایسی سوسائٹی میں تو زنا کرنے والے کو سزا دینا گویا قانون کا منہ چڑانا ہے۔

قانونِ اسلامی میں زنا اور چوری کی سزاؤں کو جاری کرنے کا حق اس وقت دیا گیا ہے جب ملک کا معاشی و معاشرتی نظام اسلام کے پاکیزہ اصولوں پر قائم کیا جا چکا ہو۔ اور اس طرح کے ماحول میں یہ سزائیں نہ صرف واجبی اور معقول ہوں گی بلکہ ان جرائم کی اس سے کم درجہ کی سزا پر اس ماحول میں بسنے والوں کا احساس ضمیر مطمئن ہی نہ ہو گا۔" (اسلامیہ کالج کراچی میگزین ۱۰۹ تا ۱۱۰)

لہ جنوں کو چیلنج میں شامل کرنے میں ایک اور حکمت بھی ہے اور وہ یہ کہ اس میں ایک پیشگوئی ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسی قوم نکل کھڑی ہو گی جو قبل ازیں دنیائے قدیم سے پوشیدہ تھی۔ (جن یعنی پوشیدہ) وہ قوم جزائر اور پہاڑوں میں رہنے والی ہو گی (جن پہاڑی لوگوں کو بھی

Marfat.com

کلام آپ کا ہی خود ساختہ ہے۔ اور یہ ادّعا کیا کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا بنا سکتے ہیں۔ چنانچہ سورۃ انفال میں ان کا مقولہ مذکور ہے:۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ ھٰذَآ	اور جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں ہم نے سُن لیا اگر ہم چاہیں تو اس کی مانند کہہ لیں۔
اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (۸:۳۱)	یہ تو فقط پہلوں کی کہانیاں ہیں۔

تو اس پر ان کو یوں چیلنج دیا گیا۔ کہ دس سورتیں اسکی مانند لاؤ۔ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَیٰتٍ (ہود: ۱۳) لیکن جب اس میں عاجز ہوئے تو یوں کہنے لگے کہ اہل کتاب میں سے ایک شخص اسے پوشیدہ بنا کر دیتا ہے۔ اس کا جواب یوں دیا گیا:۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْهِ اَعْجَمِیٌّ وَّھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (النحل: ۱۰۳)	ہم اسے جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اسے تو ایک انسان سکھاتا ہے۔ مگر اسکو نہیں سوچتے کہ جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں۔ اسکی زبان تو عجمی ہے اور یہ اعلیٰ عربی زبان ہے۔

لیکن جب یہ دیکھا کہ قرآن مجید کے حقائق و معارف اور لطائف و حکم ایسے نہیں جو ایک انسانی دماغ سے نکلے ہوں۔ تو پھر یہ تیسری رائے ظاہر کی کہ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۝ (الفرقان: ۴) یعنی اس کو ایک جماعت علماء و فضلاء نے متفق ہو کر بنایا ہے پس اس وقت انہیں ایک سورۃ تک کی نظیر لانے کے لئے چیلنج

بقیہ حاشیہ صفحہ

کہتے ہیں) یہ قوم یاجوج ماجوج کی ہوگی جو آگ سے بکثرت کام لینے کے باعث اس نام سے نامزد ہوگی۔ جیسا کہ جنوں کی پیدائش آگ سے ہے۔ ایسا ہی ان کی قومی اور مذہبی پیدائش بھی آگ سے ہوگی۔ قومی تو یوں کہ ان کے تمام دنیاوی کاروبار کا مدار آگ پر ہوگا۔ اور مذہبی یوں کہ ان کا عقیدہ تثلیث اور صلیب پرستی زرتشتی مذہب آتش پرستی سے ماخوذ ہوگا۔ آیت میں اشارہ ہے کہ یہ قوم نکل کر قرآن مجید کے مقابل اپنی کتاب انجیل کو پیش کرے گی اور اس کا مقابلہ قرآن کریم سے کرے گی۔ لیکن یقیناً وہ اس مقابلہ میں ناکام رہے گی۔ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ۝ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

دیا گیا۔ کہ تم بھی دوسروں کی امداد لے کر اس کا مقابلہ کرو۔ اور کم سے کم ایک ہی سورۃ بنا کر لے آؤ۔ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (یونس: ۳۸) لیکن جب اس سے پریشان ہوئے تو ایک اور اعتراض گھڑا۔ کہ یہ قرآن جنات کی مدد سے تالیف ہوا ہے۔ فقط انسانی کام نہیں۔ اس کا جواب یہاں دیا جاتا ہے کہ تم بھی جنوں کی امداد حاصل کر کے اس کا مقابلہ کرو۔ یقیناً اس میں بھی ناکام رہو گے۔ قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ

لیکن جب اس میں بھی لاجواب ہوئے تو وہ تدبیر نکالی جس کا ذکر دوسری جگہ ہے :-

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ — اور کفار کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو۔ اور اس میں شور ڈالدو تاکہ تم غالب آجاؤ۔

(حٰم سجدہ: ۲۶)

پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے اور اہل کتاب (تعلیم یافتہ جماعت) سے مقابلہ ہوا تو ان کو بھی یوں چیلنج دیا گیا۔

وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ (البقرۃ: ۲۳) — اور اگر تمہیں اس میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو ایک سورۃ اس جیسی لاؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔

یہاں ان کو فقط ایک ہی سورۃ کی نظیر لانے کے لئے کہا گیا اور یہ اس لئے کہ قوم یہود چونکہ تعلیم یافتہ جماعت تھی۔ انہیں اپنے علم پر گھمنڈ تھا۔ ان کے غرور و تکبر توڑنے اور ان کے زعم انانیت کے لئے چھوٹے سے چھوٹے حصہ قرآن (سورۃ) کے مقابلہ کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود دعویٰ ہمہ دانی کے اس میں بھی وہ عاجز آگئے۔ یہی وہ صداقت قرآن ہے جس کی تصدیق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے سے فرما گئے ہیں کہ :-

"وہ پتھر جس پر گرے گا اسے پیس ڈالیگا" (متی ۲۱: ۴۴)

پس جب تعلیم یافتہ جماعت بھی اس قرآن کے مقابلہ سے عاجز آگئی۔ تو وہ تدبیر نکالی جس کا ذکر سورۃ آل عمران میں ہے :-

Marfat.com

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (۳ : ۷۱)

اہل کتاب کے ایک گروہ نے کہا۔ کہ اوّل دن میں اس پر ایمان لے آؤ جو مومنوں پر اتارا گیا ہے۔ اور آخر دن میں انکار کردو۔ تاکہ وہ لوٹ جائیں ⁂

اب ان کی اس سازشی چال اور سیاسی مخادعت کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مخصوص حالات میں حفاظت اسلام کے لئے ایک سیاسی قانون (مارشل لاء) جاری فرمایا کہ :-

"جو شخص (کسی فاسد غرض سے) اپنا دین بدل ڈالے اسے قتل کی سزا دو۔"[1]

(بخاری باب استتابۃ المرتدین)

یہ اس لئے کہ مخالفین اسلام اس حکم سے ڈر کر باز آجائیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالفین ڈر گئے اور اپنی مجوزہ تدبیر سے باز آگئے۔ (روح المعانی)

---

[1] بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث اصولِ تنقید کے رُو سے بوجوہِ ذیل مخدوش ہے :-

۱- اس کے راوی عکرمہ ہیں جن پر حضرت ابن عمرؓ اور سعید بن المسیبؒ کذب کا الزام لگاتے ہیں۔ ابن عمر نافع سے کہتے ہیں۔ جس طرح عکرمہ ابن عباس پر جھوٹ گھڑتا ہے۔ تم مجھ پر جھوٹ نہ گھڑنا۔ ابن معین فرماتے ہیں۔ امام مالک ان سے روایت قبول نہ کرتے تھے۔ کیونکہ صفریہ تھے (جو خارجیوں کا ایک فرقہ ہے)

علی ابن المدینی کہتے ہیں کہ یہ اہل نجدہ (خوارج) کے ہمخیال تھے۔

مصعب زبیری کہتے ہیں کہ یہ خارجی تھے اور اپنے آقا کو بھی خارجی سمجھتے تھے۔

ان کے علاوہ بعض دوسرے علمائے جرح و تعدیل نے اگرچہ ان کے ثقہ ہونے پر اتفاق کیا ہے مگر خوارج کے ہمخیال ہونے کی کسی نے تردید نہیں کی۔

۲- اس روایت کی ابتداء میں حضرت علیؓ پر چوٹ ہے کہ انہوں نے مرتدین کو زندہ جلایا۔ اور یہ فیصلہ چند وجوہ سے غلط ہے :-

(الف) حکم شریعت کے خلاف ہے جس کی تردید ابن عباسؓ نے کی۔

(ب) اجماع صحابہؓ کے خلاف ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ان کو قید کر کے لوگوں سے مشورہ کیا۔ انہوں نے قتل کا مشورہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں میں تو وہی کروں گا

Marfat.com

آجکل مسئلہ سزائے ارتداد پر بہت کچھ خامہ فرسائیاں ہو رہی ہیں۔ لیکن اگر اہل قلم نگاہ تحقیق سے اس حکم نبویؐ کے حالات ماحول پر بھی نظر ڈالیں تو اسکی عقدہ کشائی میں بہت کچھ سہولت پیدا ہو سکتی ہے اور یہ حکم نبویؐ ان ارشادات قرآنی کے مخالف نہیں۔ جو آزادی مذاہب کے متعلق حسب ذیل وارد ہیں :۔

لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ (البقرہ) — دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔

لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۠ (الکافرون) — تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے۔

قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ (الاسریٰ) — کہدو ہر ایک اپنے طریقہ پر عمل کرے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا ؕ (البقرۃ) — ہر ایک قوم کا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ رُخ کرتے ہیں۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ ؕ (الحج: ۶۷) — ہر ایک قوم کے لیے ہم نے عبادت کا طریقہ مقرر کیا جس پر وہ چلتے ہیں۔

یہ آزادی اس وقت ہے جبکہ تبدیلِ مذہب شہادتِ ضمیر اور اقتضاءِ قلب سے ہو

جو انہوں نے ہمارے باپ ابراہیمؑ کے ساتھ کیا۔ پھر ان کو جلوا دیا۔

(ج) ان کا یہ فیصلہ متعصبانہ ہے کہ کفار نے جب کئی ہزار سال پہلے حضرت علیؓ کے مورث کو آگ میں ڈالا۔ تو ان کا انتقام اب حضرت علیؓ ان سے لے رہے ہیں۔ اس میں حضرت علیؓ کے علم و عظمت انسانیت۔ اخلاق پر حرف آتا ہے۔

(د) حضرت علیؓ کا یہ فیصلہ خود ان کی اپنی روایت کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یوں روایت کرتے ہیں۔

انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول سیخرج قوم فی اٰخر الزمان حداث الاسنان سفہاء الاحلام یقولون من خیر قول البریۃ لا یجاوز ایمانھم حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرًا یوم القیامۃ (بخاری باب قتال الخوارج) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں قتل کا حکم ہے نہ کہ جلانا۔

(ھ) صحیح یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جلایا نہیں بلکہ قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابو سعید فرماتے ہیں۔

واشھد ان علیًّا قتلھم وانا معہ۔

(بخاری باب ترک قتال الخوارج للتالف) ۱۲ مؤلف

Marfat.com

نہ کہ کسی سیاسی چال اور مخادعۃ کی غرض سے۔ اور حدیث میں جو سزا ہے وہ اس ارتداد کی ہے جو فتنہ وفساد کی غرض سے ہو پس حقیقت میں یہ سزا تبدیل مذہب کی نہیں بلکہ اس فساد کی ہے جو مذہب کی آڑ میں برپا کیا جاتا ہے۔

آجکل بھی جو بعض صورتیں ارتداد کی فاسد اغراض سے پیش آرہی ہیں۔ انہیں بھی اسی ذیل میں درج کیا جا سکتا ہے۔ پس حکومت کا فرض ہے کہ پہلے یہ تحقیق کرے کہ کیا ارتداد محض تبدیلی خیالات سے ہوا ہے یا کسی اور غرض سے؟ اگر کسی فساد کی بناء پر ہے تو مجرم کو سیاسی سزا کا مزہ چکھائے تاکہ ملک میں امن قائم ہو۔

عود الی المقصد

پس جب مخالفین چیلنج پر چیلنج دیئے جانے کے باوجود بھی میدان مقابلہ میں آنے سے عاجز ہیں تو کس طرح قرآن کے مقابل اپنے وضع کردہ قوانین کو فروغ دلا سکتے ہیں۔ بلکہ جب کبھی بھی کوئی قوم اس کے مقابل اپنے قوانین کو فروغ دلانے کے لئے نکلے گی تو بقاء اصلح کے زبردست قانون کے ماتحت زمانہ کی تھپیڑیں اس کے مخترعہ قوانین کو بے زور کر کے قرآن مجید کے اعجاز کو ہر زمانہ میں تازہ کرتی رہیں گی تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا

مختلف حیثیات سے قرآن مجید کا اعجاز

قرآن مجید کے اعجاز کو فقط فصاحت و بلاغت میں ہی منحصر سمجھنا صحیح نہیں بلکہ اس کا اعجاز متعدد حیثیات سے ہے۔

۱۔ فصاحت و بلاغت نظم کی حیثیت سے۔

۲۔ نوامیس دینیہ اور طرق تعلیم روحانی کی بناء سے۔

۳۔ اصول اخلاق کی حیثیت سے۔

۴۔ قوانین اساسی سیاست و انتظام مدن کے لحاظ سے۔

۵۔ فلسفۂ تاریخ اور اصول بشارات کے اعتبار سے۔ وغیرہ وغیرہ حیثیات۔

قسم اوّل کے مخاطب فقط اہل عرب ہیں یا وہ نفوس جو ماہر فی العربیہ ہوں۔

Marfat.com

بقیہ اقسام کا خطاب تمام اقوامِ عالم سے ہے۔

خصائص قرآن مجید کا تذکرہ

قرآن مجید نے اپنی بعض خصوصیات پر مختلف مواقع میں روشنی ڈالی ہے جنکی بعض دفعات حسب ذیل ہیں:-

۱- یہی کتاب اصولِ حقہ اور قوانینِ صحیحہ کا ایسا مجموعہ ہے جس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ (البقرہ: ۳)

۲- صحیح الفطرت طبائع کی پیاس بجھانے والی ہے۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (البقرہ: ۱)

۳- اس کے سننے سے ایمان تازہ ہو کر ترقی پاتا ہے۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا۔ (الانفال: ۲)

۴- یہی وہ معزز کتاب ہے جس میں باطل کسی طرح دخل نہیں پا سکتا۔ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ۔ (حٰم سجدہ: ۴۲) یعنی غلط مسائل اس میں شامل نہیں ہو سکتے۔ بالفرض اگر کوئی شخص اغلوطات کو مضامین قرآنیہ میں خلط کرنا چاہے تو قرآن مجید خود ہی براہین قاطعہ سے ان غلطیوں کی تردید کر دیتا ہے۔[1]

۵- یہ کتاب غلط اور ٹیڑھی تفسیر کی متحمل نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ (کہف: ۱)

۶- اس کتاب میں ایسے روشن دلائل ہیں جن سے انسان جہل و ضلالت کے اندھیروں سے نکل کر ایمان و یقین اور علم و صداقت کی روشنی پاتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ۔ (حدید: ۹)

۷- اس کتاب کے روشن قوانین کی محافظ تعلیم یافتہ جماعت ہے۔ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ (عنکبوت: ۴۹)

۸- اسی کتاب میں سب علوم حقہ کے اصول اساسی کی تشریح و توضیح ہے۔ و

[1] جس طرح قصص القرآن میں اسرائیلی روایات عموماً مفسرین کی سہو یا لغزش سے ملا دی گئی ہیں۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۔ (اعراف: ۵۲)

۹۔ حکمت و فلسفہ کے مرتبۂ کمال تک پہنچی ہوئی کتاب ہے۔ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ۔ (قمر: ۵)

۱۰۔ اصولِ فطرت کی مذکر ہے۔ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۔ (عبس: ۱۱)

۱۱۔ دنیا کی تمام اقوام کی طرف پیغام ہے۔ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (ابراہیم: ۵۲)

۱۲۔ یہ کتاب دوسری مذہبی کتب کی محافظ اور نگران ہے۔ ان کے صحیح مسائل کی تصدیق کرتی اور غلط مضامین کی تردید کرکے حق خالص کو دنیا میں شائع کرتی ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ (مائدہ: ۴۸)

۱۳۔ اس کتاب کی سلامتی و حفاظت کا ذمہ خدائے قدوس نے لیا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ (الحجر: ۹) اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۔ (قیامۃ: ۱۷)

۱۴۔ یہی کتاب دنیا کے تمام مضامین میں سے بہترین مضمون ہے۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ

۱۵۔ جن کے مضامین میں باہم ربط و تناسب ہے۔

۱۶۔ اس کتاب کی وہ حیرت انگیز تاثیر ہے کہ اس کے سننے سے خدا ترس طبائع کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ ان کے دلوں کو ذکر اللہ کی طرف متوجہ کر دیتی ہے۔ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ (زمر: ۲۳)

۱۷۔ یہی کتاب وعظ و نصیحت کا بہترین ذخیرہ ہے۔ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (ہود: ۲۰)

۱۸۔ یہی کتاب بابرکت ذکر ہے۔ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (انبیاء: ۵)

۱۹۔ یہ کتاب اپنی شرح و تفسیر میں دوسروں کی محتاج نہیں بلکہ اپنی شرح آپ ہی کر دیتی ہے۔ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۔ (ہود: ۱)

Marfat.com

۲۰۔ یہی وہ چیلنج دی ہوئی کتاب ہے جس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کا مقابلہ دنیا نہ اب تک کر سکی اور نہ آیندہ کر سکتی ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (بقرہ: ۲۳)

۲۱۔ یہی وہ کتاب ہے جس کے مضامین ہر ایک زمانہ میں نئے نئے کھلتے رہتے ہیں۔ اور حقائق علمیہ اور دقائق روحانیہ کے متلاشیوں کو تازہ تازہ پھل کھلاتی ہے۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا۔ (ابراھیم: ۲۶)

۲۲۔ اس کتاب کو ایسا آسان بنا دیا ہے۔ کہ معمولی بچہ بھی اس کا حافظ و قاری بن سکتا ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (قمر: ۱۷)

۲۳۔ یہ کتاب پیشگوئیوں اور امور غیبیہ کے بتلانے میں نہایت ہی فیاض ہے۔ دوسری کتب کی طرح بخیل نہیں۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔ (التکویر: ۲۵)

تتمہ باب پنجم

قرآن مجید کو ماننے کیلئے مخالفین کیطرف سے چند شرائط

جب مخالفین زبانی اعتراضات اور عملی تدابیر کے ہر قسم کے اسلحہ سے اسلام کی نبرد آزمائی کر کے شکست کھا چکے تو اب پھر مقابلہ کے لئے ایک دوسری چال چل رہے ہیں۔ اور پولیٹیکل چال سے چند ایک شرائط صلح پیش کرتے ہیں:۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ وَ

اور البتہ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی عمدہ باتیں طرح طرح سے بدل کر بیان کر دی ہیں۔ مگر اکثر لوگوں کو سوائے انکار کے اور کچھ منظور نہیں۔

Marfat.com

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ ع

اور کہتے ہیں ہم تیری بات نہیں مانیں گے یہانتک کہ تو ہمارے لئے اس زمین سے چشمے بہا دے۔ یا تیرا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو پھر تو اس کے اندر سے نہریں نکالے۔ یا جیسا تیرا خیال ہے آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے۔ یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے۔ اور ہم تیرے چڑھنے پر بھی نہیں مانیں گے۔ یہاں تک کہ تو ہم پر کتاب اتارے جسے ہم پڑھ لیں۔ کہو میرا رب پاک ہے۔ میں تو صرف ایک انسان ہوں جو اللہ کیطرف سے بھیجا ہوا ہوں ؎

دستورِ ارتقاء کی حقانیت مختلف پیرایوں سے واضح ہو چکی اب تو لوگوں کو سوائے تسلیم خم کرنے کے کوئی دوسرا چارہ ہی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مگر باوجود اس کے مخالفین پھر بھی عذرات پیش کرنے لگے کہ جبتک چند شرائط ذیل میں سے کوئی ایک شرط پوری نہ ہو ہم اسے نہیں مان سکتے۔

شرط اوّل یہ کہ اس زمین (مکہ) سے چشمے بہا دیئے جائیں۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ؎

اگرچہ کفار کا یہ مطالبہ جس حیثیت سے انہوں نے کیا غلط اور معیار باطل ہے جو موٹی عقل سے تجویز ہوا ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اپنے وقت پر ضرور پورا ہو گا۔ چنانچہ اس کی پیشگوئی حضرت یسعیاہ علیہ السلام بھی اس سے پہلے زمانہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرما چکے ہیں ؎۔

"تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو۔ اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو۔ دیکھ میں ایک نئی چیز کروں گا۔ اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس پر ملاحظہ نہ کرو گے؟"

Marfat.com

ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بہاؤں گا۔ وشت کے بہائم گیدڑ اور شتر مرغ میری تعظیم کریں گے کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا۔ کہ وہ میرے لوگوں کے میرے برگزیدوں کے پینے کے لئے ہوں۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا۔ وہ میری ستائش کریں گے۔"

(کتاب یسعیاہ ۴۳ : ۱۸ تا ۲۱)

یہ پیشگوئی اپنے وقت میں یوں پوری ہوئی۔ کہ آپؐ کے خدام کے ہاتھوں نہرِ زبیدہ مکہ میں اور نہر بنی زرقاء مدینہ میں جاری ہوئیں۔

شرط دوم۔ کھجوروں اور انگوروں کے باغ ہوں جن میں نہریں چلتی ہوں یہ شرط بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح خیبر سے پوری ہو گئی۔ چنانچہ خیبر کے سرسبز و شاداب زمینیں اور ہرے بھرے نخلستان مسلمانوں کے ہاتھ آ گئے۔ اس کے بعد خلفاء کے زمانہ میں جن سرسبز علاقوں پر قبضہ ہوا۔ اصحاب بصیرت کے شرح صدر کے لئے کافی ہے۔

شرط سوم۔ سماوی عذاب کا منظر دکھاؤ۔ یہ مطالبہ بھی ان کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ پہلے کفار کی نقل اور تقلید ہے چنانچہ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی سے یہ مطالبہ کیا تھا۔

فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (الشعراء: ۱۸۷ تا ۱۸۹)

ہم پر کوئی آسمان کا ٹکڑا گرا دے۔ اگر تو سچا ہے۔ شعیبؑ نے کہا۔ میرا رب خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو سو انہوں نے اسے جھٹلایا تو بادل والے دن کے عذاب نے انہیں پکڑ لیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

مگر یاد رہے کہ یہ وعدہ جیسا کہ ان پر پورا ہوا۔ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ۔ اسی طرح ان کفار کے حق میں بھی پورا ہونے والا ہے جس کی خبر چند آیات کے بعد دی گئی ہے۔ سورۃ شعراء میں فرمایا:۔

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ

کیا ہمارے عذاب کو جلدی چاہتے ہیں۔ کیا تجھے خبر ہے اگر ہم نہیں چند سال فائدہ اٹھانے دیں پھر ان کے

Marfat.com

مَا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ (الشعراء: ۲۰۴تا۲۰۷)

پاس وہ آجائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے تو جو سامان انہیں ملا تھا کسی کام نہ آئیگا۔

اور سورۂ عنکبوت میں ہے۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۚ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ۚ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (عنکبوت: ۵۳)

اور تجھ سے عذاب کے جلدی آنیکا مطالبہ کرتے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ ہوتا تو ان پر عذاب آچکا ہوتا اور خود ان پر ایسا اچانک آئیگا کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلیگا۔

چنانچہ یہ وعدہ غزوۂ بدر واحزاب وغیرہ میں پورا ہوا؛

شرط چہارم۔ خدا اور فرشتوں کو سامنے لاؤ۔ اس مطالبہ کا انبار اگرچہ ظاہری اور مادی حیثیت سے تو محال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات جسمانی نزول سے پاک ہے لیکن معنوی رو سے جہاں تک استعارات اجازت دیتے ہیں یہ مطالبہ بھی بعثت نبوی سے پورا ہو چکا ہے۔ اگرچہ انکی مادی آنکھیں اس منظر کو نہیں دیکھ سکتیں لیکن حقیقت یوں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالی تجلی بذریعہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرمائی۔ اور آپ کی نصرت وتائید میں روحانی فوجیں ملائکہ کی ہمراہ دیں اور اس پیشگوئی کو پورا کیا جس کا ذکر تورات میں یوں ہوا تھا۔

"خدا وند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا" (استثناء۔ ۳۳:۲)

اسی طرح کتاب حبقوق میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو خدا کا آنا ٹھہرایا گیا؛۔

"خدا تیمان سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا" (حبقوق ۳:۳)

چنانچہ ان کا یہ مطالبہ ان غزوات میں پورا ہوا جن میں جلال الٰہی اور رعب خداوندی نمودار ہوا۔ سورۂ حشر میں ان جلالی تجلیات کو اللہ کا آنا ٹھہرایا گیا ہے فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا (۵۹:۲)!

پس ان کا مطالبہ اپنے وقت پر پورا کیا جائیگا۔ چنانچہ وہ پورا بھی ہوا مگر ہاں اس وقت ان کا یہ مطالبہ اس لئے پورا نہیں کیا جاتا کہ ابھی انہیں کچھ عرصہ تک مہلت ہے اگر اس وقت ان کا مطالبہ پورا کیا جاتا تو انہیں مہلت نہ مل سکتی چنانچہ

Marfat.com

دوسرے مقامات میں ہے:-

وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۝ (انعام: ۸)

اور کہتے ہیں اس پر فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا اور اگر ہم فرشتہ اتاریں تو معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے پھر انہیں مہلت نہ دی جائے۔

وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ۝ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوا إِذًا مُنْظَرِينَ ۝ (حجر: ۶-۸)

اور کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر نصیحت اتاری گئی ہے یقیناً تو پاگل ہے۔ اگر تو سچا ہے تو فرشتوں کو ہمارے پاس کیوں نہیں لے آتا؟ ہم فرشتوں کو صرف اقتضائے حکمت کے موقع پر اتارتے ہیں اور اس وقت انہیں مہلت نہیں دی جاتی۔

شرط پنجم۔ آپؐ اپنے لئے سونے کا گھر بنائیں۔ اگرچہ یہ شانِ نبوتؐ کے منافی نہیں کہ دنیاوی شان و شوکت سے اپنی صداقت کا ثبوت دے لیکن برکاتِ اتباعِ نبوی سے یہ ضروری ہے کہ متبعینِ حق کو برکاتِ دین و دنیا سے بہرہ ور کیا جاوے اسی لئے معاندینِ حق کو یوں تبلیغ کی جاتی ہے:-

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ (اعراف)

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے انہیں ان کی کرتوتوں کی سزا میں پکڑا۔

اور مومنوں کو یوں ارشاد ہے:-

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ (اعراف: ۳۲)

کہو کس نے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لئے نکالی ہے اور کھانے کی عمدہ چیزوں کو حرام کیا ہے۔ کہو وہ مومنوں کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی ہے۔ اور قیامت کے دن ان کے لئے خالص ہے۔

اس لئے ضرور تھا کہ پیروانِ جناب محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس مطالبہ کو پورا کر دکھائیں

Marfat.com

بنابریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے یہ بشارت فرماتے ہیں کہ:۔
"عنقریب تم قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنوگے۔ اور تم قالینوں اور عمدہ فرشوں پہ بیٹھوگے" (بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام)

شرط ششم۔ آسمان پہ جا کر کتاب اتار لائیں۔ اگر ان کے معیار جہالت سے قطع نظر کی جائے اور نگاہ بصیرت سے دیکھا جائے تو یہ شرط بھی پوری ہو چکی۔ حقیقت معراج میں اگر غور کرتے تو فوراً سمجھ جاتے کہ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ کا یہی مصداق ہے[ل] اور یہ قانون انعقاد جو ان پہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی سماوی کتاب کے خواہاں ہیں۔ بالفرض اگر ان کا مطالبہ ظاہری حیثیت سے بھی پورا کیا جاوے تو بھی ہرگز ایمان نہیں لائیں گے چنانچہ ایک موقعہ پر ارشاد ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ (انعام ۱)

اور اگر ہم تجھ پہ کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب اُتارتے۔ پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تو بھی کفار کہتے کہ یہ تو کھلا کھلا جادو ہے۔

اس سے بڑھ کر ایک اور موقعہ پر ارشاد ہے کہ نبی کے چڑھنے کی بجائے اگر یہ معاندین خود ہی آسمان پہ چڑھ جائیں۔ تو بھی ایمان نہیں لائیں گے:۔

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَسْحُورُونَ ۝ (حجر ۱۲)

اور اگر ہم ان پہ کوئی آسمان کا دروازہ کھول دیں تو پھر وہ اس میں چڑھنے لگیں تو کہیں گے ہماری آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا گیا ہے بلکہ ہم تو جادو کی ہوئی قوم ہیں۔

ل بلکہ اگر مکاشفہ یوحنا میں غور کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان پہ جانے (معراج) کی پیشگوئی بھی پاتے۔ چنانچہ حضرت یوحنا فرماتے ہیں:۔
"پھر میں نے آسمان کو کھلا ہوا دیکھا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید گھوڑا ہے۔ اور اس پہ ایک سوار ہے جو سچا اور برحق کہلاتا ہے اور اس کی پوشاک اور ران پر یہ نام لکھا ہوا ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خداوند" (مکاشفہ ۱۹: ۱۱ تا ۱۶)

Marfat.com

ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے کہ جس طور اور جس حد تک قانون فطرت اور عادتِ الٰہیہ اجازت دیتی ہے ان کے یہ تمام مطالبات پورے ہو چکے خواہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد۔ ہاں جس طرز سے ان کا مطالبہ تھا وہ چونکہ خلاف عقل و درایت اور مخالف قانونِ فطرت ہے اس لئے وہ پورا نہیں کیا جا سکتا اس لئے انہیں یوں جواب دینا چاہیئے۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی تمہارے یہ مطالبات جاہلانہ اور سفیہانہ ہیں۔ کیونکہ ان میں بعض مطالبات تو ایسے ہیں جن کے لئے خدائی اختیارات کا ہونا لازم ہے۔ اور بعض ایسے سفیہانہ ہیں جو شعبدہ بازوں اور مداریوں کے کام ہیں۔ قسم اوّل کے مطالبات میں نبی کو درجۂ بشریت سے گذر کر اوپر کے درجہ میں قدم رکھنا پڑتا ہے اور قسم دوم میں اسے اپنے رتبۂ رسالت سے گر کر نیچے اُترنا پڑتا ہے۔ ان دونوں باتوں سے نبی کی ذات مُبرّا ہے۔ اس لئے بَشَرًا رَّسُوْلًا کے دو لفظ ارشاد فرمائے۔ اور چونکہ اس طریقہ سے ربوبیّتِ الٰہیہ پر بھی زد پڑتی ہے۔ کیونکہ ربوبیّت خداوندی جس طرز پر کسی بشر کی تربیت کرتی ہے وہ اس طرز کے مخالف ہے جس کا یہ مخالفین مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس لئے سُبْحَانَ رَبِّيْ فرمایا ؛

ربطِ آیاتِ آیندہ

ممکن ہے کہ گزشتہ جواب هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا سے مخالفین مطمئن نہ ہوں اور یہ اعتراض کریں کہ تحمل رسالت کا عہدہ نوع بشری کو نہیں مل سکتا۔ اس لئے آیندہ آیات میں اس شبہ کا جواب دیا جاتا ہے ؛

نوع بشر کے لئے عہدۂ رسالت

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا	اور لوگوں کو اور کوئی چیز ایمان لانے سے مانع نہیں
اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ	ہوئی جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر یہ کہ
قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا	انہوں نے کہا کیا اللہ نے انسان کو رسول بنا کر

Marfat.com

رَسُوْلًاo قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًاo | بھیجا ہے؟ کہو اگر زمین میں فرشتے بستے چلتے ۔ تو ضرور ہم ان پر آسمان سے فرشتے بھیجتے۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًاo | کہو میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی شہادت کافی ہے وہ اپنے بندوں کے حال سے واقف اور انہیں دیکھنے والا ہے۔

جواب اول

معاندین حق کا یہ اعتراض کہ بشر کو عہدہ رسالت کیوں ملا؟ تعصب وعناد پر مبنی ہے۔ کیونکہ اصل غرض نبی کو ماننے کی یہ ہے کہ قوانین ترقی اور اصول اخلاق اس سے حاصل کئے جائیں۔ حالانکہ یہ تو اس نبی نے پیش کر دیئے ہیں۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى۔ پھر فرشتہ کے انتظار کی کیا ضرورت؟

جواب دوم

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ۔ نبی کا انسان ہونا اس لئے ضروری ہے کہ جس جماعت کو وہ تعلیم دیتا ہے وہ بھی انسان ہی ہیں۔ اور افادہ واستفادہ میں چونکہ مجانست مفید ہے۔ اس لئے فرشتہ نوع بشری کے لئے نبی نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر زمین پر فرشتے آباد ہوتے اور ہمیشہ زمین پر ہی رہتے تو ان کا نبی فرشتہ ہی ہوتا۔ یہ جواب تو عقلی ہے۔ دوسرے موقعہ پر اس اعتراض کا جواب تاریخی پہلو سے بھی دیا گیا ہے۔ فرمایا:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا | اور ہم نے تجھ سے پہلے مرد ہی بھیجے۔

Marfat.com

نُوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (نحل: ۴۳) جن کی طرف ہم وحی کرتے رہے ۔ اگر تم نہیں جانتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو ۔

جواب سوم

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ یعنی میری نبوت کے لئے اللہ تعالے کی شہادت کافی ہے وہی میری صداقت کا فیصلہ کر دیگا ۔ اللہ تعالیٰ کی شہادت کیا ہے ؟ اس کی تشریح دوسرے مواقع میں ہے چنانچہ سچے اور جھوٹے نبیوں کے متعلق یہ شہادت ہے کہ جو جھوٹا نبی ہوگا وہ اپنی زندگی میں ہی خوار و ذلیل ہوکر ذلت کی موت مارا جائے گا ۔ اور اس کی جماعت کا سلسلہ منقطع کیا جائیگا سورہ حاقہ میں ارشاد ہے :-

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ۝ (الحاقہ ۴۴ تا ۴۷)

اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افترا کر لیتا ۔ تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے ۔ پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا ۔

کتب سابقہ میں بھی جھوٹے نبی کی شناخت یہی بتائی گئی ہے ۔ چنانچہ توراۃ میں ہے :-

" لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے " (استثناء ۱۸: ۲۰)

اور انجیل میں ہے :-

" جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو ۔ جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں ۔ ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے ۔ کیا جھاڑیوں سے انگور اور اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں ۔ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے ۔ اور بُرا درخت بُرا پھل لاتا ہے ۔ اچھا درخت بُرا پھل نہیں لا سکتا ۔ نہ بُرا درخت اچھا پھل لاتا ہے ۔ جو درخت

Marfat.com

اچھا پھل نہیں لاتا وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ پس ان کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے" (متی ۷: ۱۵ تا ۱۹)

اور سچے نبی کے متعلق خدائی شہادت یہ ہے کہ اسے اور اس کی جماعت کو ظفر و کامیابی دی جائے گی۔ اور اس کے مذہب اور سلسلہ کی جوں جوں اشاعت اور تبلیغ کی جائے گی اسے فروغ و ترقی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۝ (مومن: ۵۱)

ہم ضرور اپنے رسولوں کو اور ایمان والوں کو دنیا کی زندگی میں مدد دیتے ہیں۔ اور اس دن بھی دینگے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۲۳)

ہمارا وعدہ ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کی نسبت پہلے سے ہو چکا ہے کہ انہیں ضرور مدد دی جائے گی۔ اور یہ بھی کہ ہمارا لشکر یقیناً غالب رہے گا۔

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (مجادلہ: ۲۲)

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ مَیں اور میرے رسول غالب رہینگے بیشک اللہ قوی اور غالب ہے۔

ان شہادات عامہ کے علاوہ شہادت خاصہ بھی ملاحظہ ہو۔ جو اس نبی (خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم) کے متعلق حسب ذیل وارد ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۝ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ (فتح: ۲۸)

وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اُسے تمام دینوں پر غالب کردے اور اللہ تعالیٰ کی شہادت کافی ہے۔

ان شہادات الہیہ پر غور کرو اور انہی شہادات کے معیار کے مطابق فیصلہ کا انتظار کرو۔ ایک اور شہادت بھی ملاحظہ ہو:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝ (مزمل: ۱۵)

ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا۔ جو تم پر (خدائی) شہادت پیش کرتا ہے۔ جس طرح فرعون کی طرف ہم نے رسول بھیجا (اور اس نے بھی خدائی شہادت پیش کی)

Marfat.com

اس میں تصریح ہے کہ آپؐ مثیلِ موسیٰؑ ہیں جو مثیلِ فرعون کی تباہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اب اس تجربہ کی انتظار کیجئے اور ملکیت کے شبہ کو آڑ نہ بنائیے۔ چنانچہ چند ایک آیات کے بعد اسی مضمون کی طرف پھر توجہ دلائی جائے گی۔

رفعِ شبہ

منصب نبوّت کے لئے جب نوعِ انسان کا منتخب ہونا دلائل سے ثابت ہوا تو پھر یہ شبہ کرنا صحیح نہیں کہ اس وقت نبوّت آپکو کیوں ملی؟ کوئی دوسرا شخص اس کے لئے کیوں منتخب نہ ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارے خیالات کے ساتھ قضاء وقدر کی قلم وابستہ نہیں۔ بلکہ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا اللہ تعالےٰ ہی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ کس شخص میں عہدۂ نبوّت کی استعداد ہے۔ خلاصہ یہ کہ انکے یہ شبہات ازراہِ تعصب وعناد ہیں۔ جو طریق ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد کئے جارہے ہیں۔

ربطِ آئندہ

اب ایک محقق مبلغ کو یہ عقدہ پیش آسکتا ہے۔ کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود ایسی واضح ہدایت اور روشن تعلیم پانے کے پھر بھی یہ لوگ راہِ ہدایت سے محروم ہو کر وساوس وشبہات کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس کی عقدہ کشائی اگلی آیات میں کی جاتی ہے؟۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ	اور جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے
وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ	اور جسے وہ گمراہ ٹھہرائے تو تُو ان کے لئے سوائے
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ	اسکے اور کوئی حامی نہ پائیگا۔ اور ہم قیامت کے
الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا	دن انہیں مونہوں کے بل اندھے
وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ	اور گونگے اور بہرے کرکے اٹھائینگے انکا ٹھکانا دوزخ
كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۞	ہوگی جب وہ بجھنے لگیگی ہم ان پر اور زیادہ بھڑکائینگے
ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا	یہ سزا انہیں اسلئے ہوگی کہ وہ ہمارے نشانوں کا انکار
بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا	کرتے ہیں اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں

Marfat.com

وَرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝

(رہ ہو جائینگے) اور ریزہ ریزہ ہو جائینگے تو کیا ہم نئی پیدائش میں اٹھائے جائیں گے؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے پھر پیدا کرے اور اس نے ان کیلئے ایک میعاد مقرر کر رکھی ہے جس میں کوئی شک نہیں مگر ظالموں کو سوائے انکار کے اور کچھ مطلوب نہیں۔ کہو اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو تم ان کے خرچ ہو جانے کے ڈر سے (انہیں) روک رکھتے۔ اور انسان بڑا ہی تنگ دل ہے ؀

قانونِ ہدایت و ضلال

ہدایت و ضلال کا سلسلہ اسباب سے وابستہ ہے لیکن اسباب کا سلسلہ محض اسباب ظاہرہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس سے اوپر بھی اسباب معنویہ اور علل خفیہ ہیں، جب تک وہ مہیا نہ ہوں حکم مرتب نہیں ہو سکتا۔ لہذا اگر مبلغ کسی شخص کو دیکھے کہ وہ باوجود راہ ہدایت کے دیکھنے اور تعلیم حق کے سن لینے کے ہدایت یافتہ نہیں ہوتا۔ تو اسے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ اس کے لیے جب تک علت قریبہ (توفیق ایزدی) شامل نہ ہو ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ دوسرے موقعہ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلکہ ہر ایک مبلغ کو یوں خطاب ہے:۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۔ (قصص ۵۶)

تو اسے ہدایت نہیں دے سکتا جسے تو دوست رکھتا ہے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو بہتر جانتا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ ۲۷۲)

ان کی ہدایت تیرے ذمہ نہیں لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اللہ تعالےٰ کس کو ہدایت فرماتا ہے اور کس کو ضلالت میں

Marfat.com

چھوڑتا ہے؟ اس کا جواب آیات ذیل میں ملاحظہ ہو۔

اصحاب الہدیٰ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ	وہ لوگ جو ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں۔
يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ (یونس: ۹)	انکا رب انہیں انکے ایمان کی وجہ سے ہدایت دیتا ہے۔
وَإِنَّ اللَّهَ لَهَادِ الَّذِينَ آمَنُوا	اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو صراط مستقیم کی
إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۞	رہنمائی فرماتا ہے جو اس پر ایمان لاتے ہیں۔
وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (تغابن: ۱۱)	اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اسکے دل کو ہدایت دیتا ہے۔
وَأَنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يُرِيدُ ۔ (حج: ۱۶)	بیشک اللہ تعالیٰ اسے ہدایت کرتا ہے جو خود ہدایت کو چاہتا ہے
وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۔ (رعد: ۲۷)	اللہ اپنی طرف اسے رستہ دکھاتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے
وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ ۔ (شوریٰ: ۱۳)	اللہ اپنی طرف اسے ہدایت فرماتا ہے جو اسکی طرف رجوع کرتا ہے۔
يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ	اس قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسے سلامتی کی راہیں
سُبُلَ السَّلَامِ ۞ (مائدہ: ۱۶)	دکھاتا ہے جو اسکی رضا کی پیروی کرتا ہے۔
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ	جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدے کرتے ہیں ہم ضرور
سُبُلَنَا ۔ (عنکبوت: ۶۹)	انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں۔

اصحاب الضلال

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ	جو لوگ اللہ کی باتوں پر ایمان نہیں لاتے
اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ	اللہ انہیں ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے
عَذَابٌ أَلِيمٌ ۞ (نحل: ۱۰۴)	دردناک عذاب ہے۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ	اللہ اسے ہدایت نہیں فرماتا جو جھوٹا
كَفَّارٌ ۞ (زمر: ۳)	ناشکرا ہے۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ	یقیناً اللہ تعالیٰ حق کے منکر لوگوں کو
الْكَافِرِينَ ۞ (مائدہ: ۶۷)	ہدایت نہیں دیتا۔
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (مائدہ: ۵۱)	اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ (مائدہ)
اللہ تعالےٰ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝ (مومن ۲۸)
اللہ تعالےٰ اسے ہدایت نہیں دیتا۔ جو حد سے گذرنے والا جھوٹا ہے۔

كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ (مومن ۳۴)
اسی طرح اللہ تعالےٰ اسے گمراہ کرتا ہے جو حد سے گذرنے والا اور شک کرنیوالا ہے۔

كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (مومن: ۳۵)
اسی طرح اللہ تعالےٰ ہر متکبر سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

یُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِیْنَ ۝ (مومن: ۷)
اللہ تعالےٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے۔

وَیُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (ابراہیم)
اللہ تعالےٰ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے۔

وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ (بقرہ ۲۶)
اسی (قرآن) کی مثالوں کے ذریعہ صرف فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے

كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَیَهْدِیْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ۝ (حج ۴)
شیطان کی نسبت لکھا جا چکا ہے کہ جو کوئی اسے دوست بناتا ہے وہ اسے گمراہ کر دیتا، اور اسے دوزخ کے عذاب کی طرف لیجاتا ہے۔

طریقہ ہدایت و ضلال

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ كَذٰلِكَ یَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝ (انعام ۱۲۶)
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اسکو ہدایت دے اسکا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کیلئے ارادہ کرتا ہے کہ اسے گمراہ کرے اسکا سینہ تنگ گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر ناپاکی ڈالتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

ضلالت بعد اتمام حجت ہوتی ہے

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِلَّ قَوْمًا
اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد

Marfat.com

بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَا يَتَّقُوْنَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (توبہ: ۱۱۵)

اس وقت تک گمراہ نہیں کرتا جبتک کہ انہیں وہ چیزیں نہ بتا دے جن سے انہیں بچنا چاہیئے۔ بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

نتیجہ ضلال

چونکہ ضلالت ارتقاء انسانی کے اصول صحیحہ کے چھوڑنے کا نام ہے۔ لہذا اس کے مرتکب کو ایک سزا تو دنیا میں ملتی ہے اور ایک آخرت میں۔

دنیاوی سزا

سزائے دنیا تو یوں ہے کہ اصحاب ضلال کو جماعت حقہ کے مقابل شکست و ذلت ہوتی ہے یہانتک کہ ان کا کوئی حامی و مددگار نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا۔ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۔ دوسرے مقامات میں اس پر یوں روشنی ڈالی:۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ۝ (نساء: ۸۸)

جس کو اللہ گمراہ کرے تو تو اسکے لئے کوئی راستہ نہیں پائے گا۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ (شوریٰ: ۴۶)

جس کو اللہ گمراہ کرے تو اس کے لئے کوئی بھی راہ نہیں۔

وَمَنْ يُضْلِلْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (اعراف: ۱۷۸)

جن کو اللہ تعالے گمراہ کرے وہ نقصان اٹھانے والے ہوتے ہیں۔

وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ (کہف: ۱۷)

جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے تو تو اس کیلئے کوئی دوست راہ بتلانیوالا نہیں پائیگا۔

وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۝ (شوریٰ: ۴۴)

جسے اللہ تعالے گمراہ کرے اس کے لئے اللہ کے بغیر کوئی مددگار نہیں۔

Marfat.com

اُخروی سزا

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ چونکہ اہل ضلال نے دنیا میں اپنے قوائے طبیعیہ کو خلاف فطرت طریقہ پر استعمال کیا اس لئے سزا بھی انہیں اسی رنگ میں ملے گی کہ انہیں منہ کے بل چلایا جائے گا۔ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ۔ مقصد یہ کہ انہیں سرنگوں اور ذلیل کیا جائیگا اور چونکہ انہوں نے حق کے دیکھنے سے چشم پوشی کی۔ اور کلمہ حق کے سننے سے کان بند کئے۔ اور اقرارِ حق میں اُن کی زبان گنگ رہی۔ اس لئے آخرت میں اُن سے یہ قوتیں سلب کر لی جائیں گی۔ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ

اصل یہ ہے کہ عالم آخرت چونکہ حقائق کے ظہور و بروز کا عالم ہے۔ اس لئے اس عالم کے حقائق روحانیہ کے دیکھنے سننے اور بولنے کے لئے دنیاوی حواس کام نہیں آسکتے۔ بلکہ وہاں کے لئے حواس روحانیہ کی ضرورت ہے۔ اور چونکہ حواس رُوحانیہ کی تیاری اسی دنیا سے کی جاتی ہے جس کے نشو و ارتقاء کے لئے روحانی تعلیم نازل کی جاتی ہے۔ اس لئے جن لوگوں نے یہاں سے حواس روحانیہ کو حاصل نہیں کیا ہوگا۔ آخرت میں ان حواس سے محروم رہیں گے۔ البتہ ان حواس کے علاوہ حواس بہیمیہ رکھتے ہوں گے۔ جن کے ذریعہ انہیں حقائق بہیمیہ اور تجلیاتِ قہریہ کا انکشاف ہوگا۔ اور اسی ذریعہ سے آلامِ اُخروی کا انہیں احساس ہوگا مگر حقیقتِ روحانیہ اور تجلیٔ جمالیہ کے مشاہدہ کے لئے وہ حواس کام نہیں آسکیں گے اور تجلیاتِ قہریہ جلالیہ کا نام جہنم ہے۔ یہی اہل ضلال کا ٹھکانا ہوگا۔ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر ایک نئے رنگ میں فرماتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالےٰ نے اب اس آیت کے ایک اور لطیف معنے سمجھانے ہیں پہلے مقامِ محمود کا ذکر کیا جس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ترقی کی طرف اشارہ ہے۔ پھر جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کے الفاظ استعمال

Marfat.com

کیئے۔ پھر یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کا ذکر کیا۔ پس یہاں قیامت سے مراد اسلام کی ترقی اور کفار کی تباہی ہے۔ وہ قیامت نہیں جو مرنے کے بعد آئیگی ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے مضمون یہ بیان کیا کہ اسلام کی کفار سے کئی جنگیں ہوں گی اور ہر جنگ اسلام کی فتح اور کفار کی شکست کے ساتھ ختم ہوگی۔ پس کفار اور زیادہ جلیں گے کہ ہم تو چاہتے تھے کہ اسلام مٹ جائے یہ تو اور زیادہ بڑھ گیا۔ پھر کوشش کرینگے کہ مسلمانوں سے ایک اور جنگ کریں۔ اور انہیں مٹا دیں مگر جیسا وہ نئی لڑائی ختم ہوگی، اس طرح ختم ہوگی کہ مسلمان فاتح اور ان کے دشمن مغلوب ہوں گے۔ پس یہ دیکھ کہ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ان کے دل کی آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھے گی۔ كُلَّمَا کا لفظ بھی بتا رہا ہے۔ کہ متواتر اور مسلسل اسلام اور کفر کی جنگ ہوگی۔ بار بار دشمن شکست کھائیں گے اور بار بار وہ اپنے دل میں جلیں گا کہ مجھے اور شکست ہوئی اور ذلت پہنچی۔ كُلَّمَا خَبَتْ میں اس لڑائی کی آگ کی طرف اشارہ ہے۔ اور زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا میں ان کے دلوں کی آگ یعنی حسد اور بغض مراد ہے۔ ...... فرمایا محمود ہمیشہ وہی ہوتا ہے جو فاتح ہو۔ اور جس کا دشمن شکست کھا جائے"

(الفضل ۱۲ اپریل ۱۹۴۴ء ص۲)

باب ششم

تجزیہ قوانین ارتقاء اور حالات بنی اسرائیل کا اُمّتِ مسلمہ پر انطباق

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ

اور بیشک ہم نے موسٰے کو نو کھلے احکام دیئے۔ سو بنی اسرائیل سے پوچھ جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اُسے کہا اے

Marfat.com

لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝١٠١
قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ
اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ
وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝١٠٢
فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ
فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝١٠٣
وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ
الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝١٠٤ وَ
بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ
نَذِيْرًا ۝ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ
عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ
تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا اَوْ لَا
تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ
لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ
رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝١٠٨
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ
يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝١٠٩

موسیٰ! میں تجھے سحر شدہ سمجھتا ہوں (موسیٰ نے)
کہا، تو خوب جانتا ہے ان کو آسمانوں اور زمین کے
رب کے سوا اور کسی نے نازل نہیں کیا (یہ احکام)
بصیرت پیدا کرنیوالے ہیں۔ اور اے فرعون! میں
تجھے یقیناً ہلاک شدہ سمجھتا ہوں پس اس نے چاہا کہ
انہیں اس زمین سے نکال دے سو ہم نے اسے اور ان سب کو جو
اسکے ساتھ تھے غرق کر دیا اور اسکے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو
کہا اب تم اس (ملک کی) زمین میں رہو پھر جب پچھلا وعدہ
آئیگا۔ ہم تمہیں اکٹھا کر کے لائیں گے اور ہم نے
اسے سچائی کے ساتھ اتارا اور وہ مقتضائے حکمت کے
مطابق اترا۔ اور ہم نے تجھے صرف خوشخبری دینے والا اور
ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے اور قرآن کو ہم نے اسلئے جدا جدا
(سورتوں میں) کیا ہے تاکہ تو اسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں پر پڑھے
اور ہم نے (اسی لئے) اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے
کہو تم خواہ اس پر ایمان لاؤ یا نہ (مگر) وہ لوگ جنہیں اس سے
پہلے علم دیا گیا ہے جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں
کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں، ہمارا
رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ ضرور ہو کر رہتا ہے
اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر کر روتے ہیں اور
یہ ان کا خشوع بڑھاتا ہے ۔

اب یہاں سے گزشتہ قوانین ارتقاء کے کامیاب ہونے کا تجربہ پیش کیا جاتا اور
دلائل تاریخی سے ثابت کیا جاتا ہے کہ یہی روشن قوانین (آیات بینات) جیسا کہ
پہلے اپنا ثبوت صداقت دے چکے اور اپنی زبردست قوت سے سرکش و جبار
فرعونی طاقت کو پاش پاش کر چکے ایسا ہی اب بھی پر عظمت صداقت کا نظارہ دکھانے
والے ہیں۔ اور ان منکرین (کفار قریش)، کو امت مسلمہ کی چھوٹی سی جماعت کے

Marfat.com

ہاتھوں عذاب مُہین کا مزہ چکھانے والے ہیں اور اسی کے ضمن میں اُمّتِ مسلمہ کی آئندہ کامیابی کے طریقہ پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ جیسا کہ فرعون نے جب قوانینِ الٰہیہ شکدہ حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کر کے حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو اپنی سلطنت سے نکالنا چاہا تو یہی خروج وہجرت ان کے بامِ ارتقاء پر چڑھنے کے لئے اوّلین زینہ بنی۔ بعینہٖ اسی طرح امتِ مُسلمہ کی ترقی کا بھی نقشہ پیشِ نظر ہے۔ جس طرح امتِ موسوی کے لئے تِسع آیات بیّنات نصابِ ترقی تھا۔ اسی طرح امتِ مسلمہ کے لئے گزشتہ قوانین نصابِ ترقی ہیں۔

تِسع آیات بیّنات کی تفسیر عموماً مفسرین نو معجزات سے کرتے ہیں لیکن سیاقِ قرآن اس امر کا مقتضی ہے کہ اس سے مراد شریعتِ اسرائیلی کے نو احکام ہیں[1]۔ چنانچہ صحیح حدیث میں بھی یہی تفسیر مذکور ہے:۔

"حضرت صفوان بن عسالؓ سے روایت ہے کہ دو یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تِسع آیات بیّنات کی بابت دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ یہ ہیں[2]: کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ زنا نہ کرو کسی بیگناہ کو قتل نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ جادو نہ کرو۔ سُود نہ کھاؤ۔ کسی حاکم کے پاس کسی بے جرم کی چغلی نہ کھاؤ۔ کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ۔ اور میدانِ جہاد سے نہ بھاگو۔ (اس نویں حکم میں راوی کو شک ہے یہ حکم دراصل ماں باپ کی اطاعت کا ہے) اور اے یہود یہ دسواں حکم خاص تم پر فرض ہے کہ سبت کے دن زیادتی نہ کرو۔" (اخرجہ احمد والبیہقی والطبرانی والنسائی وابن ماجہ والترمذی وقال حسن صحیح والحاکم وقال صحیح لانعرف لہ علۃ")۔

اس تفسیر پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ احکام تو بنی اسرائیل کو فرعون کے غرق ہونے کے بعد اس وقت دیئے گئے تھے جبکہ بنی اسرائیل مصر سے ارضِ مقدس جا رہا تھا

---

[1] اور سورۂ انعام رکوع نمبر ۱۹ میں بھی جو احکام مومنین کو دیئے جاتے ہیں وہ بھی نو احکام ہیں جن میں تورات کے نو احکام کے ساتھ بہت حد تک توافق ہے۔ ۱۲ مؤلف

[2] توریت میں یہی احکام کسی قدر فرق کے ساتھ مذکور ہیں۔ اور اس میں نواں حکم جنگ سے نہ بھاگنے کی بجائے ماں باپ کی اطاعت کا ذکر ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

طرف جا رہے تھے۔ پھر فقال فرعون کے کیا معنے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ موجودہ تورات میں اس کا ذکر نہیں کہ حضرت موسیٰ پر پہلی دفعہ طور سیناء میں علاوہ ان دو برہانوں (عصا اور ید بیضاء) کے کوئی احکام الٰہیہ بھی نازل ہوئے تھے۔ مگر قیاس یہی چاہتا ہے کہ احکام بھی ضرور عطا ہوئے ہونگے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد تزکیہ نفوس ہوتا ہے۔ جو بغیر تعلیم احکام ربانی نہیں ہو سکتا۔ سورۃ نازعات میں اس کا تذکرہ ہے :-

هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۘ إِذْ	کیا تجھے موسےٰ کی خبر پہنچ چکی ہے۔ جبکہ اس کے
نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۚ	رب نے اس کو طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا۔ کہ
اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ۚ	فرعون کی طرف جا کہ وہ سرکش ہو چکا ہے پھر
فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰٓى أَنْ تَزَكّٰى ۚ	اسے یوں کہہ کہ کیا تجھے اس امر کی خواہش ہے کہ تو

ے سورہ قصص میں ہے فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ إِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَائِهٖ جس سے معلوم ہوا کہ کوہ طور پر جو معجزات عطا ہوئے وہ فقط دو تھے اس کے چند آیات بعد یہ ہے بِاٰيٰتِنَآ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیات ان دو معجزوں کے علاوہ احکام الٰہی تھے جن کی تبلیغ حضرت موسیٰؑ کے ذمہ لگائی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان کو فرعون کے سامنے پیش بھی کیا۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۔ (قصص)

ہاں یہ بھی یاد رہے کہ اس وقت فقط وہی احکام تبلیغ نازل ہوئے ہونگے۔ جو اصول اساسی اور قوانین کلیہ تسلیم مل کے جا سکتے ہیں۔ اور سبت کا حکم ابھی وقت نازل نہ ہوا ہوگا کیونکہ یہ حکم خصوصی ہے جو تدوین شریعت کے وقت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ اس وقت کے مناسب حال ہے جبکہ امت کو آزادی اور آرام میسر آئے۔ چنانچہ سبت کے معنے بھی یہی ہیں۔ البتہ ہجرت کے بعد جبکہ حضرت موسےٰ دوبارہ کوہ طور پر گئے۔ اور اس وقت از سر نو تجدید احکام اور تدوین شریعت کی گئی اور پتھر کی دو لوحوں پر شریعت الٰہیہ کو منقوش کیا گیا۔ تو اس وقت ان نو احکام کے ساتھ دسواں حکم تعظیم سبت بھی دیا گیا۔ کیونکہ یہ اسی وقت کے مناسب حال تھا۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

اَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝	پاکباز ہو جائے اور میں تجھے تیرے رب کا رستہ دکھاؤں
فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝ (۱۵ تا ۲۰)	سو تو ڈرے پھر موسیٰؑ نے اسے بڑا نشان دکھایا۔

اس میں تصریح ہے کہ فرعون کو دو امور کی طرف توجہ دلانے کے لئے حضرت موسیٰ کو حکم دیا گیا۔ ایک تزکیہ۔ یعنی ان رذائل و قبائح سے بچانا جو باعث بعد و غضب الٰہی ہیں۔ دوسرا راہ ربانی (صراط مستقیم) کی رہنمائی کرنا جس کے لئے قرب الٰہی اور رضائے ربانی حاصل کی جا سکے۔ اسی کا نام اعطائے شریعت ہے۔

حضرت موسےٰ کی اس تبلیغ پر فرعون کی طرف سے کیا جواب ملتا ہے؟ اس کا ذکر آگے ہے۔ فَقَالَ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ اے موسےٰ! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔ اسی طرح جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی کفار کو احکام الٰہیہ کی تبلیغ فرماتے ہیں۔ تو ان کی طرف سے بھی یہی جواب ملتا ہے۔ چنانچہ پیچھے گذر چکا ہے۔ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اور سورہ فرقان میں ہے۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ (۲۵: ۲۸) ظالم کہتے ہیں کہ تم تو صرف جادو کئے ہوئے شخص کی پیروی کرتے ہو۔ لیکن جس طرح فرعون کے جواب میں حضرت موسیٰؑ فرماتے ہیں۔ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ اے فرعون میں تجھے ہلاک شدہ سمجھتا ہوں اسی طرح آنحضرت صلے اللہ وسلم کے مخالفین کے جواب میں بھی وحی الٰہی یوں اترتی ہے:۔

فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝ وَّ	پس عنقریب وہ ہلاکت مانگے گا اور
يَصْلٰى سَعِيْرًا ۝ (انشقاق)	دوزخ میں داخل ہوگا۔
وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا	اور جب وہ دوزخ کی تنگ جگہ میں جکڑے
ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ	ہوئے جائیں گے تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے
ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ	آج ایک ہلاکت کو نہ پکارو۔ بلکہ بہت سی
ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ (فرقان ۱۳ و ۱۴)	ہلاکتوں کو پکارو۔

اب دیکھئے ایک دعویٰ فرعون نے کیا اور ایک موسیٰ علیہ السلام نے۔ مگر حقیقت نے کس کو صحیح کر دکھایا۔ چنانچہ ان کے دعویٰ کی صداقت ظاہر ہونے کا جب

Marfat.com

وقت آتا ہے تو فرعون کو یہ سوجھتی ہے کہ حضرت موسےٰ اور ان کی جماعت کو اپنے ملک سے بدر کرے۔ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۔ حالانکہ حقیقت میں یہی اس کی اپنی تباہی کا سامان تھا۔ کیونکہ نبی کا وجود قوم کے لیئے باعث امان ہوتا ہے جب تک کسی قوم میں نبی ہوتا ہے اس پر استیصال کنندہ عذاب نہیں آتا۔ سورۂ انفال میں ہے :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۔ (انفال)

اللہ تعالیٰ ان کفار کو ایسے حال میں عذاب نہیں دیگا جبکہ تو ان میں موجود ہو۔ اور ایسے وقت میں بھی انہیں عذاب نہیں دیتا جب وہ استغفار کرتے ہوں۔

اب ادھر فرعون تو یہ ارادہ کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی رحیم ذات یہ نہیں چاہتی۔ کہ اپنی مخلص جماعت کو فرعون کے حکم سے ذلت کے ساتھ ملک سے نکلوائے۔ لہٰذا حکم فرعونی کے نافذ ہونے سے پہلے اپنے ہی حکم سے ہجرت کا حکم دیتا ہے۔ تاکہ قدوسی حکم کی پرستار جماعت کو عزت و اوج کے سفر میں مظفر و منصور کرے۔ اب فرعون کی دوسری بدبختی دیکھیے موسیٰ علیہ السلام جب اپنی جماعت کو ہجرت کے سفر میں لے چلتے ہیں تو فرعون بجائے اس کے کہ اپنے ارادہ کی کامیابی کو پاکر خاموش ہو جاتا۔ اُلٹا ان کا تعاقب کرتا ہے۔ لیکن تدبیر الٰہی بھی اسی تاک میں تھی۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (فجر) اس وقت اس پر غضب الٰہی کی گھڑی آپہنچتی ہے۔ اور فوراً اسے معہ اس کی جماعت کے غرق کردیا جاتا ہے۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ؛

بعینہٖ اسی طریق پر کفار قریش بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکالنے کے متعلق تدبیر کرتے ہیں جس کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے۔ اور سورۂ انفال میں ہے :-

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۔

اور اس وقت کو بھی یاد کر جب کفار تیرے متعلق تدبیر کرتے تھے تاکہ تجھے قید کردیں یا تجھے ماردیں۔ یا تجھے نکالدیں اور وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ بھی تدبیر کرتا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنیوالا ہے۔

مگر مشیّتِ الٰہی نے ان کا داؤ چلنا نہ چاہا۔ اس لیئے ان کے حکم کے نفاذ سے پہلے حکم ہجرت دے کر دارالسلام مدینہ میں مظفر و منصور پہنچایا۔ مگر بدقسمتی سے اس پر بھی کفار

Marfat.com

راضی نہ ہوئے اور مسلمانوں کی جمعیت کو مٹانے کے لئے لشکرِ جرار کے ساتھ بدر کے میدان میں پہنچکر معرکہ آراء ہوئے۔ اس وقت جلال الٰہی نے اپنے زبردست ہاتھ سے اس وعدہ کو سچا کر دکھایا جس کا پہلے سے ان کفار کے سامنے اعلان کر دیا گیا تھا۔ فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ؛ چنانچہ دوسرے ہی روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قلیب بدر پر انہی کفارِ جبابرہ سے تصدیق وعدۂ الٰہی کی شہادت کا یوں مطالبہ فرما رہے تھے۔ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا؟

اور جس طرح فرعون کی تباہی کے بعد بنی اسرائیل کو اپنے مرکزی قبلہ (یروشلم) کی بشارت دی گئی۔ وَقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْکُنُوا الْاَرْضَ اسی طرح اس میں امتِ مسلمہ کے لئے بھی ان کے مرکزی قبلہ (بیت اللہ) کی فتح کی پیشگوئی[1] ہے۔ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ اور جس طرح بنی اسرائیل کے ایک مدت تک فاتحانہ اقتدار رہنے کے بعد ان کے تنزل و ادبار کی یوں خبر دی گئی۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی امت کے لئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ

"ضرور تم پہلی امتوں کے نقشِ قدم کی پوری پوری پیروی کرو گے"

(بخاری کتاب الاعتصام)

پس اس امت کا بھی وہی حال ہونا تھا۔ جو پہلی امتوں کا ہوا۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ؛

عہدِ حاضر کے متعلق ایک عظیم الشان پیشگوئی

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا۔ بعض مفسرین نے اس سے قیامت[2] کا آنا مراد لیا ہے۔ لیکن یہ سیاق و سباق سورۃ اور ربطِ مضمون سے

---

[1] فِيْ هٰذَا بِشَارَةٌ لِّمُحَمَّدٍ بِفَتْحِ مَكَّةَ مَعَ اَنَّ السُّوْرَةَ مَكِّيَّةٌ۔ ۱۲ ابن کثیر

[2] ہاں اگر اس سے مراد قیامت صغریٰ یا قومی عذاب لیا جائے تو یہ اسکے صحیح ہونیکی احسن توجیہ ہے۔ ۱۲ مؤلف

Marfat.com

خارج ہے۔ بلکہ اس سے آخری زمانہ کا وہ وعدہ مراد ہے جس میں مسلمانوں کی شامت اعمال سے یاجوج و ماجوج کا غلبہ مقدر تھا۔ چنانچہ بعض مفسرین نے بھی یہی مراد لیا ہے کہ ان کے غلبہ کے زمانہ میں یہود ارض مقدسہ میں جمع کر دیئے جائیں گے اور یہ زمانہ کاسر صلیب حضرت مسیح موعود کے نزول کا ہوگا۔ دیکھئے (تفسیر قرطبی و فتح البیان)،

یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں یہ پیشگوئی شائع ہوتی چلی آئی ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ ارض مقدسہ میں یہود دوبارہ بسائے جائیں گے ملاحظہ ہو (حزقیل باب ۲۹ آیت ۱۳ تا ۱۶)، اور قرآن مجید کی سورۃ انبیاء میں ہے:۔

وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝

(الانبیاء آیت ۹۶ و ۹۷)

ہر ایک بستی جسے ہم نے ہلاک کیا ہے اسکے لئے فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ اس کے بسنے والے اس دنیا میں لوٹ کر نہیں آئینگے یہانتک کہ یاجوج و ماجوج کیلئے دروازہ کھول دیا جائیگا اور وہ ہر پہاڑی اور ہر سمندر کی لہر پھلانگتے ہوئے دنیا میں پھیل جائیں گے۔

ان آیات میں اشارہ ہے کہ یہودیوں کی ہلاک شدہ بستی کا احیاء اور یہود کے منتشر افراد کا رجوع یاجوج و ماجوج کے زمانہ میں ہوگا۔ اور حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ عرب ہلاک ہونگے (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عربوں کے لئے ہلاکت ہے اس شر سے جو قریب آرہا ہے۔ آج یاجوج ماجوج کی دیوار کھول دیگئی (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الفتن)، لمعات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ عربوں کی ہلاکت خروج دجال پر ہوگی۔

یہاں تو ارض مقدسہ پر اسرائیلی حکومت کے قیام کی پیشگوئی ہے مگر سورۃ انبیاء میں یہ بھی ذکر ہے کہ یہ اسرائیلی قبضہ عارضی ہوگا۔ پھر ان مسلمانوں میں سے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ہی ارض مقدسہ پر حکمران بنا دیئے جائیں گے۔ اور بنی اسرائیل کو وہاں سے نکال دیا جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید اور صحف سابقہ میں یہ پیشگوئی ہے کہ ارض مقدسہ پر دائمی قبضہ صرف صالح بندوں کا ہوگا۔

Marfat.com

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۱۰۶)

ہم نے زبور میں کچھ نصیحتوں کے بعد یہ لکھ چھوڑا ہے کہ ارضِ مقدسہ کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

اور زبور میں ہے "صادق زمین کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (زبور ۳۷/۲۹)

ان نصوص سے واضح ہے کہ یہود کا اس وقت جو قبضہ ہے وہ بطور وراثت نہیں بلکہ غاصبانہ ہے جو ایک دن یقیناً ان سے چھن جائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق پیشگوئی فرمائی۔ فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ یہودیوں اور مسلمانوں کے مابین جنگ نہ ہوگی۔ اس جنگ میں مسلمان یہودیوں پر غالب آجائیں گے اور ان کو ماریں گے یہاں تک کہ اس وقت اگر کوئی یہودی کسی درخت یا پتھر کی آڑ لے کر چھپا بیٹھا ہوگا۔ تو وہ درخت یا پتھر پکار اٹھے گا کہ اے مسلمان خدا کے سپاہی! دیکھ کہ میری آڑ میں یہ یہودی چھپا بیٹھا ہے جلد آ۔ اور اس کو مار۔" (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

زبور میں بھی ہے "کہ بدکردار کاٹ ڈالے جائیں گے۔ لیکن جن کو خداوند کی آس ہے ملک کے وارث ہوں گے۔ تھوڑی دیر میں شریر نابود ہو جائے گا تو اس کی جگہ کو غور سے دیکھے گا۔ پر وہ نہ ہوگا۔ لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے۔ اور سلامتی کی فراوانی سے شادمان رہیں گے۔" (زبور ۳۷/۹-۱۱)

قرآن مجید میں جہاں یاجوج ماجوج کے خروج کی خبر دی گئی ہے۔ وہاں اس کے ساتھ ہی ان قوموں کے سزا پانے کی بھی پیشگوئی فرمائی۔ فرمایا۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (الانبیاء آیت ۹۸)

اور خدا کا سچا وعدہ قریب آجائیگا تب کافروں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور وہ کہیں گے ہم پر افسوس ہم تو اس دن کے متعلق سخت غفلت میں پڑے رہے بلکہ ہم لوگ تو ظالم تھے۔

پس یہ ملعون قوم یہود جس کا اقتدار ان ظالم ہستیوں کے بل بوتے پر تھا جب ان کا وہ سہارا جاتا رہے گا۔ تب ان کی اقتدار ملکی کی عمارت بھی یکسر دھڑام سے نیچے آگرے گی۔

Marfat.com

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر سورۂ انبیاء میں فرماتے ہیں :-

(ارض مقدسہ سے) "عارضی طور پر قبضہ پہلے بھی دو دفعہ نکل چکا ہے۔ اور عارضی طور پر اب بھی نکلا ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں "عارضی طور پر" تو لازماً اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ پھر مسلمان فلسطین میں جائیں گے اور بادشاہ ہونگے۔ اور لازماً اس کے یہ معنی ہیں کہ پھر یہودی وہاں سے نکالے جائیں گے۔۔۔۔۔ یہ سارا انتظام جس کو یو۔ این۔ او کی مدد سے اور امریکہ کی مدد سے قائم کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے گا کہ وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں اور پھر اس جگہ پر لاکر مسلمانوں کو بسائیں۔۔۔۔۔ سو خدا تعالیٰ کے عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے لوگ لازماً اس ملک میں جائیں گے۔ نہ امریکہ کے ایٹم بم کچھ کر سکتے ہیں نہ ایچ بم کچھ کر سکتے ہیں۔ نہ روس کی مدد کچھ کر سکتی ہے۔ یہ خدا کی تقدیر ہے یہ تو ہو کر رہنی ہے۔ چاہے دنیا کتنا زور لگائے۔"

(تفسیر کبیر سورۂ انبیاء صفحہ ۵۲۶)

اسی سورۂ انبیاء کی آخری آیت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بالفاظ ذیل ایک دعا بھی سکھائی گئی ہے :-

قٰلَ رَبِّ احْکُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ ؒ	(وحی الٰہی کی ان پیشگوئیوں کے نزول پر ذات رحمۃ للعالمین نے یہ دعا کی) عرض کیا۔ اے میرے رب تو حق کے مطابق فیصلہ فرما۔ اور ہمارا رب تو رحمان ہے اور اے کافرو جو تم باتیں کرتے
(الانبیاء آیت ۱۱۳)	ہو انکے خلاف اسی سے مدد مانگی جاتی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"اس آیت میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی امت کے متعلق ایک دعا سکھائی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اے محمد رسول اللہ! تو دعا کر کہ خدایا جس وقت مسلمانوں پر تنزل کا زمانہ آئے۔ اور یہودی پھر ارض مقدسہ میں آجائیں تو گو میری امت کے لوگ اس وقت

Marfat.com

کمزور ہوں گے۔ مگر اصل حکومت تو میری ہی ہوگی جو تیری طرف سے قیامت تک کے لئے خاتم النبیین مقرر ہوا ہوں پس مسلمانوں کی شکست میری شکست ہوگی۔ اور میں تیرے حضور میں محبوب ہوں اور یہودی تیرے حضور میں مغضوب ہیں۔ پس میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں میرا لحاظ کرکے میری قوم اور یہودیوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور میری قوم کو یہودیوں پر فتح دے تاکہ پھر میری قوم عبادی الصالحون میں شامل ہو کر فلسطین پر قابض ہوجائے اور یہ ظاہر ہے کہ جو دعا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے۔ وہ ضرور پوری ہو کر رہے گی۔" (تفسیر کبیر ص۳۷۵)

ربطِ مضمون

حالات بنی اسرائیل اس لئے بیان کئے جارہے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ ان کے ذریعہ اپنے مستقبل کا نقشہ پیش نظر رکھ سکے ؎

خوش تر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

اسی نکتہ کی طرف توجہ دلانے کے لئے فرمایا جاتا ہے وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ۔ یعنی جس وعدہ حق پر دستور بنی اسرائیل اتارا گیا تھا اور جس کی حقانیت و صداقت کا تجربہ ہوچکا اسی اصول پر یہ قرآن بھی اُترا ہے جس کی پُرشوکت قوتِ حق کا تجربہ عنقریب تم کرلوگے۔ اور جس شخص پر یہ قرآن اترا ہے وہ بھی جمال و جلال (تبشیر وانذار) کی دو تجلیوں کے ساتھ مبعوث ہوا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ تجلّی جمال کی تاثیر سے اپنی پیرو جماعت کو ترقی مدارج کے مقام پر پہنچا رہا ہے۔ اور تجلّی جلال کا ہیبت ناک نظارہ عنقریب مخالفوں کو دکھانے والا ہے۔

جوابِ شبہ

چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مثیلِ موسیٰؑ ہیں۔ اور آپ کے وقائع

Marfat.com

موسوی وقائع کے نظائر ہیں۔ تو پھر ممکن ہے کہ یہاں مخالف یہ اعتراض کرے کہ پھر کیا وجہ کہ کتابِ موسیٰ کی طرح قرآن مجید کا نزول ایک ہی دفعہ نہ ہوا۔ تدریجاً کیوں ہوا؟ چنانچہ مخالفین کے اس اعتراض کی تصریح بھی دوسرے موقع پر موجود ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ

اور کفار کہتے ہیں اس (نبی) پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا؟

اور سورۂ قصص میں ہے:۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ (۲۸ : ۴۸)

پس جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق آگیا۔ تو کہنے لگے کہ اسے موسیٰ جیسی (کتاب) کیوں نہیں دی گئی۔

لیکن مسلم کو ان سوالات سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیئے۔ انکے سوالات اگرچہ بغرضِ اعتراض ہی ہوا کرتے ہیں لیکن یہی اعتراضات مسلم کے حق میں معارف وحقائق قرآن کے انکشاف کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ فرض کرو۔ اگر ان کے یہ سوالات نہ ہوتے تو وہ معارف ولطائف جو جواب دیتے وقت بیان ہوتے ہیں۔ کہاں نصیب ہوتے؟ اسی فلسفہ وحکمت کی طرف سورۂ فرقان میں توجہ دلائی گئی ہے۔ فرمایا۔ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ؕ (۲۵ : ۳۳) یعنی مخالفین جب کوئی اعتراض کرتے ہیں۔ تو ہم اس کے مقابل پر ایک محققانہ تقریر لطائف وحِکَم سے پُرشدہ تفسیر بیان کر دیتے ہیں۔ فسبحان الذی جعل مع العسر یسرًا و مع الضّیقِ فرجًا:

پس ان کے اعتراض کا جواب یہ ہے وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۔ یعنی قرآن مجید کے آہستہ آہستہ اور متفرق نازل ہونے میں یہ حکمت ہے کہ اس طریقہ سے اس کی حفاظت اور اشاعت بخوبی ہوسکے گی۔ کیونکہ فرض کرو۔ اگر یکبارگی مجموعہ قرآن ایسی قوم پر نازل کیا جاتا جو اُمّی محض تھی تو اس کی اشاعت تو کجا حفاظت تک اس قوم سے محال تھی۔ چونکہ قرآن حکیم کا فقط نزول ہی کافی نہیں بلکہ اس کی حفاظت اور اشاعت کے بھی دو اہم

Marfat.com

مقاصد پیش نظر ہیں۔ اس لئے انہی مقاصد کو ملحوظ رکھکر قرآن مجید کا نزول
تدریجاً ہوا۔ انہی دو مقصدوں میں سے مقصد اشاعت کو تو یہاں بیان کیا گیا
لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ۔ اور مقصد حفاظت کا ذکر سورۂ فرقان میں
ہے۔ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا (۳۲) یعنی تاکہ اس تدریجی
نزول سے تیرے دل کو قرآن کی یاد سے مضبوط کردیں۔ اسی لئے قرآن آہستہ
آہستہ اتارا جارہا ہے۔

قرآن حکیم کے تدریجی نزول کی پیشگوئی کتب سابقہ میں بھی پائی جاتی ہے
چنانچہ حضرت یسعیاہ مختلف شہروں بابل۔ دمشق۔ مصر۔ عرب وغیرہ کی بابت
الہام سناتے ہوئے باب ۲۸ تا ۲۸ میں نبی اُمّی عربی (فداہ ابی و امی) کے زمانہ
بعثت کا پتہ دیتے ہوئے اور آپکی عالمگیر نبوت کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں یوں
فرماتے ہیں:۔

"وہ کس کو دانش سکھائیگا؟ کس کو وعظ کرکے سمجھائیگا؟ اُن کو جن کا دُودھ
چھڑایا گیا۔ جو چھاتیوں سے جدا کئے گئے۔ کیونکہ حکم پر حکم۔ حکم پر حکم۔ قانون
پر قانون۔ قانون پر قانون ہوتا جاتا۔ تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی
کے سے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ کے ساتھ باتیں کریگا"۔

(یسعیاہ ۲۸: ۹، ۱۰، ۱۱)

اس میں تصریح ہے کہ وہ نبی صاحب شریعت ہوگا۔ اور اس کی شریعت احکام
اور قوانین پر مشتمل ہوگی۔

(۱) اور فقرہ "حکم پر حکم" "قانون پر قانون" میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس کی
شریعت کا نزول یکبارگی نہ ہوگا۔ بلکہ تدریجاً تھوڑے تھوڑے احکام حسب مصلحت
و ضرورت متفرق طور پر نازل ہوں گے۔

وہ لوگ جو قرآن مجید کے تدریجی نزول پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ اس پیشگوئی
پر غور کریں۔ کہ کس طرح قرآن حکیم کی صداقت پر مدتوں پہلے شہادت دی گئی ہے
چونکہ اس پیشگوئی کے ذریعہ اہل کتاب کو قرآن مجید کے تدریجی نزول کا علم تھا۔
اس لئے ان کا اس بارے میں اعتراض کرنا محض عناد اور تعصب پر مبنی ہے اسی

Marfat.com

بنار پر فرقان حمید ان کفار کو الزام دیتا ہے ۔

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ (قصص ۴۸)

پس جب انکے پاس ہماری طرف سے حق آیا تو کہنے لگے کہ اسے ویسی کتاب کیوں نہیں دیگئی جیسی موسیٰ کو دیگئی۔ کیا انہوں نے اسکا انکار نہیں کیا تھا جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیا گیا؟

(۲) دوسرا فقرہ "تھوڑا یہاں تھوڑا وہاں" اس سے مراد یہ ہے کہ متفرق جگہوں میں وحی نازل ہوگی۔ چنانچہ کچھ وحی تو مکہ میں نازل ہوئی اور کچھ مدینہ میں۔ اور کچھ حدود یروشلم میں جبکہ آپ غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

(۳) تیسرا فقرہ "ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں" سے ہے۔ وحشی جس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ وہ درحقیقت لفظ عربی ہے جس کے ترجمہ میں تحریف کردی گئی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ بنی اسرائیل کی رقابت بنی اسماعیل سے مدتوں کی چلی آتی ہے۔ اس لئے جب کہیں اسماعیلی قوم کا تذکرہ کتب الہامیہ میں آتا ہے۔ تو حاسدین کتب و مترجمین بائبل یا تو اسے ترک کر دیتے ہیں۔ یا ایسے پیرائے میں ذکر کر جاتے ہیں جس سے اس قوم سے تنفر اور بدعقیدگی پیدا ہو۔ چنانچہ بائیبل کے مطالعہ کرنے والے پر یہ امر مخفی نہیں۔ بنا بریں الہام صحیح میں جو ایک فصیح اور مہذب لفظ "عربی" تھا۔ مترجمین نے اس کے ترجمہ میں ایک قبیح اور غیر مہذب لفظ "وحشی" رکھ دیا۔ کیونکہ اسرائیلی قوم عربی قوم کو بوجہ غیر تعلیم یافتہ ہونے کے وحشی جانتی تھی۔ اسی طرح کلام الٰہی میں تحریف کر کے اپنے تعصب و عناد کا ثبوت دیا۔ اسی بناء پر قرآن مجید اس قوم کو تحریف کلام ربانی کا ملزم قرار دیتا ہے۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ (نساء ۴۶)

جب ہم کتاب مقدس میں غور کرتے ہیں تو اہل کتاب کی اس ناجائز تحریف کی شہادت خود توریت میں سے پا لیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ہاجرہ کو جب بیٹے کی پیدائش کی خوشخبری فرشتہ سناتا ہے۔ تو اس بشارت کے الفاظ موجودہ ترجمہ بائیبل میں یوں ملتے ہیں:

"تو حاملہ ہے اور ایک بیٹا جنے گی۔ اس کا نام اسماعیل رکھنا۔ کہ خداوند

Marfat.com

نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ وحشی آدمی ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اس کے برخلاف ہوں گے" (پیدائش ۱۶: ۱۱، ۱۲)

منصف مزاج ناظرین پر مخفی نہیں کہ یہ مقام کس قدر بیّن تحریف کا ثبوت ہے۔ کیا وحشی اور لڑاکے لڑکے کی خبر دینا بشارت اور دلآویز خبر ہے یا دلآزار؟ کیا وحی الٰہی کی بشارتیں اسی طرح کی ہوا کرتی ہیں؟ سُبْحٰنَكَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ۔

صحیح ترجمہ بشارت مذکور کا یہ ہے:۔

"خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ عربی ہوگا۔ اور اس کا ہاتھ سب پر ہوگا"

جب ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جدامجد (حضرت اسماعیلؑ) کی بشارت میں تحریف پاتے ہیں تو آپ کی بشارت میں تحریف پائے جانے پر کیا تعجب کیا جائے؟

(۴) چوتھا فقرہ "اور اجنبی زبان سے باتیں کرے گا" اس اجنبی زبان سے مراد زبانِ عربی ہے جو عبرانی کے مدمقابل ہے۔ بنی اسرائیل کو چونکہ قوم عرب سے رقابت تھی۔ اس لئے ان کی زبان سے بھی انہیں اجنبیت تھی۔ اسرائیلی انبیاء کے عہد میں تو وحی کا سلسلہ عبرانی زبان میں رہا۔ مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تشریف آوری پر نزول وحی عربی زبان میں ہوا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ وَعَلٰى مَنْ تَبِعَهٗ۔

صداقت قرآن مجید پر تعلیم یافتہ جماعت کی شہادت

چونکہ قرآن حکیم کی پیشگوئیاں کتب سابقہ میں بکثرت موجود ہیں جو اہل کتاب مذہبی تعلیم یافتہ پر مخفی نہیں۔ اس لئے جویانِ حق طبائع کے سامنے قرآن مجید کی صداقت کے لئے نئے دلائل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کے لئے صداقت قرآن مجید کا بہترین معیار یہ ہے کہ وہ اس امر پر غور کریں کہ کیا اس کو مذاہب سابقہ کی تعلیم یافتہ جماعتیں بھی قبول کر رہی ہیں یا نہ؟ چنانچہ آگے

Marfat.com

قرآنِ مجید کی صداقت جانچنے کے لیے اسی معیار کو پیش کیا جاتا ہے۔

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ	کہہ دے اسے خواہ مانو یا نہ مانو۔ لیکن
اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ	وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے
قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ	جب یہ قرآن ان پر پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں
لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّ يَقُوْلُوْنَ	کے بل سجدوں میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں
سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا	ہمارا رب پاک ہے۔ ہمارے رب کا وعدہ
لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ	ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔ اور دوبارہ وہ ٹھوڑیوں کے
يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝	بل گر پڑتے ہیں اور روتے ہیں اور یہ ان کی عاجزی کو بڑھاتا ہے

وہ متعصب و معاند ہستیاں جو باوجود کتب سماویہ کی شہادت پانے کے ضد اور ہٹ دھرمی سے عمداً قرآن مجید پر اعتراضات کر رہے ہیں۔ انہیں کہہ دو تمہاری ان نکتہ چینیوں سے قرآن حکیم کی صداقت پر حرف نہیں آسکتا۔ خواہ تم اسے مانو یا نہ مانو تم سے بڑھ کر تعلیم یافتہ ہستیاں جو مذہبی علوم کے زیور سے مزین ہیں اس کی صداقت کو تسلیم کرتی اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر رہی ہیں[لہ]

سورۂ قصص میں بھی اس کا مزید تذکرہ ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ	جنہیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے

لہ اسی سلسلہ میں دورِ اوّل کے علماءِ اہلِ کتاب جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایمان لائے۔ انکے نام حسب ذیل ہیں:۔

(اسماءِ علمائے یہود) عبد اللہ بن سلام امام یہود۔ یوسفؑ بن عبد اللہ۔ اسیدؓ بن سعید ثعلبہؓ بن سعید۔ اسیدؓ بن عبید۔ اوسؓ بن سمعان۔ اشعر بن عبد القرظی۔ کعبؓ بن سلیم القرظی۔ میمونؓ بن یامین۔

(اسماءِ علمائے نصاریٰ) تمیم داری۔ جارودؓ العبدی۔ طلق بنؓ عدی۔ طلحہ بن زید نہدی۔ عدیؓ بن حاتم طائی اسقف عیسائیانِ یمن۔ صرمہؓ بن ابی انس انصاری عیسائیانِ عرب کا ولی اللہ۔ بشرؓ بن معاویۃ البکائی۔ عمرؓ بن مسیح بن کعب اسقف یمن۔ ابو مریمؓ نذیر اسقف غسان۔ ۱۲ مؤلف۔

Marfat.com

مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝ (۵۲ و ۵۳)	وہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے ہم تو پہلے ہی سے اس کے مطیع تھے۔

چونکہ توریت میں بنی اسرائیل کے عروج و تنزّل کے دو دوروں کی پیشگوئی تھی۔ (ملاحظہ ہو ابتدائے سورۃ) اور ان کے دوسرے دورِ تنزّل کے بعد پھر یہ ارشاد ہوا تھا۔ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ۔ یعنی انہیں پھر تنزّل سے نکالنے کی تدبیر یوں بتائی گئی تھی کہ بذریعہ بعثتِ خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم رحمتِ الٰہی کا نزول ہوگا۔ اور اس وقت دستور ترقی ایسا مکمل عطا کیا جائے گا جس میں کبھی نسخ و ترمیم نہیں ہو سکے گی۔ اور اس کے ذریعہ ہر قسم کے انعاماتِ الٰہیہ کے دروازے بندوں کے لئے ہمیشہ کھلے رہیں گے ؂

پس جب سمجھدار ہستیاں ان قوانین ترقی کو (جو توریت کی پیشگوئی کے مصداق ہیں) سنتی اور ان کے برکاتِ ارتقائیہ کا مشاہدہ کرتی ہیں۔ تو ایسی زبردست صداقت کا نظارہ دیکھتے ہی اس کے تسلیم و انقیاد کا عملی ثبوت دیتے ہوئے ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ اور زبان سے اعترافِ صداقت کی یوں سبحہ خوانی کرتے ہیں۔ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ یعنی وہ قدوس ذات جو قوموں کی مربی ہے ان شوائبِ نقص و شبہات سے پاک ہے۔ جو انسان کو کسی پیشگوئی کے ظہور کے وقت پیش آیا کرتے ہیں۔ ہم نے بذاتِ خود تجربہ کر لیا کہ خدا کا وعدہ پورا ہو چکا۔ اور پھر دوبارہ روتے ہوئے سجدہ میں گرتے ہیں۔ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ۔ اس لئے کہ مبادا ایسی پیشگوئیوں کے وقت کہیں معرض ابتلاء میں نہ آجائیں۔ کیونکہ پیشگوئیاں کثیر المعانی اور ذوالوجوہ والمعارف ہونے کی وجہ سے ایمانی آزمائش کے لئے ایک خطرناک مقام اور پُرصعوبت عقبہ ہوتی ہیں۔ جس سے کچّا اور ضعیف الایمان طبائع پھسل جاتی ہیں۔ اور مسخ شدہ فطرتوں کے لئے وہ پیشگوئیاں حجابِ مستور بن جاتی ہیں۔

Marfat.com

مبلغ قرآن کیلئے چند قواعد

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا	کہہ اللہ کو پکارو یا رحمان کو
الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ	پکارو جس نام سے پکارو اسی کے سب اچھے
الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ	نام ہیں۔ اور تو اپنی نماز نہ تو بلند آواز
بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا	سے پڑھ۔ اور نہ پست آواز سے۔
وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝	اور اس کے درمیان راستہ لے۔
وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ	اور کہو سب تعریف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے جس
يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهُ	نے بیٹا نہیں بنایا۔ اور نہ اس کا سلطنت
شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ	میں کوئی شریک ہے اور نہ وہ عاجز ہے
لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ	کہ اس کا کوئی مددگار ہو۔ اور اس کی
تَكْبِيْرًا ۝ ع	بزرگی خوب بیان کر ۞

چونکہ اس سورۃ میں مسئلہ ترقی کے ہر ایک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے اس لئے اختتام سورۃ پر بھی مناسب تھا کہ مبلغ کو قوانین ارتقاء کی اشاعت کے لئے چند ایک ہدایات دی جائیں۔ تاکہ اشاعت و تبلیغ کی راہ میں وہ انہیں دستور العمل بنا سکے ۞

قانون اوّل۔ جب کبھی مبلّغ کو ایسی ہستیوں سے واسطہ پڑے جن کی طبائع فرقان حمید کی تصدیق کی طرف مائل تو ہوں۔ لیکن رسوم سوسائٹی کے پھندوں میں وہ ایسی گرفتار ہوں۔ کہ اپنی قومی اصطلاحات سے الگ ہو کر خارجی اصطلاحوں کو اپنے ہاں جاری نہ کر سکیں۔ اگرچہ انہی حقائق کو باصطلاح قوم خود تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں تو مبلغ کے لئے تبلیغ و تعلیم کا صحیح طریق یہ ہے کہ انہیں اس میں آزادی دے۔ مبادا اس جزوی اور ادنیٰ شبہ کی وجہ سے وہ

Marfat.com

لوگ اس تعلیم ربانی سے متنفر ہو جائیں۔ اسی خطرہ کو سورۂ فرقان میں بیان کیا گیا ہے:۔

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اسْجُدُوْا	اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو
لِلرَّحْمٰنِ ۚ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ	سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا ہے؟ کیا ہم اسے
اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَھُمْ	سجدہ کریں جس کے لئے تو ہمیں حکم دیتا ہے۔ اور
نُفُوْرًا ۝	اس سے ان کی نفرت بڑھتی ہے۔

یہ خطرہ جو مبلغ کے طریقۂ تعلیم میں بڑی روکاوٹ ڈال سکتا ہے اس کا علاج یہاں بتایا جاتا ہے۔ کہ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ خدا کو جس نام سے پکارو۔ اللہ یا رحمٰن سے اس کے سب نام اچھے ہی ہیں۔

قانون دوم۔ وَلَا تَجْھَرْ بِصَلَاتِکَ وَلَا تُخَافِتْ بِھَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا ۝ مبلغ کے لئے دوسرا قانون یہ ہے کہ نماز جو دعوت و تبلیغ کا اعلیٰ طریقہ ہے اسے ایسے پیرایہ میں ادا کیا جائے جو سامعین کی طبائع پر بوجھ معلوم نہ ہو۔ اور نہ اتنا نرم و خفی کہ ان کی طبائع پر مؤثر نہ ہو۔ بلکہ توسط و اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے۔ اب اس کو ایک "قانون کلی" جان کر دعوۃ و تبلیغ کے ہر ایک شعبہ کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

قانون سوم۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا الآیۃ۔ مبلغ کے لئے تیسرا قانون یہ ہے کہ سب سے اول مضمون جو ہر قسم کی دعوت کے لئے بطور دیباچہ و تمہید ہو۔ اور سب سے آخری مضمون جو بطور خاتمہ و تکملہ ہو وہ قانون اساسی توحید اور ستائش و حمد الٰہی ہونا چاہیئے۔

آیت ممدوحہ بالا میں ادیان باطلہ کے لئے گویا اعلان جنگ ہے۔ اور اس میں یہ پیشگوئی ہے کہ مذہب اسلام جس کے اصول ترقی کا نقشہ اس سورۃ میں پیش کیا گیا ہے۔ اب تمام مذاہب پر غالب آنیوالا ہے۔ لہذا اعلان کردو۔ کہ اب ایسے خدا کی حمد و ستائش کا وقت آگیا ہے۔ جس کی صفات یہ ہیں:۔

۱۔ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔

۲۔ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ اس کی سلطنت میں کوئی دوسرا

Marfat.com

اس کا شریک نہیں

۳۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ۔ وہ کمزور نہیں جس کی وجہ سے اُس کو کسی مددگار کی ضرورت ہو۔

اب اس کے مقابل دنیا کے مذاہب کو لو۔

۱۔ عیسائی مذہب کے نزدیک یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔

۲۔ ہنود اور مشرکین کے ہاں خدائی سلطنت میں بہت سے شریک و دخیل ہیں۔

۳۔ مجوس اور صابئین[1] کا عقیدہ ہے کہ (نعوذ باللہ) اگر اللہ کے اولیاء نہ ہوں تو خدا ذلیل ہو جائے۔

اس سے اندازہ لگا لو کہ دنیا کی مذہبی قوموں نے کیسے ضعیف اور بزدل خدا کو پیش کیا ہے۔ کیا ترقی کرنے والی قومیں ایسے کمزور خدا کو مان سکتی ہیں؟ نہیں بلکہ ان کی فطرتیں تو ایسے قادر و توانا خدا کی متلاشی اور اسی قدوس ذات کی پیاسی ہیں جو تمام کائنات پر حکمران ہو۔ جس کو صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ پس ترقی زمانہ کا تقاضا ہے کہ دوسرے ادیان باطلہ کو شکست اور ذلت ہو۔ اور مذہب اسلام کو ترقی و فروغ۔ چنانچہ رفتارِ زمانہ نے اس پیشگوئی کی صداقت کا زبردست ثبوت دے دیا[2]۔

---

[1] وَقَالَ الصَّابِئُوْنَ وَالْمَجُوْسُ لَوْلَآ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ لَذَلَّ اللّٰهُ۔ (ابن جریر)

[2] حال ہی میں مغربی اُفق سے بھی اس کی تصدیق کی تازہ آواز نکلی ہے۔ ٹرتھ سیکر نام امریکہ سے ایک ماہوار رسالہ شائع ہوتا ہے اس کے مدیر نے تحقیق کے بعد یہ رائے ظاہر کی ہے کہ "ایک صدی کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب تمام دنیا کے مذاہب پر غالب ہو گا" یہ ایک خوبی ہے جس کی صداقت کا ثبوت واقعات زمانہ سے ہو رہا ہے۔ یورپ میں جو مذہبی تحقیق کی رَو اٹھی ہے وہ ظاہر ہے۔ اور انگلستان و جرمنی میں جامع مساجد کی تعمیر اور تبلیغ اسلام کے مراکز قائم ہونے سے لوگوں کی جو توجہ مذہب اسلام کی طرف ہو رہی ہے۔ وہ اخبار بین حضرات سے مخفی نہیں۔ ابھی تازہ واقعات ہیں کہ جرمنی کے پایۂ تخت برلن میں بہت سے جرمن اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور بہت سی تصنیفات اسلام کے متعلق مدوّن کی گئی ہیں۔ جامعہ ایلسن میں متعدد لیکچر اسلام پر دیئے جا رہے ہیں۔ ان ممتاز فضلاء میں سے جو اسلام پر لیکچر دیتے ہیں

Marfat.com

دیکھ لو اسلام کے آنے کے بعد دنیا کے مذاہبِ باطلہ کو کیسی شکست و ذلت نصیب ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ بجائے فاتحانہ اقتدار رکھنے کے اس قدر گرے کہ وہ اپنی ہستی کو بھی سنبھال نہ سکے۔

دوسرے مذاہب کے متعلق تو غالباً ناظرین کو اس دعویٰ کی صداقت تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔ البتہ مذہبِ عیسوی کی زندگی کے آخری سانس بالخصوص بیسویں صدی کی مسیحی اقوام کے نظامِ تبلیغ کو دیکھ کر شاید ناظرین کو شبہ پیش آئے لہٰذا اس شبہ کا رفع کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں۔

واضح ہو کہ مسیحی اقوام کی ترقی تمدنی حیثیت سے خواہ کتنی ہی اعلیٰ[۱] سمجھو مگر مذہبی

بقیہ حاشیہ صفحہ [illegible]

جرمن وزیرِ تعلیمات مسٹر بکیا در پروفیسر کامی فیاثر صدر جمعیۃ المانیہ اور جامعہ السنہ شرقیہ کے استاد میتھ فوک ہیں۔ اور ڈاکٹر ہومر اور ڈاکٹر شوتیس ہیں اور امریکہ میں بھی اسلام سرعت سے پھیل رہا ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۵ء میں جنوبی برازیل میں ۳ ہزار سے زیادہ مسلمان نہ تھے۔ مگر اب ۱۹۲۸ء تک ۷ اگناد ۴۷ ہزار مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوگیا ہے اس اضافہ کا باعث کیا ہے اس کا جواب بھی آپ عیسائیوں کی ایک بہت بڑے پایہ کی ہستی کے منہ سے سنیئے ۱۸۹۴ء میں لندن میں پادریوں کی ایک عالمی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے احمدیت کے متعلق نہایت درجہ تشویش و اضطراب کا اظہار کرتے ہوئے دنیا بھر کے عیسائیوں کو مطلع کیا کہ اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے ان لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آ رہا ہے اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں ...... یہ ان بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر محمدؐ کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے .. اس نئے اسلام کی وجہ سے محمدؐ کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں (ترجمہ The official Report of the Missionary Conference of the Anglican Communion 1894, Page 64.

[۱] موجودہ دور تمدن کو اعلیٰ قرار دینا دجالی اقوام کی جاہلانہ ایمان کے پروپیگنڈا کا نتیجہ ہے۔

حیثیت سے اسے کچھ بھی فروغ نہیں۔ بلکہ اس مذہب کی تو روز بروز بد سے بدتر حالت ہو رہی ہے۔ ایک طرف خود مسیحی اقوام کلیسیائی زندگی سے تنگ آکر باطل مسیحیت کا جوا اپنے کندھے سے اتار رہے ہیں۔ چنانچہ ریفارمیشن کا نیا وجود اور آسٹرلس ہیوگنگ کا جدید سلسلہ ہمارے دعویٰ کی تصدیق کے لئے بیّن ثبوت ہے۔ رسالہ ہبرٹ جرنل بابت ماہ جولائی ۱۹۱۲ء میں ایک آرٹیکل نکلا تھا۔ جس میں فقط جرمن پروٹسٹنٹوں کی

ضمیمہ صفحہ ۳۱۵

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس دور کو اخلاقی پیمانہ کی رُو سے مہذب اور ترقی یافتہ کہنا دراصل تصورِ اخلاق کا مُنہ چڑانا ہے جس دور میں ایٹم بم استعمال کیے گئے ہوں۔ ناگاساکی اور ہیروشیما کے لاکھوں[1] بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو بے رحمی سے فنا کر دیا گیا ہو اس کے اخلاقی تصورات کو ترقی یافتہ کہنے میں شرم محسوس ہونی چاہیئے۔ آجکل کا نام نہاد مہذب معاشرہ تہذیب مغرب سے آراستہ بنی نوع کے ساتھ جو سلوک کر رہا ہے اس کی مثال تو قدیم تاریخ کے کسی تاریک سے تاریک دور میں بھی نہیں ملتی۔ جن کو وہ اپنا سیاسی یا معاشی اغراض کا حریف سمجھتا ہے۔ غیظ و غضب میں آکر ان کو دردناک سزائیں دینا اور زندہ آگ میں جلانا اور مردہ لاشوں کی چربی نکال کر اس سے صابن بنانا اس کا شیوہ ہے چنانچہ جرمنی میں جب اپنے مخالف سیاستدانوں کو قتل کر دیا گیا تو اس سے بھی ان کا دل نہ بھرا بلکہ ان کی لاشوں کی چربی سے صابون تیار کیا گیا۔ دیکھو Lord Russel of Livel pool "The Scourage of The Samastica" London Large Edition 1959)

اٹلی کا مارشل بڈوگلیو جس کے سپرد قیامِ امن کا منصوبہ تھا اس نے وحشت و بربریت کا جو طریق اختیار کر کے تہذیب مغرب کی مٹی پلید کی اس کا تذکرہ عزت مآب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب صدر عدالت عالمی کی قلم سے تحریر فرمودہ سنیئے۔ فرماتے ہیں:-

"ایسے شیوخ یا قائدین جو کسی قیمت پر اطالوی اقتدار کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر رضامند نہ ہوتے۔ انہیں جبراً ہوائی جہاز میں کئی ہزار فٹ کی بلندی پر لے جا کر جہاز سے نیچے گرا دیا جاتا یا کوئی ریگستانی آبادی اطالوی اقتدار کا جوا اپنی گردن پر اٹھانے سے انکار کرتی۔ تو

[1] جرنل آرنلڈ (General Arnold) کی رپورٹ کے بموجب آٹھ لاکھ چھ ہزار جاپانی ایٹم بم کے اثر سے ہیروشیما اور ناگاساکی کے شہروں میں ہلاک ہوئے (بحوالہ ہمارا دفاع ۱۹۵۲ء مصنفہ میجر جنرل محمد اکبر خان۔ ۱۲ منہ

مذہب سے علیحدہ ہونے والوں کے اعداد دیئے گئے تھے کہ
"یکم جنوری ۱۹۰۸ء سے لیکر اس وقت تک اکیلے برلن شہر میں ۱۹۷۶۳ پروٹسٹنٹ اور
۲۵۶۹ رومن کیتھولک اور ۱۹۶ یہودیوں نے کلیسیا سے اپنی علیحدگی کا اعلان کیا۔"

لہ یہ تو ۱۹۱۴ء کی تعداد ہے مگر ۱۹۲۱ء میں اس فرقہ کے ملحدین کی تعداد ۲ لاکھ ۴۶ ہزار ۳۰۲ ہے (معارف نمبر ۴ جلد ۲) پھر جب ہم رومن کیتھولک سوسائٹی کی رپورٹ ۱۹۳۰ء کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس سے ہمیں حسب ذیل معلومات ملتی ہیں :-

الف۔ ۱۹۲۸ء میں امریکی عیسائیوں کی تعداد موجودہ تعداد سے تین گنا زیادہ تھی۔

ب۔ ۱۹۲۷ء میں لامذہب امریکنوں کی اوسط دس فیصدی تھی۔

ج۔ لیکن ۱۹۳۰ء میں لامذہبوں کی تعداد اوسطاً ۴۳ فیصد ہو چکی ہے۔ (رپورٹ امریکن کیتھولک سوسائٹی مجریہ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

علاوہ ازیں جب انگلینڈ کے مذہبی اور قومی جرائد و رسائل کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یورپ سب سے بڑا مہذب اور مذہب و قومیت کا دعویدار ملک امریکہ اور جرمنی سے بھی سبقت لے گیا ہے چنانچہ وہاں کا (یعنی لندن کا) ایک مشہور مذہبی ہفتہ وار اخبار اپنی اشاعت مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں اپنے ہاں کے دیندار طبقہ کی روئیداد شائع کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے۔ "۱۹۲۶ء میں جب مردم شماری ہوئی تھی تو یہ راز کھلا تھا کہ ملک میں عیسائیوں کی تعداد ۱۹۲۳ء کی نسبت ۱/۴ گنا کم ہے۔ اس روئیداد کے پڑھتے ہی مغرب کے تمام گرجاؤں۔ کلیساؤں اور پوپوں کے گھروں میں ایک ٹیس پڑ گئی۔ اور پادری لوگوں نے آنسو بہانا اور رہا ل نوچنے شروع کر دیئے لیکن جب ۱۹۲۹ء میں معمولی مردم شماری ہوئی تو اگرچہ اسوقت صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی مگر ان اعداد سے یہ ثابت ہوا کہ آج ہمارے ملک میں صرف چوتھائی حصہ مسیحی رہ گئے ہیں۔"
(اقتباس از لندن ٹیلیگراف) ۱۲

حاشیہ صفحہ ۳۱۶

مارشل بڈوگلیو کا توپخانہ آبادی کے گرد گھیرا ڈال دیتا اور آبادی کے پانی کے ذخیروں میں بھاری تعداد میں زہر ڈال دیا جاتا۔ محصور آبادی میں سے جو باہر نکلنے کی کوشش کرتے وہ اطالوی توپ یا بندوق کا نشانہ بنتے اور جو باہر نکلنے کی کوشش نہ کرتے وہ پیاس یا زہر آلود پانی پینے سے تڑپتے ہوئے جان دیتے۔" (تحدیث نعمت ۵۵۵)

Marfat.com

دوسری طرف مسیحی مذہب کی عزت و شوکت اس درجہ پر پہنچ چکی ہے کہ اسے مذہبی مجالس میں تقریر تک کی بھی اجازت نہیں ملتی ۱۹۲۴ء کی مذہبی کانفرنس کے موقعہ پر جو لندن میں ہونے والی تھی خواجہ نذیر احمد صاحب کا ایک خط پیغام صلح (۲۰ مئی ۱۹۲۳ء جلد ۱۲) میں شائع ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ :۔

"سلطنت برطانیہ کی نمائش کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس بھی ہوگی سیکرٹری مذہبی کانفرنس کو ملنے گیا تعجب ہے، کہ جہاں دیگر مذاہب اور خصوصاً اسلام کی طرف زیادہ توجہ دی گئی وہاں عیسویت کو کوئی جگہ نہیں دی گئی نہ تو عیسویت پر کوئی لیکچر ہوگا۔ نہ کسی مباحثہ میں کسی پادری کو بولنے کی اجازت دی جائیگی۔ جب سیکرٹری سے میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ عیسویت کوئی مذہب نہیں ہے کیونکہ مسیح دنیا میں کوئی نئی چیز نہیں لایا وہ صرف پورا کرنے کے آیا۔ وہ محض ایک ریفارمر تھا۔ اور اناجیل کے مطابق وہ سخت ناکام رہا۔ ہماری

(نقش ۱۲ جولائی ۱۹۲۴ء)

انگریز جو بہ نسبت دوسری اقوام کے نرم مزاج اور اعتدال پسند سمجھے جاتے ہیں ان کا حال بھی سن لیجیے۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک غدر میں ہندوؤں کی ہوشیاری سے مسلمانوں کو بھی اس میں ملوث قرار دیا گیا۔ نرم پالیسی کے نام نہاد انگریزوں نے ان پر جس قدر ظلم ڈھائے تاریخ کے صفحات ان سے بھرپور ہیں۔ بے شمار بے گناہ مسلمانوں کو قانونی شہادت مکمل کئے بغیر سولی پر لٹکایا گیا ان کے جسموں کو لوہے اور تانبے کی سلاخوں سے داغا گیا۔ توپوں کے دہانے سے باندھکر چیتھڑے اڑائے گئے۔ زندہ مسلمانوں کے جسم پر سؤر کی چربی مل کر پھانسی دی گئی یا زندہ آگ میں جلایا گیا۔ مسلمانوں کی کروڑوں روپے کی جائدادیں ضبط کی گئیں ان کا مال و اسباب لوٹا گیا۔ مساجد کی بے حرمتی کی گئی۔ ان میں انگریزی فوجوں نے پڑاؤ ڈالے گھوڑے باندھے۔ علماء کو چن چن کر پھانسیاں دی گئیں۔ جلاوطن کیا گیا۔ عمر قید کی سزائیں دی گئیں۔ غرضیکہ کوئی ظلم اور تشدد ایسا نہ تھا جو ان پر توڑا نہ گیا۔ تر طوم اور جلیانوالہ واقعہ تو ابھی ہماری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے جس میں تہذیب انسانیت کی مٹی پلید کی گئی۔ لارڈ کچنر نے گورڈن کا انتقام لینے کے لئے مہدی کا مقبرہ کھود کر لاش نکالی اور دریا میں پھنکوا دی صفحات تاریخ پر یہ عجیب سین نظر آتا ہے کہ تہذیب مغرب کے علمبردار انگریزوں نے

Marfat.com

کمیٹی محسوس کرتی ہے کہ عیسویت بھی سخت ناکام ثابت ہوئی ہے اور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ پیغام امن اس کے پاس کچھ بھی دینے کے لئے نہیں۔ پھر اس نے خاص طور پر کہا کہ یہ عیسویت صرف ایک طریق تمدن ہے۔"

عیسوی عبادت گاہوں کی رونق بازاری کا حال بھی سن لینا چاہیئے پیغام صلح کے اسی پرچہ میں ہے کہ:۔

"حال ہی میں بشپ آف لنڈن نے ایک انتظامی سکیم کی تائید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ شہر لنڈن میں ۹۴ گرجے ہیں جن میں ۹۴ پادری صاحبان ہر اتوار کو نماز پڑھانے جاتے ہیں۔ لیکن وہاں بعض گرجوں میں نمازیوں کی تعداد صرف چار تک محدود ہوتی ہے۔ بارہ سے زیادہ نمازی تو کسی گرجا میں نہیں جاتے۔"

یہ تو ۱۹۲۴ء کا حال ہے۔ اب ۱۹۲۷ء کا حال بھی سن لیجئے حضرت مولانا یعقوب علی صاحب عرفانی نامہ لنڈن میں سلسلہ خطوط کے ضمن میں لکھتے ہیں:۔

"یہاں گرجوں کے خلاف ایک جنگ شروع ہے۔ لنڈن میں بہت سے گرجے بلاضرورت ہیں۔ اور تاجر اور دنیا کے مدبر لوگوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ بلاضرورت ان عمارتوں کو قائم رکھنا اور ان پر فضول روپیہ خرچ کرتے رہنا حماقت ہے۔ بہتر ہے کہ ان کو گرایا جائے اور زمین کو فروخت کر کے ان کی جگہ بہتر مکان اور دکانیں بنائی جاویں۔ چنانچہ اس تجویز کے ماتحت اکثر گرجے گر چکے اور وہ زمین فروخت ہو کر وہاں مکانات بن گئے اور اکثر زیر تجویز ہیں۔" (الفضل ۲۲ فروری ۱۹۲۷ء صہ ۹)

جب ان گرجوں کے گرائے جانے پر محافظین آثار قدیمہ کی طرف سے سینٹ پال کی تاریخی عظمت کی بناء پر اس کے بچانے کی صدا اٹھی تو اس کے جواب میں اخباروں میں یہ صدا بلند ہونے لگی کہ:۔

"ہم سینٹ کو تو بچا سکتے ہیں۔ مگر ان معتقدات کو نہیں بچا سکتے جنکی

تتمہ ملاحظہ ہو صہ ۲۱۳

شہنشاہ ہندوستان بہادر شاہ ظفر پر بغاوت کا مقدمہ چلایا اور جلاوطنی کی سزا دی۔ آج تک تاریخ یہ نظیر پیش نہیں کر سکتی کہ کسی ملک پر کوئی قوم زبردستی قبضہ کرے اور پھر اسکے خودمختار بادشاہ پر بغاوت کا مقدمہ چلا کر اسے سزا دے۔ یہ تہذیب مغرب کا سیاہ کارنامہ انگریز ہی کے ہاتھوں انجام پایا۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

بنیاد سینٹ پال پر ہے" ؎۱

اب ان حالات کو سامنے رکھکر ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ آیا مذہب عیسویت کو فروغ ہے یا زوال ؟

سُورۃ کے ابتداء اور انتہاء کے ملانے سے ایک لطیف اشارہ

سُورۃ کے ابتدائی مضمون (تسبیح) اور انتہائی مضمون (تحمید و تکبیر) کے ملانے سے یہ لطیف اشارہ نکلتا ہے کہ مسلم کی ترقی کے لئے یہی تین امور اصل الاصول ہیں۔ جب تک ان اصول کی پابندی رہے گی اسے فروغ و ارتقاء ہے۔ اور جب کبھی ان اصول میں کوتاہی آنے لگے گی تو امتِ اسلامیہ پر تنزل و ادبار کا آنا لازمی ہے۔

تسبیح سے مقصود یہ ہے کہ ہر اُن افعال کے ارتکاب سے محترز رہنا

؎۱ اور سنئے۔ انگلستان کے اخبار۔ ڈیلی ٹیلیگراف کے مورخہ ۲ جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں" تین ہزار کلیسا متروک ہو چکے ہیں" کے زیر عنوان مندرجہ ذیل رپورٹ شائع ہوئی۔

"بے مصرف و بیکار کلیساؤں کے متعلق مشاورتی بورڈ نے اپنی دوسری رپورٹ میں کہا ہے کہ انگلستان میں ۱۸۰۰۰ انجیلیکن کلیساؤں میں سے ۳۰۰۰ کلیسا یکسر فالتو ہیں۔ جن گرجاؤں کے متعلق بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ دیگر ضروریات کے لئے ان کو استعمال میں لایا جائے۔ ان میں سے بعض گرجے شیکسپیئر تھیٹر، ریستوران، لائبریری۔ عجائب گھر، ناچ گھر اور کانفرنس ہال میں تبدیل کئے جا رہے ہیں۔ اور تین گرجاؤں کو پرائیویٹ رہائش گاہوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔" انگلستان کے ایک اور اخبار "ٹائمز" نے یکم جولائی ۱۹۷۱ء کے شمارہ میں جو رپورٹ شائع کی ہے اس رپورٹ پر "نئے کلیساؤں کی تعمیر کفر ہے" کا عنوان جمایا گیا ہے۔ حال ہی میں انگلستان کے مشہور اخبار "دی گارڈین" کی ۱۹ مئی ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں "چرچ کا نیا مصرف" کے زیر عنوان ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ساؤتھ وارک لندن کا "ہولی ٹرنٹی چرچ" ۱۹۵۹ء سے بے کار پڑا ہے اور اسے بطور چرچ استعمال نہیں کیا جا رہا۔ اب اسے ریہرسل ہال (موسیقی وغیرہ کی مشق کے لئے مخصوص ہال) اور ریکارڈنگ سٹوڈیو (فنکاروں کی آوازیں ریکارڈ کرنے کے مرکز) میں تبدیل کر دیا جائیگا۔ (دی گارڈین بابت ۱۹ مئی ۱۹۷۲ء ص۲)

Marfat.com

چاہیئے۔ جو خلافت الٰہیہ کے نظامِ اصلح میں خلل انداز ہوں۔ اور تحمید سے مقصود یہ ہے کہ ان تمام ذرائع اور وسائل کو کام میں لایا جائے جو شایانِ شان خلافتِ الٰہیہ ہیں۔ یا بالفاظ دیگر ان صفاتِ حسنہ اور اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہونا چاہیئے جن کی تعلیم و تبلیغ کے لئے انبیاء علیہم السّلام کی بعثت ہوتی ہے اور تکبیر سے یہ مقصد ہے کہ ان تمام تحریکات کو اختیار کیا جائے جن کے ذریعہ عظمت و کبریاء الٰہی ظاہر ہو سکے اور مخالفین قانونِ الٰہی کو جلالِ خداوندی کا نظارہ دکھایا جا سکے۔ سورۂ نصر میں اسی تسبیح و تحمید کو فاتح قوم کا نصب العین اور فرضِ منصبی بتایا گیا ہے۔ اور سورۂ فتح میں اسی کو افضل الرسل صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا ہے ؁

صفاتِ تنزیہی میں سے تین اصناف کے ذکر کی حکمت

اَلَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ۔ کسی شخص کو خلاف ورزیِ قانون پر جراءت کرنے کی وجوہات حسبِ ذیل ہو سکتی ہیں:۔

(الف) یا تو والیِ سلطنت کے بیٹوں سے اس شخص کا تعلق ہوتا ہے۔ اور وہ

[illegible]

تہذیب اقوام کا مشہور امریکی مورخ (Will Durant) اپنی کتاب (Mansions of Philosophy) میں ص۲۴۶ پر لکھتا ہے: "آج لاکھوں انسانوں کے نزدیک عیسائیت شکست خوردوں کا مذہب ہے اور اس مذہب کی قبولیت سے اعتراف شکست کرتے ہیں۔ یہاں کوئی شے قابلِ اطمینان نہیں۔ اطمینان کی آرزو باطل اور آرزوؤں کی تکمیل گناہ ہے۔ یہ اندازہ نگاہ صحیح اور تندرست زندگی کو ناممکن بنا دیتا ہے۔ وہ اس سے انسانیت تباہ ہو جاتی ہے۔" جرمنی کے ایک پادری صاحب (Edgar Spinds) نے موجودہ عیسائیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا "کہ عیسائیت شیطان کے پالتو بچے کی شکل اختیار کر چکی ہے۔" ایک اور مشہور دینیات کے استاد ڈورتھی سوئیل نے کہا کہ "حقیقت یہ ہے کہ جس کو ہم خدا کہتے ہیں وہ فوت ہو چکا ہے۔"

"Awake" London 22, March 1950.

Marfat.com

سمجھتا ہے کہ اگر میں نے خلاف ورزی کی تو چونکہ باپ بیٹے کے اثر میں آسکتا ہے اس لئے اس کے بیٹے کی سفارش سے چھوٹ جاؤں گا۔

(ب) یا کسی سلطنت کے چند مساوی حیثیت سے بادشاہ دعویدار ہوں۔

(ج) یا نظام سلطنت ایسا کمزور ہو کہ خلاف ورزی قانون پر حکومت سزا نہ دے سکے۔

بس یہاں ان تینوں صورتوں کی نفی کرنا گویا اس گزشتہ قانون کی عظمت کی طرف اشارہ ہے یعنی یہ قانون ایسے احکم الحاکمین کا ہے جس کی خلاف ورزی کرنے والا مؤاخذہ سے بچ نہیں سکتا۔ اور چونکہ یہی قانون الٰہی فطری قانون ہے۔ جو انسانی فطرت کے لئے نہایت ہی موزوں ہے اور تمام عالم میں نفاذ و شیوع کی زبردست قوت رکھتا ہے اس لئے اسی کی اشاعت تمام دنیا میں کی جائے۔ وھو معنی قوله تعالیٰ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ؀

ربط سورۃ مابعد

اس سورۃ میں قوانین ترقی کی تفصیل فرما کر آخر میں ان قوانین کی عظمت کی طرف بھی اشارہ کر کے بتادیا گیا کہ تمام دنیا میں یہی قوانین نافذ ہو کر رہیں گے اور ان کی راہ اشاعت میں خواہ ہزار قسم کی رکاوٹیں بھی پیدا کی جائیں مانع نہیں ہوسکینگی چنانچہ آئندہ سورۃ کہف میں اُن اقوام کا تذکرہ آتا ہے۔ جو ایک وقت میں تمام مجالی قوتوں کے ساتھ مسلح ہو کر ان قوانین ارتقاء کے مقابلہ پر بڑے زور سے نکلیں گی۔ اور اس مقصد کے لئے دنیا کے ہر گوشہ میں ایسا زبردست نظام دھاک پھیلا دیں گی۔ جس کی نظیر تاریخ عالم میں ناپید ہوگی۔ یہ یاجوج ماجوج کی قومیں ہوں گی جن کی زندگی کا مطمح نظر اسلام کی اساس کو اکھیڑنا اور اس کی بجائے تمام دنیا میں علم تثلیث بلند کرنا ہوگا۔ اور اس زبردست فتنہ دجل کی بناء پر اس قوم کو احادیث میں دجال کہا گیا ہے۔

سلہ جن کے خروج کا وقت ہجرت کے ایک ہزار سال بعد ہے۔ (دیکھو مکاشفات یوحنا ۲۰: ۷، ۸)

Marfat.com

اور اس کے فتنہ سے بچنے کے لئے سورۃ کہف کی تلاوت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اس سورۃ میں اس کے دجالی جال کے تمام تار و پود اکھیڑنے کے اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔ اسی سورۃ کے آخری رکوع میں اشارۃً یہ بشارت دی گئی ہے کہ آخر یہ قوم اپنی دجالی سازشوں اور شیطانی منصوبوں میں شکست کھا کر ناکام اور غائب و خاسرہ جائے گی اور اس سے قبل ایک تاریخی قصہ کے پیرایہ میں بتایا گیا ہے کہ جس طرح گزشتہ زمانہ میں ذوالقرنین نے ایک مضبوط دیوار کے ذریعہ اس قوم کے فتنہ کا انسداد کر دیا تھا اسی طرح دوبارہ اس قوم کے فتنہ پیدا ہونے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ مہدی و مسیح کی دو بڑی چادروں والے ذوالقرنین کے ذریعہ ایک زبردست روحانی دیوار قائم کر دے گا جس کی حفاظت و پناہ میں اس وقت لوگ دجال کا خوب مقابلہ کرسکیں گے۔ اور بالآخر وعدۂ الٰہی کے مطابق فتح پالیں گے۔

پس سورۂ کہف میں ان زبردست پیشگوئیوں کو ذکر فرمانے کے بعد آئندہ تین سورتوں میں ان تین صفات تنزیہیہ کی تفصیل و توضیح کی جائے گی۔ چنانچہ اَلَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا کی تشریح سورۃ مریم میں ہے اور لَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ کی توضیح سورۃ طٰہٰ میں ہے۔ چنانچہ ابتداء سورۃ میں تنزیل قرآن کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ٥ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ٥ پھر اس کے بعد حضرت موسیٰ کا قصہ بیان فرمایا جس سے مقصود اپنی زبردست سلطنت کا اظہار کرنا ہے کہ اگر کوئی دوسرا شریک مملکتِ الٰہی ہوتا تو فرعون اس سے استمداد کر کے موسیٰ کو جو بظاہر بے سروسامان بھی تھے۔ تباہ کر دیتا۔ اس کے بعد فرمایا۔ فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ

لہ یہاں تو اشارہ ہے لیکن سورۃ انبیاء میں اس کی تصریح بھی ہے کہ ان کے عروج کے ساتھ ہی ان کی ناکامی اور غلبہ و ترقی اسلام کا سچا وعدہ بھی نزدیک آجائیگا جس کے پورا ہونے پر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اس پر افسوس کرینگے۔ حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ٥ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا ھِیَ شَاخِصَۃٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یٰوَیْلَنَا قَدْ کُنَّا فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا بَلْ کُنَّا ظٰلِمِیْنَ ٥ (انبیاء ۹۶، ۹۷)

Marfat.com

یعنی وہی اکیلا زبردست بادشاہ ہے۔ دوسرا قصہ آدم کا ذکر فرمایا جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ عالمِ روحانیات کی رعایا بھی ہماری زبردست سلطنت کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ اس کے بعد سورۃ انبیاء میں وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ کی تشریح آئے گی یعنی اس کی سلطنت کمزور نہیں تاکہ اُسے دوسروں کی امداد کی احتیاج ہو بلکہ نہایت ہی زبردست اور مضبوط حکومت ہے۔ دیکھئے اپنے قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں سے کس طرح حساب لیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ

ان تینوں مضامین کی تشریح کے بعد سورۂ حج میں كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا کی تشریح آئے گی یعنی عظمت و کبریاءِ الٰہی کا دستور بیان ہوگا اور اس امر پر روشنی ڈالی جائے گی کہ تکبیر الٰہی کس طرح کہی جا سکتی ہے۔ چنانچہ اس کے دو اصول بیان فرمائے گئے ہیں۔

۱۔ حج یعنی مرکزِ اسلام پر جمع ہو کر ذکر الٰہی اور تعظیم شعائر اللہ کا جذبہ پیدا کیا جائے چنانچہ ذکرِ حج کے بعد اسی فلسفہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ	تاکہ روحانی فوائد کی جگہ پر حاضر ہوں اور معلوم دنوں میں اللہ کا نام لیں۔
وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ (حج : ۳۰)	جو شخص اللہ کے معزز (نشانوں) کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کے لئے اسکے پروردگار کے نزدیک بہتر ہے۔
وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ (حج : ۳۲)	اور جو کوئی اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرتا ہے (تو اسے روحانی ترقی حاصل ہوتی ہے) کیونکہ شعائر الٰہیہ سے تقویٰ قلوب پیدا ہوتا ہے۔

فلسفۂ قربانی کے متعلق فرمایا۔

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ (۳۴)	ہر قوم کے لئے ہم نے طریقۂ قربانی مقرر کر رکھا ہے تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں دیئے ہیں۔
وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ	اور قربانی کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے نشان ٹھہرائے ہیں تمہارے لئے ان میں بہتری ہے پس انہیں صف بستہ کرکے ان پر اللہ کا نام لو۔

Marfat.com

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ‎(رکوع ۳۴)

اسی طرح اللہ نے انہیں تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم ان پر اللہ کی کبریائی بیان کرو کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

ان ارشادات میں گویا تکبیر الٰہی کی اہمیت کا بیان ہے۔

۲- دوسرا قانون تکبیر الٰہی کے لئے جہادؔ[1] کو بیان فرمایا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ‎(رکوع ۳۹)

جن مسلمانوں سے کفار لڑتے ہیں بوجہ ان کے مظلوم ہونے کے ان کو بھی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے اور یقیناً اللہ ان کی نصرت پر قادر ہے۔

اسی جہاد کے ذریعہ عالم میں نظامِ اصلاح پیدا کیا جا کر امن و آزادی سے تکبیر الٰہی و اعلاءِ کلمۃ اللہ کیا جا سکتا ہے۔ اس فلسفہ کا تذکرہ یوں آیا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ‎(رکوع ۴۰)

اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے حملے سے نہ ہٹاتا تو راہبوں کے خلوت خانے اور عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں گرا دی جاتیں جن میں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے اور اللہ اسی شخص کی مدد کرتا ہے جو اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے بیشک اللہ زبردست اور غالب ہے۔

---

[1] اس جہاد کی حالات زمانہ کے لحاظ سے مختلف صورتیں ہوں گی۔ جب کوئی قوم اپنے دورِ جہالت میں مسلم کی راہ تبلیغ و اشاعت میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے وحشیانہ طریق سے نبرد آزما ہونے لگے تو اس وقت اس کی مدافعت کے لئے مجبوراً اسی رنگ میں جہادِ سیفی کی ضرورت ہوگی لیکن جب زمانہ امن اور آزادی اور ترقی و تہذیب کے دور سے گذر رہا ہو اور ہر مذہب و ملت کو اشاعت و تبلیغ کے لئے کامل آزادی ہو۔ تو اس وقت جس جہاد کی ضرورت ہے وہ جہادِ علمی۔ حجج و براہین اور دلائل و بیّنات کا جہاد ہے۔ اور حقیقت میں دلائل و بیّنات ہی وہ زبردست ہتھیار ہیں جن کا مقابلہ ظاہری تلواریں نہیں کر سکتیں۔ مادی تلوار کا وار تو صرف جسمِ انسانی پر پڑتا ہے۔ اور اسے زندگی سے موت کی طرف لے جاتا ہے مگر علمی تلوار کا وار جسم اور بدن پر نہیں بلکہ روح اور قلب پر پڑتا ہے۔ اور اپنے دمِ مسیحائی سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ ع ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا ۱۲ منہ

Marfat.com

اور جب کہیں امتِ مسلمہ کے افراد اس کرۂ ارض میں قدم رکھتے ہیں تو اس سے ان کا مقصد ملک گیری اور ہوسِ استعماری نہیں ہوتا بلکہ مذہبی آزادی حاصل کرنا ہوتا ہے تاکہ امن و اطمینان سے وہ اپنے فرائضِ مذہبی بجا لا سکیں۔ چنانچہ اسی کا ارشاد ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا	مسلمانوں کو اگر ہم کسی ملک میں اقتدار دیتے ہیں
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا	تو وہ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور نیکیوں
بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ	کا حکم دیتے اور برائیوں سے روکتے ہیں اور تمام کام
وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۔	اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

ارشاداتِ بالا میں اُمتِ مسلمہ کے فرائضِ زندگی کو تین نظاموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱۔ نظامِ عبادات۔ ۲۔ نظامِ مالیات۔ ۳۔ نظامِ تبلیغ۔ ان میں سے دو اوّلین نظامات سے تو امت کی حیات وابستہ ہے اور تیسرے نظام سے حیاتِ ملت۔ ان تینوں نظاموں کے مجموعہ کا قیام و بقاء کَبُرَتْ كَلِمَةً [؟] کی عملی تشریح اور حقیقی تفسیر ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَاۤ اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۫ وَاغْفِرْ لَنَا ۫ وَارْحَمْنَا ۫ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ آمین

انا العاصی العبد الضعیف محمد عبد اللطیف عفا اللہ عنہ

یکم رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ ہجری المقدس علیٰ صاحبہا الف تحیۃ

Marfat.com

(حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۳۱)

۱ۂ یہ شہادت حقہ کیونکر واقع ہوگی اور اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس مسئلہ پر ماہر اسرار قرآنی حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے ہی لطیف پیرائے میں بذریعہ تمثیل روشنی ڈال کر اس اہم عقدہ کو بآسانی حل فرما دیا۔

فرماتے ہیں:۔

"شفاعت کا مسئلہ ایسا ہی ہے جیسے کاٹن ایسوسی ایشنز یا گرین ایسوسی ایشنز اپنی طرف سے بعض لوگوں کو نمائندہ مقرر کر دیتی ہیں جو آرٹ مینز کہلاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ گندم نمونہ کے مطابق ہے یا نہیں۔ یا روئی کا جو نمونہ دکھایا گیا تھا اس میں اور مہیا کردہ روئی میں کتنا فرق ہے۔ پھر جو بھی وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کو قبول کر لیا جاتا ہے......... یہی اصول اللہ تعالےٰ نے عالم روحانیات میں رکھا ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ دنیا میں جو نمونے بھیجتا ہے وہ بولنے والے ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ہر قوم کا نبی آئے گا اور وہ اپنی قوم کو دیکھے گا۔ اگر تو وہ کہہ دے گا کہ یہ میرے جیسے ہی ہیں تو اللہ تعالےٰ ان کو قبول کرلے گا اور فرمائے گا کہ گو ان میں کچھ کمزوریاں پائی جاتی ہیں لیکن چونکہ انہوں نے نبی کے نمونہ کے مطابق اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کی تھی اس لئے یہ بھی نمونہ کے قریب قریب ہیں۔ لیکن اگر نبی یہ کہے گا کہ فلاں شخص مجھ سے نہیں ملتا تو اللہ تعالےٰ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بھی یہی مفہوم ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام دنیا کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں۔ اس لئے آپ کی شفاعت یقیناً سب نبیوں کی شفاعت سے زیادہ

Marfat.com

ارفع اور زیادہ اعلیٰ ہوگی۔ آپ قیامت تک تمام زمانوں کے لئے نمونہ کے طور پر پیدا کئے گئے ہیں۔ اسی لئے قیامت کے دن آپ لوگوں کے قلوب کو دیکھیں گے کہ انہوں نے کہاں تک محمدی نقش کو قبول کیا ہے۔ اگر ان میں کچھ کمزوریاں، کچھ غلطیاں اور کچھ کوتاہیاں پائی جاتی ہونگی لیکن بحیثیت مجموعی انہوں نے کوشش کی ہوگی کہ ہم محمد رسول اللہ جیسے بن جائیں تو جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے قلوب کو دیکھیں گے تو فرمائیں گے یہ بھی مجھ سے ملتے جلتے ہیں اور اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ ہم تمہاری اس شفاعت کی وجہ سے ان کو جنت میں داخل کرتے ہیں۔"

(اُسوۂ حسنہ ص ۹ تا ۱۰)

(ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

Marfat.com

دستور الارتقاء

تفسیر سورۃ الاسراء

مصنفہ

مولوی عبد اللطیف رہاولپوری فاضل دیوبند

Marfat.com